لسانیت (linguicism) کا تناظر اور اردو بطور ذریعہ تعلیم:

پاکستانی نظامِ تعلیم و تدریس میں لسانی ترجیحات کے اردو زبان پر اثرات کا جائزہ

(Urdu As Medium of Instruction In the Context of Linguicism: A Study of Effects of Language Preference in Pakistani Education System on Urdu Language)

مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اُردو)

مقالہ نگار

فاخرہ منور

فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

فروری، 2024

لسانیت (linguicism) کا تناظر اور اردو بطور ذریعہ تعلیم:

پاکستانی نظامِ تعلیم وتدریس میں لسانی ترجیحات کے اردو زبان پر اثرات کا جائزہ

(Urdu As Medium of Instruction In the Context of Linguicism: A Study of Effects of Language Preference in Pakistani Education System on Urdu Language)

مقالہ نگار

فاخرہ منور

یہ مقالہ

پی ایچ ڈی (اُردو)

کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا

فیکلٹی آف لینگویجز

(اردو زبان وادب)

فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

فروری، 2024

مقالے کا دفاع اور منظوری کا فارم

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مذکورہ مقالہ پڑھنے کے بعد مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگویجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان : لسانیت (linguicism) کا تناظر اور اردو بطور ذریعہ تعلیم: پاکستانی نظامِ تعلیم و تدریس میں لسانی ترجیحات کے اردو زبان پر اثرات کا جائزہ

پیش کار : فاخرہ منور

رجسٹریشن نمبر : NUML-S20-17760

ڈاکٹر آف فلاسفی

شعبہ زبان و ادب اُردو

ڈاکٹر عابد حسین سیال : ---------------------------------

نگران مقالہ

ڈاکٹر جمیل اصغر جامی ---------------------------------

(ڈین فیکلٹی آف لینگویجز)

میجر جنرل شاہد محمود کیانی (ر)

(ریکٹر) : ---------------------------------

تاریخ : ---------------------------------

اقرار نامہ

میں ، فاخرہ منور حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کی پی ایچ ڈی سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر عابد حسین سیال کی نگرانی میں کیا ہے۔ میں نے یہ کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا ہے اور نہ آئندہ کروں گی۔

فاخرہ منور

مقالہ نگار

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

فہرست ابواب

عنوان | صفحہ نمبر

مقالہ اور دفاع کی منظوری کا فارم			i
اقرارنامہ			ii
فہرست ابواب			iii
Abstract			vi
اظہار تشکر			vii
باب اوّل	:	موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث	۱
الف:		تمہید	۱
	i	موضوع کا تعارف	۱
	ii	بیان مسئلہ	۲
	iii	مقاصد تحقیق	۳
	iv	تحقیقی سوالات	۳
	v	نظری دائرہ کار	۴
	vi	تحقیقی طریقہ کار	۵
	vii	تحدید	۶
	viii	پس منظری مطالعہ	۶
	ix	تحقیق کی اہمیت	۷
ب:		ذریعہ تعلیم اور لسانی ترجیح	۱۷
ج:		لسانیت کا مفہوم اور بنیادی اصطلاحات	۲۸
	i	مقامی لوگ((Indigenous People	۳۵

ii لسانی پالیسی (Language Policy) ۳۶
iii مادری زبان (Mother Tongue) ۳۸
iv اقلیتوں کی زبان (Minority Language) ۳۹
v عالمی منشور (Universal Declaration) ۴۰
د: پاکستان کی تعلیمی پالیسیوں کا ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات کے تناظر میں جائزہ ۴۱
حوالہ جات ۴۱

باب دوم : اردو کے مقابلے میں انگریزی کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیح کے مضمرات کا جائزہ ۴۳
الف: انگریزی زبان کا نوآبادیاتی اور استعماری تناظر ۴۷
i سماجی مراتب ۵۳
ii علمی فوقیت ۶۰
iii معاشی مراتب ۶۸
ب: بطور ذریعہ تعلیم انگریزی کے مضمرات ۷۵
i مثبت پہلو ۷۵
ii منفی پہلو ۷۹
حوالہ جات ۸۴

باب سوم : اردو کے مقابلے میں مادری زبانوں کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیحات کے مضمرات کا جائزہ ۸۸
الف: مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم ۸۸
i مادری زبانوں کا مقام اور اہمیت ۹۷
ii ذریعہ تعلیم کے طور پر مادری زبانوں کی افادیت: (عمومی پہلو) ۱۰۸
ب: مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم کے مضمرات ۱۱۴
i افادی پہلو ۱۱۴

ii	محدودیت کا تناظر	۱۲۱
	حوالہ جات	۱۲۵
باب چہارم :	اُردو کے مقابلے میں دیگر زبانوں کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیح خدشات اور ان کے ازالے کے ممکنہ اقدامات:	**۱۲۸**
الف:	خدشات	۱۲۸
i	اُردو کی معدومیت	۱۳۲
ii	اُردو میں لسانی بگاڑ	۱۳۶
ب:	ازالے کے اقدامات	۱۴۸
i	بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن	۱۴۸
ii	اُردو کی ترویج اشاعت کی سنجیدہ کوششیں اور ٹھوس اقدامات	۱۵۷
	حوالہ جات	۱۶۳
باب پنجم :	مجموعی جائزہ، نتائج وسفارشات	**۱۶۵**
الف:	ماحصل	۱۶۸
ب:	تحقیقی نتائج	۱۸۱
ج:	سفارشات	۱۸۲
	کتابیات	۱۸۳

ABSTRACT

Under the proposed topic, the impact of linguistic preferences in the Pakistani education and teaching system on Urdu language has been examined. The first chapter describes Skutnabb Kangas' theory of linguicism. This theory speaks of linguicism, which indicates the danger of the extinction of local languages due to the promotion of English. Urdu has the same concerns with English. This theory argues that by giving priority to one foreign language, there is an attempt to eliminate other languages, civilization, culture, education and linguistic attitudes which leads to genocide of local people, ignoring the rights of language.

The second chapter examines the implications of preferences for English as a medium language over Urdu. It first describes the neo-colonial and colonial perspective of the English language. The chapter details social hierarchy, academic superiority and economic hierarchy. Later this chapter examines the impact of language as a medium of instruction and describes its positive and negative aspects.

In the third chapter the implications of preference for mother tongues over Urdu are discussed. There are two key points of this chapter, the mother tongue as a medium of education and the usefulness of mother tongues as a medium of education. Initially it describes the importance of mother tongues whereas the latter part of this chapter examines the implications of mother tongue as a medium of instruction and its affable aspect and the context of limitations have been examined.

The last chapter outlines the priorities, concerns and possible measures to address the teaching of languages other than Urdu. It addresses concerns about the possible extinction of Urdu and linguistic deterioration in Urdu, while the second part of the chapter describes measures to remedy this. This chapters highlights two key points, first is the balance of linguistic preferences as a medium of education and the second is serious efforts and concrete steps to promote and publish Urdu. This is followed by an overall review of the paper as well as a description of the findings and recommendations.

اظہار تشکر

سب سے پہلے میں اپنے رب کریم کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس کی استعانت سے میرا پی ایچ ڈی کا مقالہ اپنے مراحل تک پہنچا۔ میرے مقالے کا موضوع "لسانیت کا تناظر اور اردو بطور ذریعہ تعلیم: پاکستانی نظام تعلیم و تدریس میں لسانی ترجیحات کے اردو زبان پر اثرات کا جائزہ" اس بات پر استدلال کرتا ہے کہ ایک بیرونی زبان کو ترجیح دیتے ہوئے دوسری زبانوں، تہذیب و ثقافت، تعلیم اور لسانی رویوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ذریعہ تعلیم کے حوالے سے الگ نوعیت کا موضوع ہے جس کے لیے میں اپنے اساتذہ کرام بالخصوص نگران مقالہ ڈاکٹر عابد حسین سیال صاحب کی شکر گزار ہوں جن کی راہنمائی میرے لیے اس مقالے کی تحقیق میں مشعل راہ ثابت ہوئی۔ شعبہ انگریزی کے استاد ڈاکٹر زوار حسین ہاشمی صاحب کی بھی مشکور ہوں جنھوں نے مجھے مقالے کے ابتدائی مرحلے پہ راہنمائی فرمائی۔ اس کٹھن مرحلے میں خصوصاً پروفیسر شاہ نواز صاحب کی شکر گزار ہوں جن کی راہنمائی اور مسلسل اصرار سے یہ مقالہ پایہ تکمیل تک پہنچا۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

اپنی والدہ محترمہ جن کی بے پناہ قربانیوں اور مشقتوں کا کوئی شمار نہیں ان کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ میں آج اس مقام تک پہنچی۔ اپنے باقی اہل خانہ خاص طور پہ اپنے شریک حیات شفقت منیر کی شکر گزار ہوں جنہوں نے تمام ذمہ داریوں اور الجھنوں سے دور رکھ کر مجھے پی ایچ ڈی مکمل کرنے کے لیے وقت فراہم کیا۔ اپنی دوستیں جویریہ مغل، دانیہ شفیق کی ممنون ہوں جو میرے مقالے کی ترتیب و مواد میں مدد گار ثابت ہوئیں۔ ماموں زاد فضہ اشرف کے لیے نیک تمنائیں / خواہشات جس نے میری ذاتی طور پہ معاونت کی جس سے میں اپنا مقالہ مکمل کر پائی۔

باب: اوّل

موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث

الف: تمہید

ا۔ موضوع کا تعارف

زیرِ نظر موضوع کے تحت پاکستانی نظام تعلیم و تدریس میں لسانی ترجیحات کے اردو زبان پر اثرات کا جائزہ ماہر لسانیات سکتناب کنگس (Skutnabb Kangas) کے نظریہ لسانیت (Linguicism) کے تحت لیا جائے گا۔ یہ نظریہ لسانی تعصب کے حوالے سے بات کرتا ہے جو انگریزی کے فروغ سے مقامی زبانوں کے معدوم ہونے کے خطرے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اردو کو انگریزی سے یہی خدشات لاحق ہیں۔ یہ نظریہ اس بات پر استدلال کرتا ہے کہ ایک بیرونی زبان کو ترجیح دیتے ہوئے وہاں کی دوسری زبانوں، تہذیب و ثقافت، تعلیم اور لسانی رویوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس سے مقامی زبانوں کی نسل کشی ہوتی ہے۔ زبان کے حقوق نظر انداز ہوتے ہیں۔ سکتناب کنگس کے مطابق انگریزی زبان کو ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور باقی زبانوں کو کم تر اور ان زبانوں کے بولنے والوں کو بھی ،کیونکہ تعلیمی نظام نو آبادیاتی نظام کے تسلسل میں چل رہاہے۔ اس میں صوبائیت، علاقائیت اور لسانیت یہ تمام چیزیں اپنے مفاد کے لیے ہی وضع کی جاتی ہیں جس کا بالآخر اسی طبقہ کو ہی فائدہ پہنچ رہاہوتا ہے۔ لہذا یہ نظریہ ذریعہ تعلیم پر زور دیتاہے کہ وہ زبان ذریعہ تعلیم کے طور پر بہتر ثابت ہو سکتی ہے، جس کو اس علاقے کے لوگ سمجھ سکتے ہوں۔ اردو زبان کو قومی زبان کا درجہ ملنے کے باوجود گزشتہ ساٹھ سالوں کے دوران ملک کے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں لسانی پذیرائی نہ مل سکی جس کی وہ مستحق ہے، کیوں کہ تدریسی سطح پر مقامی اردو ادب اور ثقافتی عناصر سے چشم پوشی برتی گئی ہے۔ پاکستان میں تعلیمِ نظام جس طرح ارتقاپذیر ہوا، اس سے اجتماعیت کا مقصد ختم ہو گیا جس کے نتیجے میں مماثل تعلیمی نظام اور اسکی مطابقت ذریعہ تعلیم کے مسائل کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

پاکستان میں آج تک ایک بھی ایسی لسانی پالیسی وضع نہیں کی جا سکی جو ملک کے تمام لسانی گروہوں کے لیے قابل قبول ہو۔ پاکستان میں تمام پاکستانی طالب علموں کے لیے یکساں نظامِ تعلیم موجود نہیں ہے۔ ذریعہ تعلیم کی زبان کے تناظر میں متنوع قسم کا طبقاتی نظامِ تعلیم رائج ہے۔ اس وقت پورا پاکستانی معاشرہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت

کے لئے انگریزی بطور ذریعہ تعلیم کے اسکولوں کو ترجیح دے رہا ہے۔ قومی سطح پر انگریزی زبان نے اردو کی جگہ لے کر ہمارے معاشرے کی وسعت کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اس کا سبب پاکستان میں دوہری لسانی پالیسی کا رائج ہونا ہے۔

اس وقت پاکستان میں وفاقی اور صوبائی سطح پر مختلف تعلیمی پالیسیاں موجود ہیں۔ جن میں پنجاب،، بلوچستان، سندھ، گلگت، آزاد کشمیر اور خیبر پختونخواہ شامل ہیں۔ ان میں اردو، انگریزی اور مقامی زبانوں کے ذریعہ تعلیم ہونے کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ پاکستان میں ذریعہ تعلیم کے مسئلہ پر کبھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا گیا۔ لہذا نظریہ لسانیت کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر جو ہماری تعلیمی پالیسیاں ہیں، ان میں ذریعہ تعلیم کی جو ترجیح ہے اس کے باعث اردو کے مقابلے میں انگریزی اور مقامی زبانوں کی جو حیثیت ہے، اس کے اردو زبان پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اردو زبان کی اہمیت اسکولوں خصوصاً کالج و جامعات کی سطح پر تعلیمی اداروں میں روز بروز ختم ہوتی جا رہی ہے۔ مجموعی طور پر پاکستان میں ذریعہ تعلیم کے بارے میں کوئی واضح قابل عمل تعلیمی پالیسی نظر نہیں آئی۔ پاکستان کے چاروں صوبوں کے ٹیکسٹ بک بورڈ وفاقی نصاب ساز ادارے کی ہدایات و سفارشات کی روشنی میں اردو لازمی کی درسی کتاب میں ایک لسانی حقیقت ہمیشہ نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ جس سے شہری اور دیہی علاقوں میں عوام کی اردو زبان سے آگاہی اور اسکی بول چال کی مہارت ایک جیسی نہیں ہے۔ پاکستان میں تعلیم و تدریس کا عمل غیر تسلی بخش ہے۔ ذریعہ تعلیم ہر نظامِ تعلیم میں اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ صرف اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو ہماری علمی وادبی ضروریات کو پورا کر سکتی ہے جب تک اردو کو قومی سطح پر ترقی نہیں دیں کے ہماری زندگی کے ہر شعبے میں ترقی محدود ہو کر رہ جائے گی۔ زندگی کے تمام شعبوں میں اردو کا نفاذ ہماری قومی ضرورت اور آئینی تقاضا ہے۔ قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر ہم شرح خواندگی میں اضافہ اور معاشرے میں یکساں نظام تعلیم رائج کر سکتے ہیں۔

۲۔ بیان مسئلہ

ملک کے سماجی، لسانی، ثقافتی اور سیاسی حالات کے تناظر میں کوئی واضح قومی لسانی پالیسی نہ ہونے کے باعث اردو میڈیم اور انگریزی میڈیم دونوں قسم کے سکول پاکستانی بچوں میں زبان دانی کی صلاحیت ختم کر رہے ہیں۔ اس احساس کمتری سے نکلنے کے لیے ہمیں اپنی علمی و لسانی پالیسی کا اختیار کتنا ہو گا، جس سے ہم اپنی زبان کو فروغ دے سکیں اس کے لیے قومی اور صوبائی سطح پر اعلیٰ پالیسی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس میں تعلیمی مقاصد و اہداف کے تحت متفقہ ذریعہ تعلیم کے

باوجود ہر صوبے کی پالیسی میں ذریعہ تعلیم مختلف ہے۔ ہمارے ملک میں (instruction of Medium) ذریعہ تعلیم انگریزی بھی ہے اور اردو بھی۔ ذریعہ تعلیم میں بنیادی ترجیحات کیا ہونی چاہیں اور کون سی زبان ذریعہ تعلیم کے طور پر کس سطح پر بہتر اور موزوں ہو سکتی ہے، لہذا لسانیت (Linguicism) کے تناظر میں ذریعہ تعلیم کے مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے کہ ذریعہ تعلیم سے متعلق پالیسیوں کی صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے کون سا ذریعہ تعلیم کس سطح پر کیا ہونا چاہیے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس کا جواب تلاش کرنے کے لیے زیر نظر تحقیق عمل میں لائی گئی ہے۔

۳۔ مقاصد تحقیق

زیرِ نظر مقالے کے مقاصد تحقیق درج ذیل ہیں۔

۱-بطور ذریعہ تعلیم مقامی /مادری زبان کے اطلاق کے مسائل اور مباحث کا جائزہ لینا

۲-بطور ذریعہ تعلیم انگریزی زبان کے اطلاق کے مسائل اور مباحث کا جائزہ لینا

۳-ذریعہ تعلیم کی زبان کے بارے میں یونیسکو اور پاکستانی تعلیمی و لسانی پالیسی کا جائزہ لیتے ہوئے فرق تلاش کرنا

۴-سکتناب کنگس کے نظریہ لسانیت (Linguicism) کی روشنی میں پاکستانی نظام تعلیم و تدریس میں لسانی ترجیحات کا جائزہ لینا

۵-لسانی ترجیحات کے بارے میں قابل عمل تجاویز پیش کرنا

۴۔ تحقیقی سوالات

۱-پاکستان کے وفاق اور صوبوں کی تعلیمی پالیسی میں ذریعہ تعلیم کی لسانی ترجیحات کی نوعیت کیا ہے؟

۲-لسانیت (Linguicism) کے نظریے کے تناظر میں اردو کے مقابلے میں دیگر زبانوں کو حاصل ترجیحات کے اردو پر ممکنہ اثرات کیا ہیں؟

۳-اردو کے بطور ذریعہ تعلیم مستقبل کے بارے میں خدشات کس قدر مبنی بر حقیقت ہیں اور ان کے تدارک کے موثر اقدامات کیا ہو سکتے ہیں؟

۵۔ نظری دائرہ کار

زیرِ نظر تحقیقی کام پاکستانی نظام تعلیم و تدریس میں لسانی ترجیحات کے اردو پر اثرات سے متعلق ہے۔ اس تحقیق کے منصوبے کے تحت مطالعہ کے لیے فعلی مکتبہ فکر کو مد نظر رکھتے ہوئے Skutnabb kangas""سکتناب کنگس کا

نظریہ لسانیت (Linguicism) جس میں وہ استعماریت کے زیر اثر زبان کی نسل کشی کے اثرات پر بات کرتی ہیں۔ اس نظریہ کے مطالعہ کے لیے سکتناب کنگس کی کتاب " Multilingualism and the education of minority children" جو کہ 1988 میں شائع ہوئی اور " Indigenous Children's Education as Linguistic Genocide and a Crime Against Humanity" جو کہ 2010 میں شائع ہوئی اور " Linguistic Genocide In Education or Worldwide Diversity and Human Rights" جو کہ 2012 میں شائع ہوئی کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ زبان کے حقوق کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ انگریزی زبان کو ترجیح دیتے ہوئے اس کو ترقی اور طاقت کی علامت سمجھا جاتا ہے اور باقی زبانوں کو کمتر اور ان کے بولنے والوں کو بھی کمتر سمجھا جاتا ہے۔ لوگ اپنی ترقی کا انحصار انگریزی زبان کو استعمال کرنے میں سمجھتے ہیں۔

لسانیت کے ذریعے ایک مخصوص خطہ میں ایک زبان کو غالب کر کے باقی زبانوں کے کلچر، تہذیب و ثقافت تعلیمی رویوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس نظریہ میں ((Medium of instruction ذریعہ تعلیم پر زور دیا گیا ہے کہ ہر کسی کے لیے علیحدہ علیحدہ ذریعہ تعلیم طے نہیں کیا جا سکتا اس کے لیے ایک ایسی زبان ذریعہ تعلیم ہو جو ضروریات تعلیم پوری کرے۔ مثال کے طور پر پاکستان میں قومی زبان اردو کے علاوہ پنجابی، سرائیکی، پشتو، بلوچی، سندھی، کئی زبانیں ہیں ان میں سے اگر کوئی زبان ہمارا ذریعہ علم بنا دیا جائے جس میں وہ تمام خصوصیات موجود نہ ہوں۔ مثلاً کتب لغات، ادب، فلسفہ اور دیگر سائنسی علوم پر کچھ مواد موجود نہ ہو تو وہ کسی طور بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ اس لیے ذریعہ تعلیم وہ زبان ہونی چاہیے جس میں سب کو ہر لحاظ سے سہولت میسر ہو۔

اس نظریہ کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

- مقامی لوگ Indigenous People
- لسانی پالیسی Language Policy
- مادری زبان Mother Tongue
- اقلیتوں کی زبان Minority Language
- عالمی منشور Universal Declaration

اولین پہلو لسانی یکجائی (Assimilation) کا ہے معاشرے کے ہر رکن کو اپنی مادری زبان کے علاوہ اس خاص زبان میں تعلیم حاصل کرنا اور اسے استعمال کرنا چاہیے جو قومی و سرکاری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے طے کی گئی

ہے۔لسانی پالیسی ہوتی کیاہے اور کیوں ضروری ہے؟اس تصور کو سمجھنے کے لیے قومی زبان کیاہوتی ہے؟ یہ جاننا ضروری ہوتا ہے۔ تعلیمی پالیسی کے لیے سرکاری فیصلے،لسانی ترقی اور لسانی حقوق میں،لسانی حقوق کا تعین اولیت کا حامل ہے۔ لسانی سیاست کاسب سے بڑا مقصد زبان کو طاقت اور اختیار کا منبع بنانا ہے جو صرف ایک زبان کو مرکزی حیثیت دے کر بنائی جاسکتی ہے اور ایسی حیثیت فی الوقت انگریزی کو حاصل ہے۔ لسانیت کا نظریہ بھی لسانی تعصب کے حوالے سے انگریزی کے فروغ سے مقامی زبانوں کے معدوم ہونے کے خطرے کی نشاندہی کرتا ہے۔ پاکستانی نظام تعلیم وتدریس میں ہم دیکھیں گے کہ کس طرح مختلف لسانی ترجیحات کے اردو پر ممکنہ اثرات مرتب ہیں اور اردو کے مستقبل کے بارے میں خدشات کس قدر مبنی بر حقیقت ہیں۔انگریزی زبان کے نو آبادیاتی اور استعماری تناظر میں بطور ذریعہ تعلیم کیا مضمرات ہیں۔ان نکات کے پیش نظر متن کا مطالعہ کرتے ہوئے زیرِ نظر تحقیقی مقالہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔

٦۔ تحقیقی طریقہ کار

ذریعہ تعلیم سے مراد وہ طریقہ کار ہے جس کی مدد سے استاد طلباء کو سمجھاتا ہے اور جس کے ذریعہ طلباء استاد کی باتیں سمجھتے ہیں۔ ہر ایک زبان ذریعہ تعلیم نہیں ہو سکتی۔اس ضمن میں مطالعہ کیا گیاہے جس کے نتیجے میں معلوم ہوا کہ نظام تعلیم وتدریس میں ذریعہ تعلیم بنیادی اہمیت کا پہلو ہے مختلف ادوار کی تعلیمی پالیسیاں مطالعے میں پیش نظر رہی ہیں۔ ان میں ذریعہ تعلیم کے مسائل اور قومی زبان کے مقابلے میں دیگر زبانوں کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیح او خدشات کو لسانیت (Linguicism) کے تناظر میں دیکھا گیاہے۔اس کے لیے تاریخی ودستاویزی طریقہ تحقیق اختیار کیا گیاہے۔ اس ضمن میں نظری دائرہ کار کے حوالے سے بنیادی رہنمائی سکتناب کنگس کے آرٹیکل (Linguicism) سے لی گئی ہے۔ عطش درانی کی کتاب "اردو اور لسانی پالیسی " اور یوٹیوب لیکچرز سے حاصل کی گئی ہے اس سلسلے میں وفاقی اور صوبائی سطح پر مختلف تعلیمی ولسانی حکمت عملیوں کا مطالعہ تقابلی طریقہ تحقیق کے تحت کیا گیاہے۔ان مصادر و مآخذ کی روشنی میں پاکستانی نظام تعلیم وتدریس میں ذریعہ تعلیم اور لسانی ترجیحات کے تجزیہ کے بیانیہ طریقہ تحقیق کے تحت نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔اس کے لیے مختلف کتب خانوں،اخبارات،رسائل مقالات اور ویب سائٹس سے استفادہ کیا گیاہے۔

٧۔ تحدید

پاکستان کی وفاقی اور صوبائی سطح پر موجود تعلیمی ولسانی پالیسی کا جائزہ ذریعہ تعلیم کے حوالے سے لیا گیاہے اور ذریعہ تعلیم کا سکتناب کنگس کے نظریہ لسانیت کے تناظر میں مادری زبان کی محدودیت،اردو زبان کی معدومیت اور

انگریزی زبان بطور ذریعہ تعلیم کے مضمرات اور امکانات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ سکتناب کنگس کے نظریے کے مطابق قومی و مادری / علاقائی اور انگریزی زبان کی مرحلہ وار موزوں تقسیم کیا ہو سکتی ہے یعنی کس مرحلہ تعلیم و تدریس پر کون سی زبان کس تناسب سے ذریعہ تعلیم بنانے کے لیے کارآمد اور موزوں ہو سکتی ہے۔ نصاب کے دیگر پہلوؤں مثال کے طور پر نصاب میں شامل متون، سرگرمیاں، کتابیں اور دیگر لوازمات کا تجزیہ اور احاطہ زیرِ نظر تحقیق میں شامل نہیں ہے۔ درجے کے لحاظ سے یہ تحقیق ابتدائی سطح تا اعلیٰ ثانوی جماعتوں کی تدریس کے لیے موجودہ تعلیمی و لسانی پالیسوں کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی طرح جامعاتی سطح پر کون سی زبان بطور ذریعہ تعلیم اختیار کی جائے یہ بھی زیرِ نظر تحقیق کی سرحدوں سے باہر ہے۔

۸۔ پس منظری مطالعہ

زیرِ نظر موضوع پر کام کرنے کے لیے جن کتب کا مطالعہ کیا گیا ہے ان میں وفاقی اور صوبائی سطح پر قومی تعلیمی پالیسی شامل ہے اس کے علاوہ تعلیم و تدریس، ذریعہ تعلیم اور اردو پر اثرات سے متعلق مختلف حکمت عملیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس میں ذریعہ تعلیم کے حوالے سے صوبائی سطح پر ابہام ملتا ہے۔ تحقیقی و تنقیدی کتب جن میں سلیم منصور خالد کی کتاب "قومی تعلیمی پالیسی" محمد رشید کی کتاب "تعلیم کی بنیادیں" اس طرح "ڈاکٹر عطش درانی کی کتاب "اردو اور لسانی پالیسی" "لسانیت پسندی" (Linguicism) کا نظریہ سمجھنے کے لیے سکتناب کنگس کا مضمون (Linguicism) "لسانیت" سے استفادہ کیا گیا ہے۔

وفاقی اور صوبائی سطح پر علمی پالیسیاں جن میں "گلگت بلتستان 2015 سے 2030 کی تعلیمی پالیسی، آزاد کشمیر کی 2021 کی پالیسی، قومی تعلیمی پالیسی 2007 اور 2009 کی، بلوچستان کی تعلیمی پالیسی 2013 سے 2018 کی، سندھ کی تعلیمی پالیسی 2014 کی اور نیشنل کریکولم فریم ورک پاکستان" ان میں انگریزی، اردو اور مقامی زبانوں کے ذریعہ تعلیم ہونے کے بارے وضاحت کی گئی ہے۔ ڈاکٹر انجم رحمانی کی کتاب "پاکستان میں تعلیم ایک تحقیقی جائزہ" "ڈاکٹر عطش درانی کی کتاب "لسانی وادبی تحقیق" سے استفادہ کیا گیا ہے ڈاکٹر سلیمان اطہر کی کتاب "ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس" 2012 کو مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد سے شائع ہوئی اس میں اردو کی حیثیت کا تعین اور مسائل و مباحث پر بات کی ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی کتاب "قومی زبان" کے بارے میں اہم دستاویزات جو کہ 1985 کو مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد سے شائع ہوئی جس میں لسانی و تعلیمی صورتحال پر بحث کی گئی ہے لسانی سوال پر انجمنوں

کے جوابات لسانی مسئلے پر گواہوں کے بیانات اور جرح اردو ہندی تنازعہ بیسویں صدی میں جیسے موضوعات پر آگاہی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ مضامین جن میں ڈاکٹر خالد اقبال یاسر کا مضمون ”اردو زبان: مسائل اور امکانات ڈاکٹر محمد کامرا ن کا مضمون ”پاکستان میں اردو کا نفاذ۔ اہم حقائق ”ڈاکٹر مریم دین کا مضمون ادو بطور ذِریعہ تعلیم کے نفاذ کی عملی کوششیں کنور دلشاد کا مضمون ‘قومی زبان بولنے والوں کی تعداد میں کمی” جس میں وفاقی ادارہ شماریات کے مطابق قومی زبان اردو بولنے والوں کی تعداد میں گزشتہ 19 سال میں کمی واقع ہوئی ہے۔ 2017 میں ہونے والی مردم شماری جس میں ملکی آبادی کو مادری زبان بولنے والوں کی کسوٹی پر جانچا گیا ہے جیسے کچھ حقائق پیش کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں قومی تعلیمی پالیسی ذریعہ تعلیم اور لسانی ترجیحات کے اردو پر اثرات کے عوامل کے حوالے سے مختلف تحقیقی و تنقیدی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اسی طرح عطش درانی کی کتاب "اردو اور لسانی پالیسی" جو کہ 2011 میں شاخ زریں بنی گالا، اسلام آباد سے شائع ہوئی کا مطالعہ کیا گیا ہے جو کہ اردو کے عمومی مسائل امکانات، حل، قومی لسان پالیسی اور اردو کی مجوزہ لسانی پالیسی کا سماجی اور سیاسی پہلو سے جائزہ پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر شاہد صدیقی کی کتاب ” Education Policies in Pakistan” میں ہمیں تعلیمی پالیسیوں سے متعلق مباحث ملتے ہیں۔ یہ پاکستان کی تعلیمی پالیسی سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ اس سلسلے میں ہم قومی تعلیمی پالیسی ذریعہ تعلیم اور لسانی ترجیحات کے اردو پر اثرات کے عوامل کے حوالے سے مختلف تحقیقی و تنقیدی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۹۔ تحقیق کی اہمیت

زیرِ نظر موضوع لسانیت کا تناظر اور اردو بطور ذریعہ تعلیم پاکستانی نظام تعلیم و تدریس میں لسانی ترجیحات کے اردو زبان پر اثرات کی اہمیت کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ لسانیت کا تناظر اور بطور ذریعہ تعلیم میں تین اہم نکات ہیں جن کی اہمیت مسلم ہے اور یہ موضوع اپنے اندر وسعت اور گہرائی رکھتا ہے. اس میں سب سے پہلے سکتناب کنگس کے نظریے کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے جس سے معلوم ہو گا کہ کنگس نے جو نظریہ پیش کیا بنیادی طور پر وہ بین الاقوامی زبان کے حوالے سے اہمیت رکھتا ہے۔

بین الاقوامی زبان کئی ممالک کی قومی اور مادری زبانوں کے لیے خطرے کا باعث ہے اس لیے کہ انگریزی زبان کے استعمال اور ذرائع ابلاغ کے طور پر انگریزی زبان کو اپنانے کا رواج دنیا میں زیادہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے قومی اور

مادری زبانوں کو کئی خطرات لاحق ہیں۔ اس کے مطابق انگریزی زبان بین الاقوامی ادب کا حصہ ہے اس لیے مختلف ممالک میں رہنے والے انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ اپنی قومی اور مادری زبانوں پر بھی توجہ دیں چونکہ قومی اور مادری زبانوں سے ہی کوئی فرد اپنے ارد گرد کے ماحول اور اپنے ماضی کے علم سے آشنا ہو سکتا ہے۔

انگریزی زبان کو ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور باقی زبانوں کو کمتر اور ان زبانوں کے بولنے والے کو بھی اجنبی تصور کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر انگریزی کے علاوہ دنیا میں باقی زبانیں بھی اپنی اہمیت رکھتی ہیں جو اپنی ثقافت اور مقامیت کے لحاظ سے کئی حوالوں سے اہم سمجھی جاتی ہیں۔ پاکستان میں تعلیمی نظام جس طرح ارتقا پذیر ہوا اس سے بنیادی طور پر بین الاقوامی زبان اور نظام تعلیم میں بھی اسی زبان سے استفادہ حاصل کیا گیا۔ مقامی اور مادری زبانوں کا مقام جو برصغیر میں نو آبادیاتی نظام سے پہلے موجود تھا۔ اس کو نظر انداز کر دیا گیا اور انگریزی زبان و ادب کا اثر ہمارے یہاں اس قدر بڑھ گیا کہ ہمارا نظام تعلیم قومی زبان سے تبدیل ہو کر انگریزی زبان میں بدل گیا اور ہمارا تمام تر نصاب جو کہ سکولوں کالجوں اور یونیورسٹی کی سطح پر پڑھایا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر بین الاقوامی زبان سے تعلق سکتباب کنگس کے مطابق یہ درست نہیں ہے ہر ملک میں قومی اور مادری زبانیں ہی اس کی کلچر اور ثقافت کو نمایاں کرتی ہیں اگر یہ زبان ختم ہو گئی تو وہ کلچر ثقافت اور رہن سہن بھی تبدیل ہو جائے گا جو کہ ان خطوں میں کئی عرصے سے چلتا آرہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس موضوع کی اہمیت کنگس کے نظریے کے مطابق اور بھی بڑھ جاتی ہے جس کے تحت پاکستانی نظام تعلیم اور صوبائی سطح پر جس طرح کی لسانی پالیسیاں وضع کی جارہی ہیں۔ یہ متنوع قسم کے طبقاتی نظام اور نظام تعلیم رائج کرتی ہے جس میں دوہری لسانی پالیسی کا رائج ہونا کشمکش میں مبتلا کرتا ہے۔ صوبائی سطح پر جو مختلف طرح کی لسانی پالیسی وضع کی جاتی ہے۔ یہ بھی بنیادی طور پر کسی ایک نصاب کے تحت عمل میں نہیں آتی بلکہ ہر صوبہ اسے اپنے طریقے سے اپناتا ہے اور نصاب میں شامل کرتا ہے۔ کنگس کے نظریے کے مطابق دیکھا جائے تو پاکستان میں سکولوں کالجوں اور یونیورسٹی کی سطح پر ہماری قومی زبان اور مادری زبانوں کی اہمیت آہستہ آہستہ معدوم ہوتی جارہی ہے اور بین الاقوامی زبان ہی تعلیم کی زبان کے طور پر سامنے آرہی ہے۔ اسے ہی علم کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور مقامی اور قومی زبانوں سے گریز کیا جاتا ہے۔ اردو کو نظام تعلیم کا حصہ بنانا اور اردو کو ملک میں رائج کرنا ہماری قومی ذمہ داری ہے ہمیں اپنی قومی زبان پر توجہ صرف کرنی چاہیے اور اسے نظام تعلیم کا حصہ بنانا چاہیے تاکہ ہم اپنی قومی زبان کے ذریعے شعور حاصل کر سکیں اور علم کے نئے وسائل کی تلاش کریں تاکہ ہم اپنے ملک و قوم اور زبان و ادب کو ترقی دے سکیں۔ یہ عمل صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک کے تعلیمی نظام میں بین الاقوامی زبان نظام تعلیم کا اہم حصہ بن گئی ہے۔ دنیا میں بڑھتی

ہوئی بین الا قوامی زبان کی اہمیت کی وجہ سے کئی زبانیں معدوم ہوگئی ہیں قومی اور مقامی زبانوں پر اتنی زیادہ توجہ نہیں دی جاتی جس کی وجہ سے ان زبانوں کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے۔

زیرِ نظر موضوع کی اہمیت اس حوالے سے بڑھ جاتی ہے کہ یہ انگریزی کے برعکس دیگر زبانوں کی طرف ہماری توجہ مرکوز کرتا ہے۔ دنیا میں جو نظام تعلیم رائج ہو رہا ہے وہ بنیادی طور پر مادری اور قوموں قومی زبانوں سے ہی سامنے آتا ہے لیکن نو آبادیاتی نظام کے بڑھتے ہوئے اثرات اور نو آبادکاروں کی کالونیوں میں انگریزی زبان کا رواج بڑھ گیا بلکہ جہاں جہاں نو آبادکاروں نے اپنی کالونی بنائی۔ وہاں پر انگریزی زبان کے اثرات زیادہ پھیلنا شروع ہوئے چونکہ اس معاشرے کی ضرورت تھی کہ اب یہاں کی اپنی زبانوں کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان بھی سیکھی جائے۔

بنیادی طور پر یہ عمل مقتدر عوام میں زیادہ مقبول تھا اس لیے کہ وہ حکومت کے ساتھ مل کر مختلف معاملات کو انجام دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے انہیں انگریزی زبان کی ضرورت پڑتی تھی اگر انگریزی زبان نہ جانتے ہوتے تو انگریز سرکار تک رسائی ممکن نہیں تھی یہاں پر یہ بات بھی اہم ہے۔ بنیادی طور پر یہاں کے نظام کو جاننے اور سمجھنے کے لیے مقامی لوگوں میں انگریزی زبان کو عام کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ یہاں کے حالات اور یہاں کے نظام کو اپنی زبان میں سیکھ سکیں۔

زیرِ نظر موضوع کی اہمیت اس حوالے سے بڑھ جاتی ہے جب ہم کلونیلزم یعنی نوابادیات کو برصغیر میں نمایاں ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ برصغیر میں چونکہ برطانویوں نے ایک عرصے تک حکومت کی ہے۔ اس لیے یہاں پر انگریزی زبان سیکھنے اور انگریزی زبان کو سکھانے کے لیے اہم مراکز قائم کیے گئے تھے۔ ایسے سکولوں کو قائم کیا گیا تھا جہاں پر بین الاقوامی زبان سکھائی جاسکے اور ان لوگوں کو کمپنی کے کام کے لیے استعمال کیا جاسکے کیونکہ برطانیہ سے اتنے زیادہ لوگوں کو یہاں پر نہیں بلایا جاسکتا تھا۔ اس کے لیے حکومت کو زیادہ خرچ کرنا پڑتا اس لیے انہوں نے یہاں پر انگریزی نظام اور انگریزی تعلیم کے نظام کو رائج کیا تاکہ ان لوگوں کو کمپنی کا حصہ بنایا جاسکے جو انگریزی زبان جانتے ہیں کلونیل دور نو آبادکاروں کے حوالے سے کئی لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے۔ زیرِ نظر موضوع اس حوالے سے اس لیے اہمیت رکھتا ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام جو کہ اس وقت کالونیل دور سے گزر رہا تھا اور اس نے بہت سے اثرات کلونیل دور میں شامل ہو گئے کہ جن کو ابھی تک دور نہیں کیا گیا۔

ہمارا نظام تعلیم آج بھی انگریزی نظام کے علمی نظام کے گرد گھومتا ہے اور ہمارے معاشرے میں اج بھی ان کو زیادہ تعلیم یافتہ اور پڑھا لکھا تصور کیا جاتا ہے۔ انگریزی زبان بولنا اور لکھنا جانتے ہیں کیونکہ انگریزی زبان اور کلچر سے دور ہو کر زندگی نہیں گزار سکتا۔ یہاں کا نظام یہاں کی زبانیں یہاں کا رہن سہن انگریزی زبان سے بالکل مختلف ہے

لیکن پھر بھی انگریزی زبان کو سیکھنے اس کے رسم و رواج اس کے رہن سہن اور گول چال کو یہاں کے لوگ تفاخر کے ساتھ اپناتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انگریزی کے مقابلے میں دوسری پوری زبان اس قدر اہمیت نہیں رکھتی یہاں بعض اوقات یہ بھی سمجھا جاتا ہے۔

انگریزی زبان ہی علم کا وسیلہ ہے انگریزی زبان میں علم حاصل کیا جائے ۔زیرِ نظر موضوع اس اہمیت کی طرف بھی نشاندہی کرتا ہے کہ ہمیں بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ اپنی قومی اور مادری زبانوں کو اہمیت دینی چاہیے اسے اپنے نظام تعلیم کا حصہ بنانا چاہیے۔ یہاں پر مقابلے کے امتحانات اور دیگر امتحانات میں بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ قومی اور علاقائی زبانوں کو بھی اہمیت دینی چاہیے اگر کوئی طالب علم انگریزی کے علاوہ اردو یا مقامی زبانوں میں یہ امتحانات دینا ہے چاہے تو اس کو اجازت دی جائے کہ وہ انگریزی کے مقابلے میں مقامی اور قومی زبانوں میں بھی پیپر کو حل کر سکتا ہے۔ ان امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

بنیادی طور پر اس کی اہمیت اس لحاظ سے بڑھ جاتی ہے کہ حکومت کی طرف سے ایسے اقدامات کیے جائیں جو کہ متناسب رویے کے حامل ہوں۔ جہاں ہم بین الاقوامی زبان اور اس کے علم کو اہمیت دیتے ہیں۔ وہیں پر ہمیں اپنی قومی اور مادری زبانوں کو بھی اہمیت دینی چاہیے تا کہ یہ زبان معدوم ہونے سے بچ سکیں۔ ان میں نئے خیالات اور نئے لفظوں کا اضافہ ہو تا کہ ان زبانوں سے بھی متفید ہو آجا سکے۔ ہماری انے والے ادوار میں یہ زبانیں بھی علمی کردار ادا کر سکیں اور کسی بھی فرد کی ذہنی اور تعلیمی ترقی میں معاون ہو سکیں۔

زیرِ نظر موضوع کی اہمیت اس حوالے سے بھی مسلم ہے کہ پاکستان کا نظام تعلیم بنیادی طور پر کلونیلزم کے اثرات کے تحت آگے بڑھا ہے۔ اس لیے کہ پہلے پاکستان میں سکون اور کالج کی سطح پر قومی زبان میں تمام تر مضامین پڑھائے جاتے تھے ۔اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ سکول میں سائنس کے مضامین اور اختیاری نوعیت کے مضامین بھی اردو زبان میں پڑھائے جاتے تھے لیکن اہستہ اہستہ یہ نظام تعلیم تبدیل ہو تا گیا اور اب ہمارے بنیادی نظام سکول سے لے کر کالج اور جامعات کی سطح تک بین الاقوامی زبان میں ہی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس میں سے قومی زبان اور مقامی زبانیں تو بالکل معدوم کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ پاکستانی نظام تعلیم میں یہ بڑی تبدیلی واقع ہوئی ہے اور اس تبدیلی کے ساتھ ساتھ تعلیم کے حوالے سے بھی دو درجے بن چکے ہیں جس میں پہلا درجہ انگریزی زبان میں تعلیم کا ہے اور دوسرا درجہ قومی زبان میں تعلیم حاصل کرنے کا ہے۔ ہمارے یہاں انگریزی زبان کو اپنی مقامی زبان پر فوقیت دی جاتی ہے۔ بنیادی طور پر زیرِ نظر موضوع کی اہمیت کے حوالے سے بھی سامنے اتی ہے کہ یہ نو آبادیاتی دور کے اثرات کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ ہمیں اپنے نظام تعلیم میں کس طرح سے قومی اور

مقامی زبانوں کی اہمیت کو کبھی پس پشت نہیں ڈالنا چاہیے بلکہ اس موضوع کے تناظر میں پاکستان کے نظام میں تعلیم کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے عملی اقدامات حکومت کی طرف سے ہی کی جاسکتی ہیں حکومت کی طرف سے ایسے قوانین وضع کیے جاسکتے ہیں۔

بنیادی طور پر بین الاقوامی زبان کے مقابلے میں دیگر زبان جس میں قومی اور مقامی زبان شامل ہے ان کو اہمیت دی جائے پاکستان کے نظام تعلیم میں اپنی مقامی اور قومی زبان میں تمام تر مضامین پڑھائے جائیں تاکہ بچہ اچھے طریقے سے سمجھ سکے۔ اپنے علم کے مطابق علمی ورسے میں اضافہ کرسکے سرکاری سطح پر مادری اور قومی زبانوں کو اہمیت دینے کی ضرورت ہے اگر ان کو اہمیت نہیں دی جائے گی۔ نو آبادیاتی دور کے اثرات طویل عرصہ تک اس قوم میں موجود رہیں گے۔

ہمارے نظام تعلیم میں ان عناصر کو بڑی فوقیت حاصل ہے اور ہمارے تمام تر اعلٰی درجے کے امتحانات جن میں مقابلے کے امتحانات اور دیگر امتحانات شامل ہیں صرف انگریزی زبان پر ہی توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے ایسے عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ جس میں انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ مقامی اور قومی زبانوں کو بھی اہمیت دی جائے۔ اس سے ہمارے نظام تعلیم میں بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ قومی اور مقامی زبانوں کو بھی اہمیت دی جائے گی۔ طالب علم بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ اپنی مقامی اور قومی زبانوں میں بھی علم حاصل کرسکیں گے۔

یہ زبانیں جو کہ اب معدومیت کی طرف بڑھ رہی ہیں اپنے علمی اور ادبی ورثے کو آگے بڑھائیں گی اور اپنی ثقافتی اقدار کو معاشرے میں پھیلانے میں اپنا کردار ادا کریں گی۔ یہی وجہ ہے کہ سرکاری سطح پر ایسے انتظامات کرنے کی ضرورت ہے جو کہ پاکستان کے نظام تعلیم میں ایسی تبدیلیاں کرے جو قومی اور مقامی زبانوں کے ساتھ بھی مناسبت رکھتی ہوں تاکہ ہم بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ ان زبانوں کو سرکاری سطح پر نافذ کرسکیں۔ سرکاری سطح پر ہونے والے بڑے امتحانات کو اس میں شامل کرسکیں اور یہ خیال کریں کہ ہماری مقامی اور قومی زبانوں میں بھی علمی ورثہ موجود ہے جس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

مجودہ موضوع کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب پاکستانی زبانوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے مختلف صوبوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ یہ زبان بنیادی طور پر کسی بھی صوبے کی شناخت اور اس کے رہنے والوں کے مزاج کے حوالے سے اشنا کرتی ہیں۔ ہمارے یہاں صوبائی سطح پر مختلف نظام تعلیم رائج ہیں ہر صوبے میں تعلیم کے لیے اپنے علیحدہ مراکز بنائے ہیں اور وہاں پر تباہی سطح پر تعلیم کے نظام کو جاری رکھا جاتا ہے۔ موجود تعلیمی نظام کا جائزہ

لیا جائے اور زیرِ نظر موضوع کی اہمیت کے حوالے سے بیان کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہمارے سکول کی ابتدائی کلاسوں میں کے پی کے سندھ اور کچھ دوسرے اضلاع میں ہی مقامی زبان پڑھائی جاتی ہے۔

مقامی زبان بنیادی طور پر زبان کے طور پر پڑھائی جاتی ہے اور تمام مضامین اردو زبان میں موجود نہیں ہیں بلکہ انگریزی زبان میں موجود ہیں۔ اردو اور اسلامیات بنیادی طور پر اردو زبان میں پڑھائی جاتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ہمارے یہاں طالب علم بیک وقت تین طرح کی زبان کو گول اور سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ اس میں اول بین الاقوامی زبان دوم اس میں قومی زبان اور اس میں مقامی زبان شامل ہے لیکن ہمارا نظام تعلیم کیونکہ انگریزی زبان میں ہے اور پھر ہائی سکول کی کلاسوں میں تو صرف انگریزی زبان ہی تمام مضامین کی زبان ہوتی ہے۔ اس میں صرف اردو اور اسلامیات بنیادی طور پر اردو میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اسلامیات بھی بنیادی طور پر اردو میں پڑھائی جانی چاہیے لیکن بعض سکونوں میں یہ انگریزی میں پڑھانے کا رواج عام ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہمارا نظام تعلیم انگریزی زبان کے بغیر مکمل نہیں ہے۔

بنیادی طور پر ہمارے صوبائی سطح پر اس چیز کا خیال رکھا جانا چاہیے حکومت کی طرف سے ایسے اقدامات کیے جانے چاہیے جو قومی زبان کے حوالے سے تمام صوبوں میں یکساں طریقے سے پڑھائے جائیں۔ زبان کے لسانی عمل کو یکساں طریقے سے طالب علموں کو سکھایا جائے گا کہ قومی زبان کو درست لکھا اور بولا جاسکے۔ اس حوالے سے زیرِ نظر موضوع اس پر بھی روشنی ڈالتا ہے کے مقامی اور بین الاقوامی زبان بنیادی طور پر علم و اگاہی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ بین الاقوامی زبان کے علم اور جدید سائنسی اور کمپیوٹر کے علم کو اگر اپنی زبانوں میں ترجمہ کیا جائے گا تو اس سے ہماری زبانیں آگے بڑھیں گی۔ اس سے زبانوں کے اندر نئے خیالات کا اضافہ ہو گا اور زبانوں کا سٹرکچر وسیع ہو گا اس سے نئے علم کو بھی سمجھا جاسکتا ہے اور علم کی نئی راہیں بھی نکالی جاسکتی ہیں کیونکہ بین الاقوامی زبان آج کے دور میں ضروری ہے لیکن ہر فرد کے لیے سیکھنا ضروری نہیں ہے۔

بین الاقوامی معاملات میں جہاں اس زبان کو سیکھنے کی ضرورت ہے وہاں اسے استعمال کیا جاسکتا ہے دنیا میں اج بھی بہت سے ممالک ایسے ہیں جو اپنی مقامی اور قومی زبانوں پر زندہ ہیں اور وہ بین الاقوامی زبان کا سہارا نہیں لیتے بلکہ جدید علوم کو اپنی زبانوں میں ترجمہ کرتے ہیں۔ اپنی زبان میں جدید علم کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ قوم اج دنیا میں زیادہ نمایاں اور معاشرے میں نمایاں اضافہ کرنے والی ہے جو مختلف طرح سے ہمارے معاشرے کو اگے بڑھا رہی ہیں۔ مقامی اور قومی زبانوں کی اہمیت زیرِ نظر موضوع سے ہی سامنے آتی ہے۔

بنیادی طور پر زیرِ نظر موضوع کی اہمیت اسی حوالے سے مسلم ہے کہ وہ قانون کے اثرات کے ساتھ ساتھ ان نکات کی طرف نشاندہی کرتی ہے جو ہماری علمی وراثت اور ہمارے مشترکہ شعور کا حصہ ہیں سرکاری سطح پر پاکستان کے نظام تعلیم میں مادری اور قومی زبانوں کا اضافہ بنیادی طور پر سکتناب کنگس کے نظریے کو بھی سپورٹ کرتا ہے۔ اس حوالے سے سکتناب کنگس نے وضاحت کی ہے کہ کس طرح سے بڑی زبان جو کہ آج کے دور میں بین الاقوامی زبان کے طور پہ جانی جاتی ہے۔ اپنے اثر سے کس طرح دوسری زبانوں کو آہستہ آہستہ معدومیت کی طرف لے کر جارہی ہے ۔بنیادی طور پر بین الاقوامی زبان کے مخالف نہیں ہیں بلکہ وہ اس کے اثرات سے بڑھنے والے دوسری زبانوں کے اثر کو بھی زائل نہیں کرتی بلکہ اس کے حوالے سے بھی تفصیلی گفتگو کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ کس طرح سے ہمارے کلچر سماجی اقدار اور ہمارے رہن سہن زبانوں کی وجہ سے متاثر ہوتے ہیں اگر ایسا ہی ہو تو دنیا میں صرف ایک ہی زبان بولی جائے اس سے دنیا کی خوبصورتی اور خیالات کی خوبصورتی میں کمی واقع ہوگی کیونکہ ہر طرف ایک ہی جیسا ماحول سامنے آئے گا۔

زبان بنیادی طور پر ہمارے سماجی اقدار کلچر اور رہن سہن کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرتی ہیں اس نظریے کے مطابق یہ عمل زبانوں کا ہی نہیں معاشروں پر بھی ویسے ہی اثر انداز ہوتا ہے' جیسے کسی فرد پہ اثر انداز ہوتا ہے آج ہمارے یہاں انگریزی زبان کا اثر اس قدر بڑھ گیا ہے کہ مختلف خاندانوں میں بچوں کو انگریزی بولنا ہی سکھایا جاتا ہے۔ انہیں اپنی قومی زبان کے ساتھ ساتھ مادری زبان سے بھی علیحدہ کیا جاتا ہے اور ایک ایسی زبان سکھائی جاتی ہے جو کہ اس معاشرے میں فعال نہیں ہے۔

اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ علم چاہے بین الاقوامی زبان میں موجود ہو یا قومی یا مقامی زبانوں میں فرد کی زندگی کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ ہمیں اس طرف توجہ مرکوز کرنی چاہیے اور انگریزی کے اثرات جو کہ معاشرے پر پڑرہے ہیں۔ بنیادی طور پر آج بھی ہمارے معاشرے میں نوآبادیاتی اثرات کے تحت ہی انگریزی زبان کو قبول کیا جاتا ہے۔ یہ زبان حکومتی زبان سمجھی جاتی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ اس زبان کو سیکھ لینے سے ہم اپنے تعلیمی نظام کو اور اپنے ملک کے مختلف شعبہ جات کو بہتر کرلیں گے لیکن یہ بات صرف فائلوں تک محدود ہوتی ہے۔ اس لیے کہ دفاتر میں بھی عموماً لوگ اپنی قومی اور مادری زبان میں ہی بات کر رہے ہوتے ہیں۔ انگریزی زبان بنیادی طور پر اس طرح سے ہماری گفتگو کا حصہ نہیں بنتی لیکن ایک اعلیٰ طبقہ جو کہ اپنی مادری اور قومی زبان سے بالکل دور ہو چکا ہے۔

ایک خاص طبقہ انگریزی بول چال کو ہی بہتر سمجھتا ہے لیکن ایسے لوگوں کی تعداد ہمارے معاشرے میں بہت کم ہے اور یہ حکومتی سطح پر اور معاہدوں میں شامل ہوتی ہے اور ہمارے سماج کے ایک فیصد سے بھی کم لوگ یہ زبان

بولتے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم انگریزی زبان کے اثر کو زائل کرتے ہوئے اپنی مقامی اور قومی زبانوں کو بھی اہمیت دیں اس سے نظام کو بہتر کرنے اور تعلیم کو عام کرنے میں آسانی ہو گی۔ عوام اپنی زبان میں پڑھنے کو ترجیح دیں گے۔ اس سلسلے کو بہتر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے صوبائی سطح پر ہونے والے مختلف تعلیمی معاملات کو سرکاری سطح پر ایک ہی قانون کے تحت آگے بڑھائیں۔ جس سے ایک ہی طرح کا تعلیمی نظام مختلف صوبوں میں رائج ہو گا۔ ہماری قوم بہتری کی طرف راغب ہو گی۔

زیرِ نظر موضوع اس بات کی اہمیت کو بیان کرتا ہے کہ ہماری سماجی اور معاشرتی حوالے سے قومی زبان کا کردار کس قدر اہم ہے کیونکہ ہم بنیادی طور پر بین الاقوامی زبان اور بین الاقوامی کلچر کے زیر اثر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس لیے ہم اپنی روایات و اقدار اور زبان سے بھی دور ہو رہے ہیں۔ ہمیں اپنی قومی زبان کو اہمیت دینی چاہیے اور اسے علمی حوالوں سے کمتر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ہماری قومی زبان اردو میں بھی جدید ادب کو لایا گیا ہے۔ اردو لکھنے اور بولنے والے جدید موضوعات پر بات کرتے ہیں اور یہ اقوام متحدہ کی تیسری بڑی زبان کے طور پر سامنے آتی ہے۔

اس حوالے سے ہماری زبان کی اہمیت مسلم ہے کہ اس میں کئی صدیوں کا علم و ادب بھی موجود ہے جو کہ آج بھی کتابی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ ہمیں اپنے قدیم ورثے اور اپنے علمی ورثے کی حفاظت کرنی چاہیے اپنی زبان میں نئے خیالات اور نئے مضامین کا اضافہ کرنا چاہیے۔ یہی عمل ہماری زبان کو آگے بڑھائے گا اور سماجی اور معاشرتی مقام پر اس کی اہمیت کو واضح کرے گا۔ ہماری سماجی یا معاشرتی مجبوری نہیں ہے کہ ہم اردو کو سیکھیں اگر سرکاری سطح پر ایسے اقدامات کیے جائیں کہ ہمارے نظام تعلیم میں اردو اہم ذریعہ قرار پائے اور اس کی اہمیت بھی دوسری زبانوں کے مقابلے میں کسی قدر کم نہ ہو بڑے امتحانات اور مقابلے کے امتحانات میں بھی اس کو مد نظر رکھا جائے اور اردو زبان کو شامل کیا جائے اس سے معاشرتی اور سماجی سطح پر ہم اپنی قومی زبان کے ساتھ جڑ سکیں گے کیونکہ ہمارا تعلق اس زبان کے ساتھ صرف بول چال کی حد تک نہیں ہو گا۔ ہمارے علمی معاشرتی اور قانونی معاملات بھی اسی زبان میں ہوں گے تو ہم اس کو زیادہ اہمیت دیں گے زیرِ نظر موضوع بنیادی طور پر اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے کہ بین الاقوامی مقام زبان کے مقابلے میں دیگر زبانیں بھی اس قدر اہم ہیں جتنی بین الاقوامی زبان اہم سمجھی جاتی ہے۔

زیرِ نظر موضوع اس بات کو بھی بیان کرتا ہے کہ کس طرح سے ہمارے معاشرے میں انگریزی بولنے والے کو اردو بولنے والے کے مقابلے میں ترجیح دی جاتی ہے۔ انگریزی زبان کو علمی اقتدار کا سبب سمجھا جاتا ہے اور عوام اس بات کو اہم سمجھتے ہیں کہ انگریزی بولنے والا علمی استعداد زیادہ رکھتا ہے اور یہ اردو بولنے والے یا دیگر مقامی زبان بولنے والے سے معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ نو آبادیاتی دور میں انگریزی کے حوالے سے جو اثرات ہمارے

معاشرے پر پڑے تھے وہ اثرات آج تک موجود ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ انگریزی ہی علمی استعداد کا ذریعہ ہے۔ اگر ہم انگریزی زبان سے جڑیں گے تو ہم دنیا میں زیادہ نمایاں طریقے سے کام کر پائیں گے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کنگس نے اپنے اس نظریے کے مطابق اپنی مقامی اور قومی زبانوں کو اہمیت دی ہے۔ اس حوالے سے معروف ادیبوں کا حوالہ دیا جائے تو وہ تمام اپنی زبانوں میں ہی ادب تخلیق کرتے ہیں جو بعد میں انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر ادبیات عالم کا حصہ بنتا ہے۔

سکتناب کنگس کے نظریے کے مطابق ہمیں اپنی مادری اور قومی زبانوں کو اہمیت دینی چاہیے کیونکہ انہی زبانوں کی وجہ سے ہمارے معاشرے کا نظام اور ہماری تہذیب اور ثقافتی معاملات اسی زبان کی وجہ سے ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔ کنگس کے نظریے کو مد نظر رکھتے ہوئے بین الاقوامی زبان کا استعمال ضرور کریں لیکن اس میں اپنی مادری اور قومی زبانوں کو ایک جیسی ہنی چاہیے۔ پاکستان میں چونکہ قومی زبان صرف اردو ہے اردو کے علاوہ صوبائی سطح پر بولی جانے والی زبانوں کو بھی قومی زبانوں کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ ایک ملک کی ایک سے زیادہ قومی زبانیں ہو سکتی ہیں تو ہمارے یہاں صوبائی زبانوں کو بھی قومی زبانوں کا درجہ دیا جا سکتا ہے جس سے ان زبانوں کی طرف توجہ بڑھے گی اور ان زبانوں کے بولنے والے لوگ ادب اور علم کے ذریعے ان زبانوں کو مزید پروان چڑھائیں گے۔ اس میں ابلاغ کے نئے نئے وسائل پیدا کریں گے تراجم کے ذریعے ان زبانوں کے علم کو بڑھایا جا سکتا ہے جو کہ صرف سرکاری سطح پر ہی ممکن ہے۔

صوبائی زبانوں کو بھی قومی زبان قرار دے دینا زبانوں کے لیے ایک عمل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان قومی زبانوں کو اپنے نصاب کا حصہ بنایا جائے اور اس موضوع کی اہمیت اس حوالے سے بھی مطلوب ہے کہ مادری اور قومی زبان چونکہ کسی بھی ملک و قوم کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس لیے حکومتی سطح پر ایسے انتظامات کرنے چاہیے کہ ہماری یہ زبانیں بھی اہمیت اختیار کریں۔

سکتناب کنگس کے مطابق جب تک مقامی اور قومی زبان ترقی نہیں کرے گی۔ ان کے بولنے والے ان میں نئے علم کا اضافہ نہیں کریں گے تو یہ زبانیں بھی آہستہ آہستہ معدومیت کی طرف بڑھتی جائیں گی۔ ابھی بھی پاکستان میں بہت سے ایسے علاقے موجود ہیں جہاں پر بہت ہی کم سطح پر مقامی زبانیں بولی جاتی ہیں اور اب ان زبانوں کے بولنے والے لوگ بھی کم رہ گئے ہیں۔ پاکستان کی صوبائی بڑی زبانوں میں یہ مسائل ابھی تک پیش نہیں آئے لیکن ان زبانوں کے ساتھ ساتھ اور چھوٹی زبان آہستہ آہستہ معدوم ہو رہی ہیں۔

گلگت بلتستان اور چترال جیسے علاقوں میں بہت سی مقامی زبانیں دم توڑ چکی ہیں۔ اس حوالے سے اکادمی ادبیات پاکستان میں معدوم ہوتی زبانوں کے حوالے سے کچھ تحقیقی کام ہوا ہے جو پاکستان میں چھوٹے پیمانے پر بولے جانے والی زبانوں کے بارے میں آگاہی دیتا ہے۔

نظریے کے مطابق بین الاقوامی زبان ممالک کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہے اور اس علم کا ذریعہ ہے جو بین الاقوامی سطح پر پڑھا جاتا ہے۔اس کے علاوہ مختلف ممالک کے اندر اپنی زبانیں بولی جانی چاہیے اس لیے کہ اپنے تعلیمی نظام کو بہتر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے وہ راستہ اپنائے جائیں جن سے گزر کر لوگ تعلیم تک پہنچ سکے۔ شرح خواندگی میں اضافہ ہو ہمارے یہاں بعض بچے صرف اس لیے بھی تعلیم حاصل نہیں کرسکتے کہ وہ انگریزی زبان نہیں سیکھ پاتے نفسیاتی طور پر انسان کے اندر کافی زبانیں سیکھنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔اجنبی زبان کو سمجھنا اور اسے پورے سیاق و سباق کے ساتھ بولنا آسان نہیں ہوتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی مادری اور قومی زبانوں کو اہمیت علمی ورثے میں اضافے کا سبب بنے گی۔ اپنی زبان ہی سب سے اہم ابلاغ کا ذریعہ ہے۔ اسی سے ہی بہتر طریقے سے چیزوں کو سمجھا جاسکتا ہے اور جدید علم کو اپنی زبان میں سمجھ کر اس سے وہ نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

سرکاری طور پر اردو کے نفاذ کے حوالے سے بھی ممکنہ اقدامات جو کہ علمی حوالے سے ممکن ہیں رائے کے طور پر پیش کیے گئے ہیں کیونکہ یہ موضوع نظریہ تعلیم کو کنگس کے نظریے کے مطابق دیکھتا ہے تو اس حوالے سے قومی زبان اور مقامی زبانوں کی جو اہمیت سامنے آتی ہے۔اس میں سب سے اہم قومی زبان کو اپنے تمام تر اداروں اور ملکی معاملات میں نافذ کرنا ہے۔اگر ایسا نہیں ہوگا تو ہماری زبان جو کہ قومی زبان ہے۔ صرف رابطے کے طور پر ہی استعمال ہوتی رہے گی۔اس میں علمی معاملات اور دیگر نوعیت کے معاملات شامل نہیں ہوں گے۔

نظام تعلیم انگریزی میں ہے تو ہم تمام تر معاملات انگریزی زبان میں انجام دیتے ہیں اور ان میں بہت زیادہ زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ درست انگریزی لکھی اور بولی جائے حالانکہ کنگس کے نظریے کے مطابق بین الاقوامی زبان کی حیثیت دوسرے ممالک کے ساتھ رابطے اور تعلقات کی صورت میں سامنے آتی ہے۔اس کے علاوہ کنگس اپنی قومی زبانوں اور مقامی زبانوں کو اہمیت دیتی ہیں۔اس لیے کہ مقامی اور قومی زبانیں ہی علمی استعداد کو بڑھانے کا سبب بنتی ہیں اور اسی میں بحث و مباحثے ہوتے ہیں۔

ہمارے بہت سے محکمے ایسے ہیں جہاں پہ صرف اردو زبان ہی بولی جاتی ہے لیکن تمام تر قانونی کاروائیاں اور دفاتر کی فائلیں انگریزی زبان میں ہوتی ہیں جو کہ صرف کاروائی کے طور پر ہی کام آتی ہیں۔ ان میں ضروری ہے کہ اپنی قومی زبان اور مادری زبانوں کو اہمیت دی جائے اور ان زبانوں کو زیادہ سے زیادہ ملکی اور قومی معاملات میں استعمال کیا جائے۔ تعلیمی نظام میں ان زبانوں کو شامل کیا جائے اور ملک کے مقابلے کے امتحانات اور دیگر بڑے امتحانات میں قومی اور مقامی زبانوں کو اضافی نمبروں کے ساتھ رکھا جائے جس سے طالب علم کے پاس انگریزی، قومی اور مقامی تینوں زبانوں میں امتحان دینے کی سہولت موجود ہو زیرِ نظر موضوع اس عمل پر روشنی ڈالتا ہے اور نفاذ اردو پر زور دیتا ہے۔جب تک

ہماری قومی زبان کو نافذ نہیں کیا جائے گا اور اس زبان کو اہمیت نہیں دی جائے گی تو اس میں ترقی ہونا ناممکن ہے۔ اس حوالے سے ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اس حوالے سے مکمل قانون سازی کرے اور نفاذ اردو کو یقینی بنائے۔

مقتدرہ قومی زبان نے نفاذ زبان اردو کے حوالے سے کتابچہ شائع کیا ہے جس میں تفصیل کے ساتھ اس موضوع کو بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح سے اردو کو ملک کی سرکاری زبان کے طور پر نافذ کیا جا سکتا ہے اور اس کو عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے سنجیدہ اقدامات حکومت کی جانب سے عمل میں آنے سے زبان کی ترقی ممکن ہے جب یہ زبان ہماری علمی معاشرتی اور سماجی ضرورت بن جائے گی۔ ہم قومی زبان کو زیادہ اہمیت دیں گے اس حوالے سے ضروری ہے کہ حکومت قانون سازی کرے اور اردو کے نفاذ کو یقینی بنائے یہ عمل آئندہ آنے والی نسل کے لیے بھی خوش آئین ہو گا کہ وہ اپنی قومی زبان کو بڑھتے اور پھلتے پھولتے دیکھیں گے اور اپنے علمی وسائل کے لیے قومی زبان کو استعمال کریں گے۔ یہ عمل بنیادی طور پہ ملک و قوم کو ترقی دینے کا عمل ہے۔

ب: ذریعہ تعلیم اور لسانی ترجیح

ذریعہ تعلیم کے طور پر لسانی ترجیحات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ پاکستان میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں ۔ یہاں قومی زبان کے علاوہ علاقائی اور صوبائی زبانیں بھی موجود ہیں۔ پاکستان کا نظام تعلیم پہلے قومی زبان میں اور مقامی زبان میں پڑھایا جاتا تھا لیکن حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ اردو کی جگہ انگریزی نظام تعلیم نے لے لی ہے۔ جس کی کئی وجوہات ہیں۔ کنگس کے نظریے کے مطابق جب بھی نو آباد کار کسی بھی نئے علاقے میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرتے ہیں تو وہاں استعماریت کے زیر اصل اپنی زبان کو پھیلاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان سے آشنائی ان کو مقامی لوگوں جہاں کے کلچر اور رسم و رواج سے آگاہ کرتی ہے۔

بنیادی طور پر سکتناب کنگس نو آبادیاتی دور کی بات کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ انگریزی زبان نے ان قومی اور مقامی زبانوں کو معدومیت کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ کیونکہ نو آبادیاتی دور کے اثرات میں انگریزی زبان کو طاقت کی علامت سمجھا جاتا تھا اور یہ طاقت کی علامت بنیادی طور پر اقتدار کو ظاہر کرتی ہے۔ اس لیے ہمارے معاشرے میں انگریزی زبان بولنے والے کو ذہین بلکہ ایک ایسا فرد خیال کیا جاتا ہے جو کہ علمی برتری بھی رکھتا ہے۔ لوگ اپنی ترقی کا انحصار انگریزی زبان کو استعمال کرنے میں سمجھتے ہیں۔

بنیادی طور پر یہی نو آبادیاتی دور کے اثرات میں جہاں مقامی زبان متاثر ہوتی ہے وہیں پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس زبان کو سیکھنے میں ہی فائدہ ہے۔ اس سے نو آبادکاروں کی زبان دیکھتے ہی دیکھتے اس کالونی میں پھیل جاتی ہے۔ وہاں کے لوگ اس زبان کو سیکھنا اور اس میں بات چیت کرنا فخر سمجھتے ہیں کیونکہ یہی زبان کو نو آبادکاروں کی قریب لاتی ہے۔ بنیادی طور پر پاکستان میں کئی طرح کی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ قومی زبان کے علاوہ پنجابی، سرائیکی، پشتو، بلوچی، سندھی بھی ہمارے یہاں بڑی زبانوں کے طور پر سامنے آتی ہیں لیکن کبھی بھی ان زبانوں کو ذریعہ تعلیم کے طور پر نہیں دیکھا ہے بلکہ اپنی زبان بولنے میں احساس کمتری محسوس کی ہے۔

کنگس کے نظریے کے مطابق کسی بھی قوم کا ذریعہ تعلیم ایسی زبان ہونی چاہیے جسے وہ آسانی سے سمجھ سکے اور بات چیت کر سکے تاکہ وہ اپنے کلچر، ثقافت اور تہذیب سے آشنا ہو سکیں کیونکہ زبانیں مختلف کلچر، تہذیب اور ثقافت کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ یہاں پر برطانویوں نے آنے کے بعد نئ تعلیمی پالیسیاں وضع کیں اور اس کے تحت یہاں پر تعلیم دی گئی۔ اس سے متعلق جیلانی کامران لکھتے ہیں۔

> "کلکتہ میں کمپنی کی نئ ذمہ داریوں کی روشنی میں کمپنی کی تعلیمی پالیسی پر نظر ثانی کے امکانات کو ظاہر کیا کمپنی کے مقبوضات میں بڑی وسعت کے ساتھ اضافہ ہو چکا تھا اور کمپنی کے نظم و نسق کی ذمہ داری بھی کئی گنا بڑھ چکی تھی فارسی زبان کے دفتری کردار کے ساتھ صرف نظم و نسق کا ایک محدود سلسلہ وابستہ تھا کمپنی کے ارباب اختیار کی سطح پر فارسی زبان کمپنی کے اندرونی طریقہ کار کے لیے فائدہ مند ثابت ہونے سے قاصر تھی کمپنی کی نئ ذمہ داریوں کا تقاضا صرف انگریزی زبان ہی پورا کر سکتی تھی۔"(۱)

نو آبادکاروں کے آنے کے بعد انہوں نے اپنی کمپنی کے حوالے سے اہم اقدامات کیے۔ برطانویوں نے خاص طور پر انگریزی زبان کو یہاں پر وسیع پیمانے پر پھیلانے کی کوشش کی اس لیے کہ انہیں کمپنی کے انتظامی معاملات چلانے کے لیے متعدد لوگوں کی ضرورت پڑتی تھی جو کہ ہر مرتبہ برطانیہ سے یہاں پر نہیں لائے جاسکتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے یہ انتظامات کیے کہ یہاں پر انگریزی زبان کو پھیلانے کا سلسلہ شروع کیا۔ یہاں کی تعلیمی پالیسیوں کو تبدیل کر کے انگریزی زبان کو بھی اس میں شامل کیا گیا اور انگریزی زبان کو سکھانے کے لیے انگریزی سکولوں کو رائج کیا گیا تاکہ یہاں کے رہنے والے انگریزی زبان سیکھ سکیں اور کمپنی کی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ زبان کو اس طرح سے پھیلانے کا عمل بنیادی طور پر استعماریت کے زیر اثر ہی ممکن ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نو آبادیاتی دور میں یہی معاملات

تقویت پکڑتے ہیں بنیادی طور پر اس خطے کی زبان جو کہ فارسی تھی اور اس کے نظم و نسق کو بہتر طریقے سے چلا رہی تھی۔ اس کو تبدیل کر کے سرکاری زبان کے طور پر انگریزی زبان کو رائج کیا گیا جو کہ آج تک پاکستان میں دفتری زبان کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ نو آبادیاتی دور کے خاتمے کے ساتھ یہاں کے لوگوں نے انگریزی زبان کو تبدیل نہیں کیا بلکہ اپنی دفتری زبان انگریزی زبان کو ہی رہنے دیا۔ یہاں کے لوگوں کی نفسیات خاص طور پر نو آبادیاتی دور میں انگریزی کے حوالے سے جو پروان چڑھی تھی وہ لائحہ عمل باقی رہا اور انگریزی زبان پھلتی پھولتی رہی یہاں پر صاحب اقتدار لوگوں کی زبان انگریزی سمجھی جاتی تھی اور بعد میں بھی اسے قائم رکھا گیا۔

ڈاکٹر سلیمان اطہر اس بارے لکھتے ہیں:

"برصغیر میں انگریزی کے عمل داری کے بعد دفتری امور سرکاری اور عوامی
حلقوں میں فارسی زبان کو آہستہ آہستہ زوال آتا گیا اور اس کی جگہ انگریزی
زبان دفتری اور سرکاری زبان کے طور پر رائج اور مقبول ہوتی گئی۔ اور ہندوستانیوں
کو انگریز دور میں ملازمتوں کے حصول اعلیٰ انتظامی عہدوں پر فائز ہونے اور ملکی
سیاسی نظام میں شرکت کے لیے فارسی کی جگہ انگریزی زبان سیکھنا پڑی
مغلوں کے زوال کے بعد انگریزی کے اقتدار میں فارسی کی اعلیٰ سماجی معاشرتی
سیاسی اور سرکاری حیثیت انگریزی نے لے لی تھی۔"(۲)

برصغیر پاک و ہند کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ یہاں ایک لمبے عرصے تک مغلیہ دور کا اقتدار رہا اور اسی مغلیہ دور کے اقتدار میں ہی برطانوی یہاں تجارت کے لیے آئے تھے جنہوں نے اپنا اثر و رسوخ قائم کیا اور ملک پر حکمرانی کرنے لگے۔ یہاں کی زبان چونکہ فارسی تھی اس لیے فارسی زبان میں ہی تمام معاملات طے پاتے تھے دفتری زبان فارسی تھی اس کے علاوہ لین دین اور دوسرے معاملات کے لیے بھی فارسی زبان کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ فارسی زبان مغلوں کے ساتھ برصغیر میں وارد ہوئی تھی یہاں کے رہنے والے لوگ اپنی اپنی علاقائی اور مادری زبان بولتے تھے اور فارسی کو باقاعدہ تعلیم کے طور پر پڑھا جاتا تھا۔ یہاں کا تمام نصاب فارسی زبان میں تھا اور گھروں میں عموماً مقامی زبان بولی جاتی تھی۔ برطانویوں کے آنے کے بعد انہیں کمپنی کے انتظامات سنبھالنے کے لیے فارسی زبان کے استعمال کو ترک کرنا پڑا اس لیے کہ وہ زبان کو جانتے نہیں تھے۔ انہوں نے فارسی زبان کی بجائے انگریزی زبان کو دفتری زبان بنا دیا۔

اب ضروری تھا کہ یہاں سرکاری عہدوں پر نوکری حاصل کرنے کے لیے انگریزی زبان کو سیکھا جائے اور اس میں مہارت حاصل کی جائے تاکہ انگریز سرکار تک رسائی ہو اور صاحب اقتدار لوگوں کے ساتھ مل جل کر اس ملک کا نظام چلایا جائے۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد فارسی زبان کی بجائے انگریزی زبان نے عروج پکڑا لیکن برطانویوں کے جانے کے بعد ایسا نہیں ہوا کہ انگریزی زبان ختم ہو گئی ہو بلکہ انگریزی زبان یہاں کے سرکاری نظام کا جزو لاینفک ہے۔ اس حوالے سے کئی طرح کی سفارشات پیش کی گئی ہیں جو اردو کے نفاذ کے حوالے سے ہیں۔

اردو ہماری قومی زبان ہے تو ہمیں اسے قومی زبان کا درجہ دیتے ہوئے سرکاری سطح پر نافذ کرنا چاہیے اور اپنے دفتری نظام کو اردو زبان میں منتقل کرنا چاہیے۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو انگریزی کا اثر و رسوخ برابر اپنی جگہ قائم رہے گا کیونکہ اس عمل سے آپ کو اپنی تعلیمی نظام میں انگریزی کو بنیادی حیثیت دینی پڑے گی۔ جب طالب علم تعلیم حاصل کر کے عملی طور پر کام کریں گے تو انہیں انگریزی زبان میں ہی سب کچھ دستیاب ہو گا اور سرکاری سطح پر بھی تمام ریکارڈ کو ترتیب دینے کے لیے انگریزی زبان کی ہی ضرورت پڑے گی۔ اس لیے آپ اس کو اپنے تعلیمی نظام سے خارج نہیں کر سکتے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں سرکاری طور پر اردو زبان کے نفاذ کے لیے کوششیں کرنی چاہیں۔ اس سے متعلق ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں "پاکستان کے مختلف لسانی خطوں کے باشندوں کی مادری زبان علاقائی ثقافت اور دیگر پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر ہر لسانی خطے کے لیے اردو کا ایک الگ اور منفرد نصاب مرتب کیا جائے۔ شہری اور دیہاتی طالبہ کی لسانی ضروریات اور ان کی مادری زبان کا خیال رکھتے ہوئے الگ الگ درسی کتب مرتب کی جائیں تاکہ اردو زبان و قواعد اور اردو ذخیرہ الفاظ سیکھتے ہوئے کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے درسی کتاب اور بچوں کی مادری زبان کی مناسبت سے اردو کی مختلف مہارتوں کی تدریس کا طریقہ اپنایا جائے کیونکہ پاکستان میں الگ الگ مادری زبانیں بولنے والے اردو زبان کی تدریس کے دوران ایک جیسی تفہیم کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ کچھ کے لیے اردو زبان کی بنیادی مہارتوں پر عبور حاصل کرنا بہت آسان ہے جبکہ بعض کے لیے بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔"[۳] پاکستانی نظام تعلیم میں اپنی لسانی ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ قومی زبان کو فروغ دیں اور اردو کو ذریعہ تعلیم کے حوالے سے اپنے ملک کے سرکاری سکولوں اور سرکاری اداروں میں اردو کو نافذ کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسا نصاب ترتیب دیا جائے کہ بچے یکساں طور پر اردو سیکھ سکیں۔ اس حوالے سے نصاب میں کئی طرح کی منصوبہ بندی کی جا سکتی ہے جس سے شہر میں رہنے والے اور دیہات میں رہنے والے اپنی اپنی مہارتوں کے مطابق اس زبان کو یکساں طریقے سے سیکھ سکیں گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے تدریسی عمل میں اردو پر توجہ مرکوز کریں اور اسے ایسے ہی پڑھائیں جیسے ہم بین الاقوامی زبان کو پڑھانے میں توجہ دیتے ہیں۔ اس سے طالب علم بہتر طریقے سے اردو سیکھ سکیں گے اور اپنی قومی زبان کی طرف راغب

ہوں گے۔ اردو زبان ہماری قومی زبان ہے۔ ضروری ہے کہ اسے سرکاری سطح پر نافذ کیا جائے تاکہ ہمارا تعلیمی نظام انگریزی کے بجائے اردو میں منتقل ہو جائے گا اور انگریزی کو ہم صرف زبان کے طور پر پڑھ اور سیکھ سکیں گے۔ اس کے علاوہ ہمارا تمام علمی ورثہ اردو میں ہونا چاہیے اور اردو میں جدید تراجم کے لیے ایسے ادارے قائم کرنا چاہیے جو کہ جدید علم کو ہماری قومی زبان میں منتقل کریں۔

کنگس نے ذریعہ تعلیم اور لسانی ترجیحات کو اس تناظر میں دیکھا ہے کہ کسی بھی علاقے میں رہنے والے لوگ اپنی مقامی یا صوبائی زبانوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی زبان انہیں اپنے قدیم ورثے سے جڑنے کا موقع دیتی ہے اور علم فراہم کرتی ہے۔ اسی زبان کے ذریعے ہی کوئی فرد اپنے کلچر ثقافت اور تہذیب سے آشنا ہوتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ زبان ایک ایسی چابی ہے جس سے تہذیب کلچر اور ثقافت کے تالے کھولے جاسکتے ہیں۔

مقامی لوگ اپنی زبان میں تعلیم حاصل نہیں کریں گے تو وقت کے ساتھ ساتھ وہ اپنی زبان کلچر اور رسم ورواج سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ جس کی وجہ سے ان کی زبان کلچر اور ثقافت بھی معدوم ہو جائے گی۔ یہ عمل نو آبادیات کے آنے کے بعد شروع ہوا۔ لوگ اپنی زبان میں ہی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ نو آباد کاری کے بعد اس بات پر زور دیا گیا کہ نو آبادیات کو درست طریقے سے چلانے کے لیے ضروری ہے کہ نو آباد کار اپنی زبان کو بھی زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔ اس کے لیے استعماریت کے کا سہارا لیا گیا اور مقامی زبانوں پر توجہ نہ دیتے ہوئے اپنی زبان کو فروغ دیا۔ جس کی وجہ سے ان کی اپنی قومی اور صوبائی زبانیں آہستہ آہستہ معدوم ہوتی چلی گئیں اور اب اس دہانے پر پہنچ گئی ہیں کہ ان کو بولنے والے لوگ کم رہ گئے ہیں۔ آج کل زیادہ تر انگریزی زبان ہی بولی جاتی ہے اور تمام علاقوں میں یکساں طور پر انگریزی بول چال کا رواج بڑھ گیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہو گا کہ مقامی زبانوں کا وقت کے ساتھ ساتھ خاتمہ ہو جائے گا اور یہ زبانیں آہستہ آہستہ معدومیت کی طرف بڑھیں گی ان کے بولنے والے کم رہ جائیں گے۔

اس بارے ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں۔

> "اردو کو سرکاری طور پر قومی زبان قرار دے ڈالنے کے باوجود سماجی سطح پر اس کے نفاذ میں گوناگوں مشکلات حائل تھیں۔ چنانچہ نفاذ اردو کے لیے ایک مصر تدبیر کاری کی ضرورت تھی سرکاری حلقے اس زبان سے مجرمانہ غفلت برت رہے تھے سیاسی حلقے مقامی زبانوں کو ہوا دینے کی کوشش کر رہے تھے اس صورتحال میں اس نفاذ اردو کے ساتھ بقائے اردو کا سوال بھی پیدا ہو چکا تھا اور اس سلسلے میں جو لفظی جنگ لڑی گئی اس کے بیشتر دفاعی مورچے

پنجاب میں قائم ہوئے اس ضمن میں ڈاکٹر وحید قریشی کی عطا یہ ہے کہ انہوں
نے مذہبی زبان علمی اور ادبی زبان ملک کی کاروباری تعلیمی اور معاشرتی زبان اور
علاقائی زبانوں کے درمیان مخصوص درجہ بندی کو عالم اسلام کے تاریخی پس منظر
میں دیکھا۔"(۴)

بنیادی طور پر نفاذ اردو میں غفلت برتی گئی ہے۔ یہاں پر سرکاری سطح پر اردو کو قومی زبان تو قرار دے دیا گیا ہے لیکن اردو کے نفاذ کے لیے ایسی کوششیں نہیں کی گئیں جو انہیں قومی زبان کا مرتبہ دیتی ہوں۔ پاکستان چونکہ کثیر اللسانی ملک ہے اور یہاں پر رہنے والا دن میں عام طور پر دو سے تین زبانیں بولتا ہے۔ اس لیے یہاں کی صوبائی زبانیں بھی کافی اہمیت رکھتی ہیں اور ان کے بولنے والے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اردو کے حوالے سے جب بھی یہ بات کی جاتی ہے تو صوبائی سطح پر بھی مختلف باتیں سامنے آتی ہیں جس میں صوبائی زبانوں کو صوبے میں نافذ کرنا ہے۔ بنیادی طور پر ہم نے اپنے پرائمری کی سطح پر مقامی زبان کو کئی صوبوں میں رائج کیا ہے۔ اس حوالے سے نصاب بھی کسی حد تک موجود ہے لیکن اس مضمون کی حیثیت دوسرے مضامین سے کم سمجھی جاتی ہے اور اس پر توجہ بھی کم دی جاتی ہے۔

مقامی اور مادری زبانیں ہمارے تعلیمی نظام کا حصہ نہیں بن سکی جس طرح سے انہیں بننا چاہیے تھا۔ بنیادی طور پر ڈاکٹر وحید قریشی نے زبانوں کے حوالے سے جن قوانین کا ذکر کیا ہے وہ اس حوالے سے اہم ہیں کہ معاشرے میں ہر سطح پر زبان کے استعمال کا اپنا طریقہ کار ہے جس کے تحت اس کو بولا جاتا ہے۔ ہم اپنے سکولوں میں بھی تین طرح کی زبان عموماً پڑھاتے ہیں جو کہ انگریزی، اردو، عربی اور ایک مقامی زبان بھی شامل ہوتی ہے۔ اس سے بچے کی سمجھنے اور سیکھنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ بیک وقت بچے کے دماغ میں کئی طرح کے عوامل کارفرما ہوتے ہیں جو اسے الجھائے رکھتے ہیں۔

لہذا ہمیں اپنے تعلیمی نظام کو بہتر کرنے کے لیے سکتناب کنگس کے اصول کے مطابق اپنی قومی اور مقامی زبانوں کو اہمیت دینا ہوگی۔ اگر ہم ان زبانوں کو اہمیت نہیں دیں گے تو نوآبادیاتی دور کے اثرات کے تحت انگریزی زبان یہاں کی تمام زبانوں کے لیے معدومیت اور خطرے کا باعث ثابت ہوگی۔

قومی اور مقامی زبانوں کو زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں اپنے تعلیمی نظام میں نافذ کیا جائے اور قومی زبان کو سرکاری سطح پر ملک کی سرکاری زبان اردو کو قرار دیا جائے۔ اس کو تمام محکموں میں نافذ کرنا چاہیے۔ تمام صوبوں میں اردو زبان کی عملداری ہونا چاہیے تاکہ ہم قومی اور معاشرتی سطح پر اردو زبان کے ساتھ جڑت محسوس کریں اور اسے اپنی قومی زبان قرار دینے کے ساتھ ساتھ تعلیمی زبان بھی قرار دیں۔ حکومت کو چاہیے کہ ملک کے سرکاری سطح کے

مقابلے کے امتحانات اور دیگر امتحانات میں اردو کو نمایاں نمبر دینا چاہیے اور یہ طالب علم کی مرضی پر منحصر ہو کہ وہ اردو یا انگریزی یا کسی بھی مقامی زبان کا انتخاب کر کے اس میں امتحان دے سکے۔ اس صورت میں ہم اپنی مقامی اور قومی زبانوں کے ساتھ جڑ سکتے ہیں اور انہیں علمی ورثے کے طور پر سامنے رکھ سکتے ہیں جس سے ہم اپنی قدیم روایات اور قدیم علمی ورثے سے آگاہ ہوں گے اور ہمیں اپنے ملک و قوم کے لیے وہ ستون میسر ہوں گے جن پر نئے علم کی عمارت تعمیر کی جا سکے۔

یہی وجہ ہے کہ سکتناب کنگس ان کی اہمیت پر زور دیتی ہیں اور بیان کرتی ہیں کہ ان کی معدومیت ملک و قوم اور علاقے کے لیے خطرے کا باعث ہو گا۔ اس کے اثرات آہستہ آہستہ سوسائٹی میں ظاہر ہونا شروع ہوتے ہیں جو بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان کی روک تھام نا ممکن ہوتی ہے۔ یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنی قومی اور مادری زبانوں کو معدومیت سے بچانے کے لیے ممکنہ روک تھام کرے اور ان کی اہمیت کو سمجھے۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل اس بارے لکھتے ہیں۔

"جب کبھی علاقائی زبانوں اور قومی زبان کے رشتے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اہل خرد عموماً قومی زبان کا تاریخی کردار فراموش کر دیتے ہیں اور مادری زبان کے تصور کو اپنے مباحث میں شامل کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مادری زبان کا تصور ایک محدود تصور ہے اور مادری زبان سے قومی زبان بہت کم نمایاں ہوتی ہے اور یہ شاید اس لیے ہوا ہے کہ مادری زبان بنیادی طور پر محسوسات اور سیدھے سادھے معلوم افکار و اشیاء کو بیان کرنے پر قادر ہوتی ہے مادری زبان سے اشیاء کی شناخت ممکن ہے اشیاء کی معرفت اور دریافت ممکن نہیں ہوتی اس لیے جب علاقائی زبانوں کا ذکر ہوتا ہے تو مادری زبان کا ذکر ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایسے علم تک رسائی ہوتی ہے جو لوگ کلچر سے تعلق رکھتے ہیں علاقائی زبانوں کا افق اس لحاظ سے زبان بولنے والے افراد کے افق سے زیادہ بڑا نہیں ہوتا اور قدامت پسندی اور قدامت پرستی ہی کی طرف ہی بڑھا جاتا ہے۔"(۵)

ذریعہ تعلیم اور لسانی ترجیحات میں اہم حیثیت قومی زبان کی ہے بنیادی طور پر ہمیں اپنے تعلیمی نظام کو قومی بنیادوں پر استوار کرنا چاہیے۔ اس میں لسانی، علاقائی اور ثقافتی معاملات کو شامل کرتے ہوئے ایسا نصاب مقرر کرنا چاہیے

جو کہ قومیت کی بنیادوں کو استوار کرنے میں اہم کردار ادا کرے۔ بنیادی طور پر قومی زبان کسی بھی ملک کا ایسا اثاثہ ہوتی ہے جس پر چل کر اس کی عوام جدید علوم کے فروغ کا سبب بنتی ہے اور نئے علوم منتخب زبانوں میں سامنے آتے رہتے ہیں۔ قومی زبان بنیادی طور پر علمیت کا ذریعہ ہوتی ہے جس طرح سے مادری زبان ہمارے بول چال اور روز مرہ زندگی کے معاملات کو برتنے کے لیے ہی استعمال کی جاتی ہے جبکہ قومی زبان کا استعمال علمی بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔ مادری زبان علمی مباحث اور جدید فکری مباحث کے لیے استعمال نہیں ہوتی اس کے لیے زیادہ تر قومی یا بین الاقوامی زبان کا سہارا لیا جاتا ہے۔ سکتناب کنگس کے مطابق اگر قومی زبان کو اہمیت دی جائے تو یہ ہمارے ملک کے انتظامی معاملات کو آسان بناتی ہے اور عوام کے لیے علم و آگاہی کا سبب بنتی ہے۔

نظام تعلیم میں اردو کی اہمیت اس وقت مسلم ہو گی جب سرکاری طور پر دفتروں میں انگریزی زبان کی بجائے اردو زبان کا استعمال کیا جائے گا۔ دفتری زبان سیکھنے کے حوالے سے برصغیر میں ماضی میں مغل بادشاہوں کے دربار میں اس کی خصوصی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہی عملی صورت نو آبادیاتی دور میں بھی دیکھنے میں ملتی ہے جہاں انگریزوں نے ایسے سکولوں کا قیام عمل میں لایا تھا جو انگریزی زبان سکھانے کے ساتھ ساتھ انہیں دفتری زبان کے حوالے سے بھی مشق کروائی جاتی تھی کہ انہوں نے اس زبان کو کس طرح سے استعمال کرنا ہے۔ اپنی قومی زبان کو ملک کے مختلف شعبہ جات میں نافذ کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور اس کے لیے ہنر مند افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ حکومت مختص کرتی ہے جو عوام کو اس حوالے سے آگاہی دیتے ہیں اور دفتری زبان سکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسے نظام تعلیم کا حصہ بناتے ہیں تاکہ عوام پڑھ لکھ کر حکومت کے کاموں میں مدد کر سکے۔

اس سے متعلق ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں۔

> "جب تک انگریزی دفتری زبان رہے گی انگریزی کی مہارت کے لیے انگریزی کے نصابات کو مہارت کا وسیلہ بنایا جاتا رہے گا لیکن اگر اردو کو مکمل دفتری زبان بنانا ہے اور اسے محض چونگی کی رسی تک محدود نہیں رکھنا ہے تو شروع سے آخر تک اردو کے نصابات کی تشکیل اس طرح سے کرنی ہو گی کہ علوم عامہ کے علاوہ، جذباتی، جمالیاتی زندگی کے سب لطیف سے لطیف پہلوؤں کی عکاسی کے لیے زبان و ادب کے موئثر نصاب مقرر کرنے پڑیں گے مقصد یہ ہے کہ مدعا نگار اس قابل ہو کے ایجاز و اختصار کے ساتھ موضوع اور با معنی الفاظ اور عبارتوں کے وسیع ذخیرے پر وہ حاوی ہو یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ نصاب میں بطور مضمون اردو انشاء کو اہمیت دی

جائے اس کے علاوہ تمدنی معاشرتی اور علم کا ذریعہ تدریس و امتحان آخر تک اردو ہی ہو۔ "[۶]

ذریعہ تعلیم کے طور پر اردو کے نفاذ کے حوالے سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ پاکستان بننے کے ابتدائی ادوار میں اردو کے حوالے سے جو نصاب مقرر کیے گئے۔ بنیادی طور پر وہ زبان و ادب سے طالب علم کو ابتدائی سطح کی آگاہی دلاتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں ایسا ادب شامل کیا جاتا ہے جس سے جذبات و احساسات اور زبان کے اندر موجود خیالات کی حساسیت کو سمجھا جا سکے۔ قومی سطح پر اردو زبان کو فروغ دینے اور اسے ذریعہ تعلیم بنانے کے لیے کئی اقدامات اہم ہو سکتے ہیں۔۔ زبان کو روز مرہ زندگی کا حصہ کیسے بنا سکتے ہیں۔ اس حوالے سے اہل علم لوگوں سے رائے لینی چاہیے اور نصاب کو ایسے ترتیب دینا چاہیے کہ یہ طالب علموں کے لیے عام زندگی میں معاونت کا سبب بن سکے۔ اس سے ہی زبان کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور سیکھنے والا اپنی زبان کو اہمیت دیتا ہے۔

یہ نصاب اس وقت اہم ہو سکتا ہے جب ہم اردو تعلیم کو نصاب کا حصہ بنائیں اور تدریس کے وقت امتحانات کا سلسلہ اردو زبان میں مخصوص ہو۔ جب تک اردو زبان ہماری قومی معاشرتی اور ثقافتی ضرورت کے طور پہ سامنے نہیں آئے گی۔ اس وقت تک اردو کو وہ مقام نہیں دیا جا سکے گا جو کہ قومی زبان کا حق ہوتا ہے۔ اردو کے فروغ کے لیے یہاں پر متعدد طرح کہ اقدامات کیے گئے ہیں اور بہت سے لوگوں نے اردو زبان کو عام کرنے کے لیے تحریکیں چلائی ہیں جس میں نفاذ اردو کا مطالبہ سر فہرست ہے۔ پاکستان کے دور دراز علاقے جہاں پر صرف مقامی زبانیں بولی جاتی تھی اردو کو وہاں پر متعارف کروایا گیا اور وہاں کے سرکاری سکولوں اور علمی شخصیات سے مل کر علاقے میں اردو زبان کو فروغ دینے اور آپس میں اردو زبان میں بات چیت کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا۔ اس حوالے سے کئی طرح کے اقدامات پاکستان میں کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر انور سدید اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "اردو زبان کو فروخت دینے کے لیے مولانا صلاح الدین نے اردو بولو تحریک چلائی اور اسے شاہپور اور میانوالی کے اضلاع کے دیہات تک میں پہنچ پھیلایا۔ اس زبان کو ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر سہیل بخاری اور شان الحق کی جیسے اہل زبان اس دور میں اردو تسلیم کرتے ہیں اور ایک لحاظ سے وہ اسے مزید فروغ دینے میں کوشاں ہیں۔ یہ کہنا درست ہے کہ اہل پنجاب نے قومی زبان کی بقاء تحفظ اور فروغ کے لیے جو موقف علمی فکری اور علمی سطح پر اختیار کیا تھا اسے نہ صرف اہل زبان کی تائید حاصل ہوئی بلکہ اس میں گلشن کی بقاء کا راز بھی دریافت کیا گیا

اور اس کو مستقبل کا طرز اظہار تسلیم کیا گیا۔"(۷)

اردو کے نفاذ کے لیے یہاں کئی طرح کی تحریکیں اور انفرادی سطح کی کوششیں کی گئی ہیں وہ لسانی سیاست کا سب سے بڑا مقصد زبان کو طاقت اور اختیار کا منبع بناناہوتا ہے جو صرف ایک مرکزی زبان کہ توسط سے ممکن ہے۔ ہمیں اردو زبان اور اسے سرکاری سطح پر لانے کی کوششیں کی جانی چاہیے لیکن اگر اس وقت ذریعہ تعلیم کے طور پر مطالعہ کیا جائے تو انگریزی کی حیثیت مسلم نظر آتی ہے۔ لسانیت کا نظریہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ انگریزی زبان کے فروغ کے ساتھ یہ خطرہ بھی لاحق ہو گا کہ مقامی زبان معدوم نہ ہو جائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی زبان کا اثر و رسوخ اس حد تک بڑھ جاتا ہے تو وہاں کا کلچر سماج اور معاشرتی معاملات بھی تبدیل ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ کلچر اور تہذیب معدوم ہو جاتی ہے جو کہ مقامی زبانوں کے ذریعے پھیلی تھی۔ اس حوالے سے ضروری ہے کہ لسانی نقطہ نظر کے مطابق ذریعہ تعلیم کے طور پر قومی زبان کو اپنایا جائے اور صوبائی سطح پر مقامی اور مادری زبانوں کے فروغ کے لیے کوششیں کی جائیں جو کہ لسانی تعصب سے پاک ہوں۔

ہمارے ہاں زبانوں کے حوالے سے جب بھی مباحث ہوتے ہیں تو اس میں لسانی تعصب واضح نظر آتا ہے۔ اس حوالے سے ضروری ہے کہ تعلیمی پالیسی کے لیے سرکاری فیصلے ،لسانی ترقی اور لسانی حقوق کا تعین حکومت کے لیے اولیت کا حامل ہونا چاہیے. اس لیے کہ ذریعہ تعلیم کے طور پر لسانی ترجیحات کو واضح کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس حوالے سے واضح اور شفاف فیصلے کیے جائیں جو کہ ہماری قومی زبان سے ہمارے تعلق کو استوار کریں۔ قومی زبان کو ذریعہ تعلیم کے طور پر اپنالیں۔ نو آبادیاتی دور کے اثرات جن کو اب سمجھ لیا گیاہے ان سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنے ملک و قوم کی ترقی اور خوشحالی کے لیے ایسے اقدام کرنے چاہیے جنہیں عملی طور پر نافذ کیا جا سکے۔

ڈاکٹر سلیمان اطہر اس بارے لکھتے ہیں۔

> "اردو زبان سرکاری اور نیم سرکاری اور نجی دفاتر اور عوام کے درمیان
> رابطے کی زبان کے طور پر کام دیتی ہے۔ موجودہ ملکی حالات میں اردو زبان
> کی یہ ذمہ داری کوئی اور پاکستانی زبان پوری نہیں کر سکتی اعلیٰ سطح کی تعلیمی
> اداروں کی انتظامیہ اور طالبہ سیاستدانوں اور عوام عدلیہ اور ظالم و مظلوم
> بڑے تاجروں اور عام دکانداروں کارخانہ مالکان اور مزدوروں کاشتکاروں
> اور محکمہ زراعت کے عملہ نیز انتظامی اور شہروں کے مابین اردو اخبارات

رابطے کا بہترین اور با مقصد ذریعہ ہیں۔ ملک کی سیاسی معاشرتی اور ثقافتی حالات سے باخبر رہنے کے لیے پاکستانی شہری صبح سے رات گئے تک اپنے فرصت کے لمحات میں مختلف چینلز پر اردو زبان میں ہی خبریں سنتے ہیں۔"(۸)

اردو زبان کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ پاکستان میں اردو زبان تمام صوبوں میں سمجھی اور بولی جاتی ہے اور رابطے کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ زبان سیاست دان، صحافی اور میڈیا چینلز کے عوامی پروگراموں میں سنی اور سمجھی جاتی ہے۔ پاکستان میں اردو کے علاوہ کوئی اور ایسی زبان موجود نہیں ہے جس کو رابطے کے طور پر استعمال کیا جاسکے صوبوں کی اپنی زبانیں اپنے صوبوں میں ہی سمجھی جاتی ہیں دوسرے صوبوں کے لوگ بہت کم وہ زبانیں جانتے ہیں اردو زبان جو کہ ہماری قومی زبان ہے اور رابطے کے طور پہ یکساں طریقے سے تمام صوبوں میں سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ اس کے نفاذ کے لیے تمام صوبوں سے یکساں طور پر مشاورت کرنی چاہیے اور اسے وہ حیثیت دینی چاہیے جو کہ قومی زبان کی ہوتی ہے۔

ہمیں مختلف لسانی تعصبات کو ختم کر کے بنیادی طور پر اپنے ملک و قوم کی ترقی کے لیے ایسا کرنا ہو گا۔ اس عمل کو یقینی بنانے سے ہی اردو زبان کے نفاذ کے لیے سنجیدہ اقدامات کا آغاز ہو گا۔ اس حوالے سے اردو کے نفاذ کے لیے ماہرین زبان اور ماہر لسانیات سے مشاورت کرنی چاہیے تاکہ اس عمل کو یقینی بنایا جاسکے اور اردو کے فروغ کے لیے کام کیا جائے اس زبان کو ترقی دینے کے لیے خصوصی طور پر اس میں تراجم کا آغاز کیا جائے۔ جس میں بین الاقوامی ادب کے اردو میں تراجم کیے جائیں۔ جس سے زبان میں نئے خیالات کا اضافہ ہو اور زبان ترقی کر سکے۔ اسی طرح اردو زبان کے ادب کو فروغ دینے اور عوام میں اس کی دلچسپی پیدا کرنے کے لیے ایسے ادارے بنائے جائیں جو کہ اس زبان کے ادب کو لوگوں تک پہنچائیں۔ حکومتی سطح پر ایسے اقدامات زبان کو فروغ دینے کے لیے لازمی ہوتے ہیں تاکہ ہماری زبان زندہ زبانوں میں شامل ہو سکے اور اس میں نئے خیالات کے اضافے سے زبان میں وسعت پیدا ہو گی۔

ذریعہ تعلیم کے طور پر اردو زبان کے حوالے سے ضروری ہے کہ حکومتی سطح پر قوانین سازی کی جائے اور اردو زبان کے نفاذ کے لیے سنجیدہ اقدامات کیے جائیں اس لیے کہ اس سے ہی کوئی ملک و قوم آگے بڑھتی ہے اور اپنی زبان کے ذریعے ملک و قوم ترقی کی جانب بڑھ سکتی ہے حکومت کی طرف سے اس حوالے سے سنجیدہ اقدامات اردو زبان کو بین الاقوامی زبان کے تسلط سے دور رکھیں گے اور عوام اپنی ملکی اور معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اردو زبان کا سہارا لیں گے۔ سرکاری سطح پر اداروں میں اردو زبان کے نفاذ سے ہی اردو پر توجہ دی جائے گی اور طالب علم اردو زبان کو بہتر طریقے سے سیکھیں گے کیونکہ ان کو علم ہو گا کہ آگے چل کر انہیں اردو زبان میں ہی تمام دفتری کام سر انجام دینے

ہیں۔اس حوالے سے حکومت کو سنجیدہ قانون سازی کرنے کی ضرورت ہے تا کہ تمام شعبہ جات پر یکساں توجہ دی جائے اور اردو زبان کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔

ج: لسانیت کا مفہوم اور بنیادی اصطلاحات

سکتناب کنگس نے لسانیت کا نظریہ پیش کیا۔ یہ بنیادی طور پر ماہرین لسانیات ہیں۔ یہ فن لینڈ میں پیدا ہوئی۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم یہاں سے ہی حاصل کی اور پھر یہاں پر ہی ایک مختصر عرصے کے لیے کالج میں پڑھانے لگیں۔ یہ عرصہ نہایت مختصر تھا اس کے بعد یہ امریکہ آگئی۔ یہاں انہوں نے زبانوں کے حوالے سے تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے دنیا کی کئی زبانوں پر ریسرچ کی ہے اور زبانوں کی معدومیت کے حوالے سے اہم باتوں کی وضاحت کی ہے۔ انہوں نے لسانیت کا نظریہ 1988 میں پیش کیا۔ جس میں وہ استعماریت کے زیر اثر زبان کی نسل کشی کے اثرات پر بات کرتی ہیں۔ یہ نظریہ دنیا میں بہت مقبول ہوا۔ اس لیے کہ بین الاقوامی زبان انگریزی نے خاص طور پر دنیا کو متاثر کیا ہے اور کئی زبانیں انگریزی کی وجہ سے اس دہانے پر پہنچ گئی ہیں کہ ان کی معدومیت کے خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بنیادی طور پر زبانوں کی اہمیت اور اس کے ساتھ ان کی سماجی معاشی اور معاشرتی حیثیت کے حوالے سے بھی کئی اہم باتوں کی وضاحت کی ہے جو کہ زبانوں کے لیے نہایت مفید ہیں۔

سکتناب کنگس نے بنیادی طور پر زبانوں کے حوالے سے تحقیق کی ہے اور اپنے اس نظریے کی ضرورت کو معدوم ہوتی زبانوں کے ساتھ جوڑا ہے۔ انہوں نے بنیادی طور پر انگریزی زبان کے بڑھتے ہوئے اثرات پر بات کی ہے اور بتایا ہے کہ بین الاقوامی زبان کو دنیا میں جس قدر پذیرائی مل رہی ہے اور لوگ اس کی طرف بڑھ رہے ہیں یہ بات خوش آئین ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں اس بات سے بھی آگاہ کرتی ہے کہ ہم اپنی قومی اور مادری زبانوں کو اہمیت نہ دیتے ہوئے اگر صرف انگریزی کو اپنائیں گے تو بہت سا علمی ورثہ جو کہ ان زبانوں میں موجود ہے ختم ہو جائے گا اور اس کی تہذیب کلچر رسم ورواج اور رہن سہن کہ مختلف اطوار بھی دنیا میں ناپید ہو جائیں گے۔

انہوں نے نظریے کے پس منظری مطالعے میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انگریزی بنیادی طور پر نو آبادیاتی دور میں پھلی پھولی اور جہاں پر برطانویوں نے کالونیاں بنائی وہاں پر شعوری طور پر انگریزی زبان کا نفاذ کیا گیا اور لوگوں کو انگریزی سیکھنے کی طرف راغب کیا گیا۔ اس کی وجہ بنیادی طور پر نو آبادکاروں کی ضروریات تھیں جنہیں وہ اس زبان کے ذریعے پورا کرنا چاہتے تھے۔ دنیا میں آج بھی جہاں جہاں پر کالونیاں رہی تھیں ان ممالک میں انگریزی

زبان عام ہے بلکہ اس کا اثر ورسوخ اس قدر بڑھ رہا ہے کہ دوسری قومی اور مادری زبان آہستہ آہستہ معدومیت کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان زبانوں کے بولنے والے کم ہو گئے ہیں اور ان زبانوں میں نئے خیالات اور نئے ادب کا اضافہ نہیں ہو رہا۔ اس دور میں عموماً انگریزی زبان کو ہی علمی اور ادبی زبان قرار دیا جاتا ہے اور نئی تحقیقات کے لیے بھی اسی زبان کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ یہ رویہ انگریزی کے مقابلے میں ثانوی زبانوں کے لیے خطرات کا باعث ہے بلکہ زبانوں کی معدومیت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اسطرح لسانی سامراجیت کا نظریہ بھی اسی بات کی دلیل پیش کرتا ہے جس سے متعلق ڈاکٹر طارق رحمان لکھتے ہیں:

> "لسانی سامراجیت کی اصطلاح جسے ایک زبان کا دوسری زبانوں پر غلبہ یا فوقیت کے اعتبار سے سمجھا جاتا ہے کہ بے انتہا میدانوں میں طاقت، ثقافت اور دولت پر فائز اشرافیہ ایک خاص زبان استعمال کرتی ہے اور دوسری زبانوں کے بولنے والوں کو طاقت اور عزت و منزلت کے مقامات پر فائز ہونے سے روکتی ہے اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ غالب زبان ان علوم، ثقافتی موضوعات اور مباحث کو پیدا اور جاری و ساری کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو کسی خاص سماجی ساخت میں قدر و منزلت کا باعث ٹھہرتے ہیں۔"(۹)

انگریزی زبان سے اس طرح کے کئی خدشات لاحق ہیں جو کہ دوسری زبانوں کے لیے خطرے کا باعث ہو سکتے ہیں۔ یہ نظریہ اس بات پر استدلال کرتا ہے کہ بین الاقوامی زبان کے استعمال سے دوسری اقوام میں تہذیب و ثقافت تعلیم اور لسانی رویوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بنیادی طور پر یہ زبان کا شعوری عمل دوسری زبانوں کے نسل کشی کا سبب بن سکتا ہے۔ اس لیے بین الاقوامی زبان کے اس پھیلتے ہوئے عمل کو روکنا چاہیے کیونکہ دنیا میں آج انگریزی زبان کو ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تیسری دنیا کے ممالک بھی اسی زبان کو اختیار کرتے ہیں جو ان کی اپنی زبانوں کے لیے خطرے کا باعث ہے۔

سکتناب کنگس اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ ہمیں اپنی قومی اور مادری زبانوں کو بھی وہی اہمیت دینی چاہیے جو ہم بین الاقوامی زبان کو دیتے ہیں۔ یہاں کا تعلیمی نظام نو آبادیاتی نظام کے تسلط میں اس قدر جکڑا ہوا ہے کہ آج بھی ہمارے یہاں انگریزی نظام تعلیم رائج ہے اور ہم اپنی قومی یا مادری زبانوں کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو ہمارے اداروں میں بین الاقوامی زبان کو دی جاتی ہے۔ یہ نظریہ تعلیم پر زور دیتا ہے اور تعلیم کے مثبت نتائج پر یقین رکھتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ جس علاقے کے لوگ جس زبان کو سمجھتے ہوں اسی کو ذریعہ تعلیم کے طور پر اپنا کر شعور حاصل کر سکتے ہیں

۔ ہمارے ہاں تدریسی سطح پر بھی اپنی زبانوں کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی جو اہمیت بین الاقوامی زبان کو حاصل ہوتی ہے۔ پاکستان میں جس طرح نو آبادیاتی اثرات کے تحت تعلیمی نظام آگے بڑھا۔ اس میں قوم کا اجتماعی مقصد ختم ہو گیا اور ہم ایسی دوڑ کا حصہ بن گئے جو کہ ہماری نہیں تھی۔ اس نظریے کے مطابق پاکستان میں ایسی لسانی پالیسی وضع کرنے کی ضرورت ہے جو مختلف لسانی گروہوں کو اس قابل بنا سکے کہ وہ ملکی سطح پر ایک ہوتے ہوئے اپنی زبان میں تعلیم حاصل کر سکیں اور ملک و قوم کی ترقی کا باعث بن سکیں۔ سکتناب کنگس اس سے متعلق لکھتی ہیں۔

> The target may be the speakers' native language or "
> certain features that are associated with that language e.g.
> an accent when speaking another language, mostly a more
> dominant language in a certain society. As a term,
> linguicism was coined by Tove Skutnabb-Kangas
> (1988)"(10)

اس نظریے میں اس بات کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی بھی ایسی زبان جو کہ کسی خطے میں مخصوص بولی جاتی ہے تو وہاں پر اسی زبان کا لہجہ مخصوص ہو گا جو کہ وہاں کے تمام عوام میں یکساں طور پر سمجھی جاتی ہے۔ یہ نظریہ زبانوں کے پیچیدہ مسائل کو بیان کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ کوئی بھی زبان اپنے اندر مخصوص لہجے رکھتی ہے جو کسی بھی خطے میں عام طور پر سمجھے جاتے ہیں انہی لہجوں سے زبان کے ابلاغ کا مخصوص عمل سامنے آتا ہے۔ ہمارے ہاں بین الاقوامی زبان جو عام طور پر رواج پا رہی ہے وہ بھی مخصوص علاقائی لہجوں میں سامنے آتی ہے جس سے زبان کے اندر کئی طرح کے اضافے ہوتے ہیں اور زبان علاقائیت کو اپنے اندر سموتی چلی جاتی ہے۔

یہ عمل انگریزی زبان کے لیے مفید جب کہ ہماری قومی اور مادری زبانوں کے لیے معدومیت کا سبب بنے گا۔ دنیا کے کئی ایسے خطے جہاں کی زبانیں انگریزی کی وجہ سے معدومیت کے قریب ہو رہی ہیں۔ انہیں اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی علاقائیت اور قومیت کو قائم رکھنے کے لیے اپنی قومی اور مادری زبانوں سے تعلق استوار کریں تا کہ اپنی زبان کو رواج مل سکے۔ قومی سطح پر انگریزی زبان نے اردو کی جگہ لے لی ہے اور اس سے پاکستانی نظام تعلیم بنیادی طور پر دو دھڑوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ قومی سطح پر ہم اپنی زبان کو اہمیت دینے کی بجائے انگریزی زبان کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے ہمارا نظام تعلیم و تدریس بھی غیر تسلی بخش ہے۔ جب تک ہم اپنی زبان کو قومی سطح پر ترقی نہیں دیں گے اور اپنے ملک میں یکساں تعلیمی نظام رائج نہیں کریں گے ہم قومی سطح پر آگے نہیں بڑھ سکیں

گے۔ قومی لسانی پالیسی نہ ہونے کے باعث ہماری تعلیمی نظام میں کئی طرح کی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ بین الا قوامی زبان کے زیر اثر ہم اپنی زبان کو کمتر محسوس کرتے ہیں جس کا اثر ہمارے نظام تعلیم کو بری طرح سے متاثر کر رہا ہے ۔برانس، جے ای اور ڈی بی ملر اس حوالے لکھتے ہیں:

> "Using the term `idiom' (rather than `language') signals that it really means `what the parents speak (or sign)', regardless of whether this is called a language, a dialect, a sociolect, a vernacular, or whatever - it does not need to be the standard or official language of the area/country or the return in census, or be write"(11)

سکتناب لنگس کے نظریے کی ضرورت اور اہمیت اس حوالے سے مسلم ہے کہ وہ ہمیں بین الا قوامی زبان کے استعمال کے اثرات کے حوالے سے آگاہ کرتا ہے۔ یہ نظریہ انگریزی زبان کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ یہ انگریزی زبان کہ ان اثرات پر بات کرتا ہے جس کی وجہ سے دیگر زبانیں معدومیت کا شکار ہو رہی ہیں۔ اس لیے کہ بین الا قوامی زبان کے اثر سے دنیا بھر کی زبانیں متاثر ہو رہی ہیں۔ دنیا میں کئی ممالک کی زبانیں جو کہ پہلے بولی جارہی تھی اب اس کے بولنے والے لوگ کم ہو گئے ہیں اور لوگ بین الا قوامی زبان کو اس حد تک اپنا چکے ہیں کہ قدیم زبانیں آہستہ آہستہ دم توڑ رہی ہیں۔ لسانی اعتبار سے یہ عمل دوسری زبانوں کے لیے معدومیت کا باعث ہو گا۔ بین الا قوامی زبان کے اثرات کو کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی قومی اور علاقائی زبانوں کو اہمیت دیتے ہوئے انہیں اپنے تعلیمی نظام کا حصہ بنائیں تاکہ یہ زبانیں زندہ رہ سکیں اور اس علاقے کے رہنے والے لوگ اپنی زبانوں اور ان کے لہجوں سے آشنا ہوں یہی عمل کسی بھی قوم کی تہذیب و ثقافت اور رسم ورواج کو دوسری قوم سے الگ کرتا ہے۔ اس سے دنیا میں طرح طرح کے کلچر ثقافت اور رسم ورواج سامنے آتے ہیں۔ بین الا قوامی زبان انگریزی بنیادی طور پر ان کو نقصان پہنچارہی ہے۔ آہستہ آہستہ زبانوں کے معدوم ہونے کے ساتھ ساتھ یہ کلچر رسم ورواج اور دیگر معاملات جو کہ زبان کے ساتھ پیوست ہیں ۔سکتناب کنگس کے اس نظریے کے مطابق ہم معدوم ہوتی زبانوں کو بین الا قوامی زبان کے تسلط سے آزاد کر کے اپنی مادری اور قومی زبان کو فروغ دے سکتے ہیں۔

سکتناب کنگس کے نظریہ لسانیت کے درج ذیل نکات اہم ہیں۔

۱۔ سکتناب کنگس کا یہ نظریہ زبانوں کی حفاظت کرتا ہے اور اس ضرورت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کسی بھی ملک کے رہنے والے بین الاقوامی زبان کی بجائے اپنی قومی اور مادری زبانوں کو اہمیت دیں۔ قومی زبان میں ہی اپنا نصاب مرتب کریں تاکہ انگریزی کے مقابلے میں آپ کی اپنی قومی اور مقامی زبانیں بھی ترقی کر سکیں اور انگریزی زبان کے تسلط سے بچ سکیں۔ بنیادی طور پر یہ نوآبادیاتی دور کے حوالے سے زبانوں کا مطالعہ کرتی ہیں کہ اس سے پہلے کئی ممالک میں کافی زیادہ زبانیں بولی جاتی تھی جو آہستہ آہستہ ناپید ہو رہی ہیں۔ ان زبانوں کے بولنے والے لوگ بھی کم رہ گئے ہیں اور ان میں نیا ادب تخلیق ہونا بند ہو گیا ہے۔ نئے الفاظ شامل نہ ہونے کی وجہ سے یہ زبانیں دم توڑ رہی ہیں۔ سکتناب کنگس کا یہ نظریہ زبانوں کی اہمیت کو واضح کرتا ہے اور ان کی معدومیت کے خدشے کو واضح کرتا ہے کہ ہماری لاپرواہی سے بہت سی زبانیں انگریزی کے زیر اثر ختم ہو جائیں گی۔ یہ نظریہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہمیں اپنی زبانوں کی حفاظت کرنی چاہیے اور ان کی ضرورت و اہمیت کو سمجھتے ہوئے حکومتی سطح پر ایسے اقدامات کرنے چاہیے کہ یہ زبانیں ہمارے نصاب تعلیم کا حصہ ہوں۔ ان زبانوں کو جب تک نظام تعلیم کا حصہ نہیں بنایا جائے گا اس وقت تک ان زبانوں کی معدومیت کے خدشات رہیں گے۔ ضروری ہے کہ سکتناب کنگس کے نظریے کے مطابق اپنی قومی زبان میں ہی تعلیم ہونی چاہیے تاکہ کوئی بھی فرد اپنے ملک و قوم کے حوالے سے آگاہ ہو سکے اور اپنے علمی اور ادبی ورثے سے آگاہ ہو سکے۔

۲۔ سکتناب کنگس کے نظریے کے مطابق انگریزی زبان کے اثرات نے دنیا بھر کی زبانوں کو متاثر کیا ہے۔ یہ انگریزی زبان کے منفی اثرات کی بجائے انگریزی زبان کی طرف رجحان بڑھنے اور دنیا میں اسے بین الاقوامی زبان کے طور پر پیش کیے جانے سے متعدد طرح کی زبانوں میں مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان دنیا کے کئی ممالک میں نظام تعلیم کی زبان بن چکی ہے اور عام طور پر حکومت کے مختلف شعبوں میں بھی انگریزی زبان کا استعمال عام ہوتا ہے بین الاقوامی سطح پر پیش کیا گیا ادب بھی اسی زبان میں ہی ترجمہ کیا جاتا ہے۔

انگریزی زبان کے اثرات دنیا بھر کی زبانوں پر پڑے ہیں۔ ان میں سے ایسی زبانیں جو پہلے سے ہی کمزور تھی اور ان کے کم بولنے والے موجود تھے انگریزی کی وجہ سے یہ بالکل ہی دم توڑ گئی ہیں اور ان زبانوں کو آج جانتا بھی کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح کئی بڑی زبانیں جو کہ اپنے اندر علمی وسعت رکھتی تھی۔ آج انگریزی کے مقابلے میں ان کی حیثیت کم ہو گئی ہے۔ اسی طرح دنیا بھر کی بڑی کمپنیاں اور تجارتی معاملات بھی اسی زبان میں ہی انجام پاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے اور دوسری زبانوں کی اہمیت کم ہوتے ہوتے اس حد تک کم ہو گئی ہے کہ وہ معدومیت

کے دہانے تک پہنچ گئی ہیں۔ یہ سب انگریزی زبان کے اثرات کی وجہ سے ہوا ہے۔ ہمارے ہاں انگریزی زبان نو آبادیاتی دور میں برصغیر میں وارد ہوئی اور اس کے بعد آج تک انگریزی زبان یہاں کی اہم زبان ہے۔

پاکستان میں یہ سرکاری سطح پر نافذ ہے اور نظام تعلیم بھی انگریزی زبان میں ہے۔ملک میں مقابلے کے امتحانات اور دیگر امتحانات میں بھی انگریزی زبان کو اولیت دی جاتی ہے۔ ایسے ممالک جو کہ انگریزی زبان کے تسلط میں ہیں حکومتی سطح پر ایسے اقدامات کریں کہ وہ اپنی مادری اور قومی زبانوں کو اہمیت دیں۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہماری زبانیں معدوم ہوتی چلی جائیں گی۔

۳۔ یہ نظریہ مقامی زبانوں کی حقوق کی بات کرتا ہے۔ قومی اور مقامی زبانیں ہی کسی قوم کی ترقی کا باعث ہوتی ہیں اس لیے کہ وہ اپنی زبان میں ہی زندگی کے مروجہ اصول وضوابط کو سیکھ کر آگے بڑھتا ہے مقامی اور قومی زبان کسی فرد کی تشکیل اور تعمیر نو کے لیے ضروری ہوتی ہیں اس لیے کہ یہی زبانیں سب سے پہلے کسی فرد کے ابلاغ کا ذریعہ بنتی ہیں اور اسی کے ذریعے ہی وہ اپنی روزمرہ زندگی اور سوچنے سمجھنے کے معاملات کو انجام دیتا ہے۔ مقامی اور مادری زبانیں کسی بھی علاقے یا ملک کی پہچان ہوتی ہیں اور وہاں کے رہنے والے لوگوں کا کلچر ثقافت اور تہذیب کو سامنے لاتی ہیں اور یہ سب مقامی زبانوں کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے۔ سکتناب کنگس انگریزی زبان کے تسلط کو بیان کرتے ہوئے مقامی زبانوں کی اہمیت پر زور دیتی ہیں۔ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ انگریزی زبان کے اس قدر استعمال سے دوسرے ممالک کی قومی اور علاقائی زبان متاثر ہوں گی۔ اس لیے کہ انگریزی بین الاقوامی زبان بن چکی ہے اور ہر ملک کے رہنے والے افراد کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ انگریزی زبان میں تعلیم حاصل کرے اور اپنی علمی استعداد کو بڑھانے کے لیے انگریزی ذخیرہ کتب سے کام لے۔ دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں جہاں پر اپنی قومی اور مادری زبانوں کو ہی اہمیت دی جاتی ہے بلکہ کئی ممالک کی قومی زبانیں ایک سے زیادہ ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ تمام زبانوں کو اہمیت دی جائے تاکہ ان کے بولنے والے اپنی زبانوں کی اہمیت اور ان کے علمی ورثے سے آشنا ہو سکیں۔ سکتناب کنگس کا نظریہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انگریزی زبان کے تسلط نے دنیا کی زبانوں کو اس قدر متاثر کیا ہے کہ کئی زبانیں معدومیت کے دہانے تک پہنچ گئی ہیں ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ زبانوں کو زندہ رکھیں۔ اس حوالے سے حکومتی اقدامات ہی زبانوں کے لیے اہم ثابت ہو سکتے ہیں۔

۴۔ سکتناب کنگس بنیادی طور پر زور دیتی ہیں کہ کسی بھی ملک کی قومی زبان میں ہی اس کا نصاب تعلیم ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک کے انتظامی معاملات کو سنبھالنے کے لیے بھی ضروری ہے کہ قومی زبان کا استعمال بہتر طریقے سے کیا جائے تاکہ اسی زبان سے ہی اپنے ملک و قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکیں۔ دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں

جو اپنی مقامی زبانوں کو چھوڑ کر انگریزی زبان کا ہی استعمال کرتے ہیں اور اپنے قومی زبان کے کردار کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی انگریزی کے مقابلے میں اسے کمتر سمجھنا چاہیے کیونکہ ہمارے یہاں قومی زبان کو بنیادی طور پر کمتر سمجھا جاتا ہے اور اس بات پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے کہ انگریزی زبان کو اہمیت دی جائے اور علمی حوالے سے انگریزی زبان کو ہی اپنایا جائے بنیادی طور پر قومی زبان میں تعلیم حاصل نہ کرنے کی وجہ سے بہت سی چیزیں جو ہم دوسری زبان سے نہیں سیکھ سکتے بلکہ اس کے لیے ہمیں قومی زبان کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا ہے۔ سکتناب کنگس قومی زبان کے کردار کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے نظریہ لسانیت میں اس کا کردار واضح کرتی ہیں۔

۵۔ سکتناب کنگس کا نظریہ لسانیت نو آبادیات کے اثرات پر بھی بات کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ اس دور میں جن بڑے ممالک نے دنیا میں اپنی کالونیاں بنائی تھیں وہاں پر مقامی لوگوں کو اپنی زبان سیکھنے کی طرف بھی راغب کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جہاں پر ایسی کالونیاں آباد ہوئیں تھی وہ اپنے انتظامی معاملات کو بہتر کرنے کے لیے ایسے لوگ چاہتے تھے جو ان کی زبان جانتے ہوں اور پھر ان کی زبان میں مقامی لوگوں کے حالات و واقعات رہن سہن رسم و رواج اور اقدار کو واضح کریں تاکہ نو آبادکار یہاں کی مقامی آبادی اور ان کے ذہنی عمل سے واقف ہو سکیں۔ اس حوالے سے دنیا بھر میں جہاں بھی کالونی بنی وہاں پر انہوں نے مقامی لوگوں کو یہ زبان سکھانے کے لیے مختلف سکول قائم کیے جہاں پر اس زبان کی تربیت دی گئی۔ اسی طرح برطانویوں نے بھی برصغیر میں آمد کے بعد اپنی زبان کو یہاں پر عام کیا اور ایسے سکول قائم کیے جو کہ انگریزی زبان کی تعلیم دیتے تھے۔ اس کے بعد ہماری نظام تعلیم میں انگریزی زبان اس طرح شامل ہو گئی کہ مقامی اور قومی زبانوں کی حیثیت بالکل ختم ہو کر رہ گئی اور آج ہمارا تعلیمی نظام انگریزی زبان کے ذریعے آگے بڑھ رہا ہے۔ حکومت سرکاری سطح پر انگریزی زبان کا استعمال کرتی ہے اور ملک کے لوگ اپنی زبان کی بجائے انگریزی زبان کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ کنگس بنیادی طور پر اسی نقطے کو بیان کرتی ہیں کہ نو آبادیاتی دور کے اثرات سے زبانوں کو آزاد کرنا چاہیے اور اپنی مقامی اور قومی زبانوں کو استعمال کرنا چاہیے۔

اس نظریے کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

ا۔ مقامی لوگ (Indigenous People)

سکتناب کنگس کا یہ نظریہ مقامی لوگوں کے حقوق کے حوالے سے بات کرتا ہے۔ مقامی لوگ اپنی مقامی اور مادری زبان میں ہی اپنے معاملات زندگی سرانجام دیتے ہیں۔ نو آبادیاتی دور میں مقامی لوگوں کے یہ حقوق سلب کر کے

انہیں استعماری طاقت کے ذریعے اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ نو آباد کاروں کے لیے سہولت کا باعث بن سکیں۔ یہاں پر مقامی آبادی نو آباد کاروں کو حکمرانوں کی صورت میں دیکھتی ہے اور پھر یہاں کے لوگوں میں بھی اس بات کا شعور پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں حکمرانوں کا ساتھ دینے کے لیے ان کی زبان سیکھنا ہوگی۔ بنیادی طور پر نو آباد کاروں کے آنے کی وجہ سے فکری بدلاؤ مقامی لوگوں کے حقوق کو سلب کرتا ہے کیونکہ آہستہ آہستہ یہاں کی زبان تبدیل ہو کر نو آباد کاروں کی زبان میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جوزے مارٹینز اس سے متعلق لکھتے ہیں:

"Communities, people,and nations which having a historical continuity within pre-invasion and pre-colonial societies that developed within their distinct from other sectors of society (ies) now prevailing in those territories. They from non-dominant sectors of society determined to preserve, develop, and transmit to future generations their ancestral territories, identity, and often, their language as the basis of their continued existence as people, in accordance with their cultural practices and social and legal systems. territories, consider themselves Cobo, the child has the right to learn the mother tongue. Since most forms and levels of the **education of the State** (14.2) use the State languages as a medium, the child cannot have access to this education without knowing the State language."(12)

مقامی لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے تعلیمی نظام اور ان اداروں کو کنٹرول کریں جو ان کو ان کی اپنی زبانوں میں تعلیم فراہم کرتے ہیں جو ان کی تدریس اور سیکھنے کے ثقافتی طریقوں کے مطابق ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ عمل چھوٹی زبانوں کے لیے خطرے کا باعث ثابت ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کی مقامی آبادی مقامی زبان کی بجائے نو آباد کاروں کی زبان پر زیادہ توجہ دیتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ یہاں یہ رواج اس قدر عام ہو جاتا ہے کہ مقامی زبانوں کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے۔ کنگس اس حوالے سے انگریزی زبان کے اثرات کا مطالعہ کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ بین

الا قوامی زبان ہونے کی وجہ سے مختلف ممالک میں یہی زبان بولی جاتی ہے بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں پر چھوٹی چھوٹی زبانیں موجود تھیں لیکن اب ان کے بولنے والے موجود نہیں رہے۔ مقامی لوگوں کو اپنی تاریخ،زبانیں،روایات فلسفے ،تحریری نظام اور ادب کو زندہ رکھنے تیار کرنے اور انے والی نسلوں تک منتقل کرنے کا حق ہے لہذا ایسا نہ کیا جائے تو یہی زبانوں کی معدومیت کا سبب ہے۔ مقامی لوگوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے یہاں کی زبان یہاں کے کلچر،رسم ورواج اور ثقافت کو بھی زبان کے ذریعے ہی محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ نوآبادیاتی دور کے اثرات نے دنیا بھر کی زبانوں کو متاثر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جدید ذرائع مواصلات نے انسان کی ضرورتوں کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے زبان کی سطح پر کئی طرح کے مسائل سامنے آئے ہیں جس میں انگریزی زبان مقامی لوگوں کے لیے کئی خطرات پیدا کر دیے ہیں۔ عمومی طور پر مقامی آبادیاں اپنی زبان بولتے ہوئے احساس کمتری محسوس کرتی ہیں اور انگریزی زبان کو ہی حکمرانوں کی زبان تصور کرتی ہیں۔ ضروری ہے کہ ان سے آزادی حاصل کی جائے اور مقامی لوگوں کو اپنی قومی اور علاقائی زبانوں میں تعلیم دی جائے۔ کنگس کے اس نظریے کے مطابق مقامی لوگوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے تاکہ دنیا میں یہ زبانیں زندہ رہیں اور اپنا فعال کردار ادا کر سکیں۔

۲۔ لسانی پالیسی(Language Policy)

کنگس کے نظریے کے مطابق لسانی پالیسی بنیادی طور پر مقامی لوگوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی حوالے سے ترتیب دی جاتی ہے چونکہ بین الاقوامی سطح پر انگریزی زبان کا استعمال کیا جارہا ہے اس لیے تمام لوگ بین الاقوامیت سے جڑنے اور دنیا بھر میں رابطے کے لیے انگریزی زبان کو ہی اپناتے ہیں۔ لسانی پالیسی اس حوالے سے ہونی چاہیے کہ اپنے نظام تعلیم میں قومی اور مقامی زبانوں کو بنیادی اہمیت دیں۔ اس حوالے سے لسانی پالیسی وضع کی جائے اور قومی اور مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم کے طور پر اپنایا جائے۔ روزویلٹ، فرینکلن کے ایک خط کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

Roosevelt also wrote in 1919, in a letter to the next president:

> "In the first place, we should insist that if the immigrant who comes here in good faith becomes an American and assimilates himself to us, he shall be treated on an exact equality with everyone else, for it is an outrage to

discriminate against any such man because of creed, or birthplace, or origin. But this is predicated upon the person's be coming in every facet an American, and nothing but an American. There can be no divided allegiance here. Any man who says he is an American, but something else also isn't an American at all. We have room for but one flag, the American flag. . .. We have room for but one language here, and that is the English language . . . and we have room for but one sole loyalty and that is a loyalty to the American people"(13)

بہت سے ممالک میں اسی پالیسی پر عمل کیا جاتا ہے لہذا سب کو یکساں تعلیمی اور معاشی مواقع فراہم کیے جائیں۔ کنگس کے نظریے کے مطابق مقامی زبانوں اور قومی زبان کو مد نظر رکھا جو کہ نظام تعلیم میں پوری طرح سے اپنا کردار ادا کر سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ نو آبادیاتی فکر کے تحت بین الاقوامی زبان کو جو اہمیت دی گئی تھی وہی اپنی زبانوں کو اہمیت دی جائے۔ لوگوں کے اندر سے احساس کمتری کو ختم کیا جائے اور بین الاقوامی زبان کی بجائے اپنی قومی اور مادری زبانوں کو سیکھنے کی طرف راغب کیا جائے۔ ملکی معاملات کو اپنی قومی زبان میں انجام دیا جائے اور اس کے لیے حکومتی سطح پر ایسے اصول و قوانین وضع کیے جائیں جو کہ اپنی زبان کو مزید نظر رکھتے ہوئے بنائے جائیں اپنے سرکاری اداروں میں اپنی قومی زبان کو نافذ کریں اور بین الاقوامی زبان کا استعمال صرف اس حد تک رکھیں جس حد تک بین الاقوامی معاملات میں اس زبان کی ضرورت ہو۔

بنیادی طور پر کنگس اس حوالے سے ایک اصول کا ذکر کرتی ہیں کہ ایسی زبان جو دنیا میں مقبول ہو رہی ہے وہ دوسری زبانوں کے لیے معدومیت کا سبب بنے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زبان بین الاقوامی سطح پر اتنی زیادہ پھیل جائے گی کہ دوسری زبانوں کے بولنے والے بھی مجبور ہو جائیں گے کہ وہ اپنی زبانوں کو چھوڑ کر اس زبان میں اظہار کریں۔ جس میں تمام لوگ اظہار کر رہے ہیں۔ بنیادی طور پر یہی زبانوں کی معدومیت کا سبب بنتا ہے۔ اپنی زبان سے شناسائی کی وجہ سے لوگ تعلیم کی طرف راغب ہوں گے۔ اس حوالے سے بنیادی لسانی پالیسی وضع کرنے کی ضرورت ہے جو مقامی

آبادی کے لیے باہم ایک ایسا لسانی نظام وضع کرے جو ان کی فکری آگاہی کو بڑھائے اور اپنی زبان سے رغبت پیدا کرے۔

۳۔مادری زبان(Mother Tongue)

سکتناب کنگس کے مطابق مادری زبان کسی بھی فرد کے لیے اظہار ابلاغ کا ایسا ذریعہ ہیں جو کہ سب سے پہلے اسے گھر میں سکھائی جاتی ہے اور یہ گھر میں لاشعوری طور پر اسی زبان کو بولنا شروع کرتا ہے۔اسی میں اظہار کرتا ہے اور اس کے ارد گرد بھی عموماً یہی زبان بولی جارہی ہوتی ہے۔جب ہم بچے کو اپنی مادری زبان کے علاوہ کسی اور زبان سکھانے کی طرف راغب کرتے ہیں تو اس کے ذہن میں کئی سطح پر ابلاغ میں مسائل پیدا ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ماحول اور ارد گرد سے جو کچھ سیکھ رہا ہوتا ہے وہ پوری طرح اس پر اثر انداز ہوتا ہے۔

مادری زبانیں چونکہ کسی بھی فرد کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ اسے بھی اسی طرح سے اہمیت دی جائے جس طرح سے ہم بین الاقوامی زبان کو دیکھتے ہیں۔نو آبادیاتی دور کے اثرات کے تحت عوامی سطح پر آج بھی اس بات کو بہتر سمجھا جاتا ہے کہ ہم اپنی زبان بولنا جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں ہمیں بین الاقوامی زبان آنی چاہیے کیونکہ یہی علمی اور نفسیاتی برتری کا سبب سمجھی جاتی ہے۔اس کے مقابلے میں مادری زبانوں کی اہمیت بہت کم ہو جاتی ہے اور لوگ بنیادی طور پر اپنی زبان میں بات چیت کرنے میں احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔سکتناب کنگس اسی احساس کمتری کو دور کرنے کے لیے اپنی مادری زبان کو فروغ دینے اور اسے تعلیمی نظام کا حصہ بنانے پر زور دیتی ہیں۔اس سے فرد اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرے گا اور اس کے علمی ورثے سے آشنا ہو گا۔اس کے اندر احساس برتری کا رویہ پیدا ہو گا اور وہ اپنی زبان کو کسی بھی دوسری زبان کے مقابلے میں کمتر نہیں سمجھے گا۔اس رویے کو فروغ دینے کی ضرورت ہے جس کی طرف بہت سے ممالک کی حکومتیں کوئی توجہ نہیں دے رہی۔

مادری زبانوں کی اس حوالے سے اہمیت کا جائزہ لیا جائے تو سکتناب کنگس کے مطابق مادری زبانیں ہی کلچر ثقافت کو مختلف کرنے کا باعث بنتی ہیں۔دنیا میں مختلف طرح کی زبانیں دنیا کے مختلف کلچر سماج ثقافت اور رہن سہن کی نمائندگی کرتی ہیں۔ضروری ہے کہ مادری زبان کے حوالے سے ہمیں کچھ اصول حکومتی سطح پر متعین کرنے چاہیے اور مقامی اور مادری زبانوں کو زندہ رکھنے کے لیے انہیں نظام تعلیم کا حصہ بنانا چاہیے۔بچے کی ابتدائی تعلیم میں مادری زبان کو شامل کرنا چاہیے کہ اسی کے ذریعے ہی بچہ زندگی کے رہن سہن اور اتوار سے واقف ہوتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ علمی حوالے سے اپنی مقامی زبان کے ساتھ ساتھ قومی یا بین الاقوامی زبان کو سیکھ سکتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے

کہ بچے کو سب سے پہلے مادری زبان سے آشنا کروایا جائے اس کے بعد ہی اسے قومی زبان سے شناسائی دلوائی جائے۔ بین الاقوامی زبان کو سکھانے کے مراحل ہر ملک کی تعلیمی پالیسی کے مطابق عمل میں آنے چاہیے۔ اس لیے کہ بین الاقوامی زبان مادری زبانوں کے لیے بھی ایسے ہی خطرے کا باعث ہے جیسے یہ قومی زبانوں کے لیے خطرے کا باعث بنتی ہے۔

۴۔ اقلیتوں کی زبان (Minority Language)

سکتناب کنگس نے اقلیتوں کی زبان کے حوالے سے بھی لسانی پالیسی میں کئی اصول وضع کیے ہیں جس میں اقلیتوں کی زبان کو نظام تعلیم میں شامل کرنا اور ان کو تعلیم دینا شامل ہے اقلیتوں کی زبانیں بھی اقوام کے لیے اہم ہوتی ہیں اس لیے کہ ان زبانوں کو محفوظ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں بھی نظام تعلیم کا حصہ بنایا جائے۔ سکتناب کنگس اس بارے لکھتی ہیں:

> "In areas inhabited by persons belonging to national minorities traditionally or in substantial numbers, if there is sufficient demand, the parties shall endeavor to ensure, as far as possible and within the framework of their education systems, that persons belonging to those minorities have adequate opportunities for being taught in the minority language or for receiving instruction in this language emphases added for modifications" (14)

بہت سے ممالک ایسے ہیں جن کی قومی زبان ایک ہے وہ بنیادی طور پر اپنے ملک کی بڑی زبانوں کو قومی زبان میں شامل کریں تاکہ ملک کی ایک سے زیادہ قومی زبانیں ہوں اور اس کے علاوہ اقلیتوں کی دیگر زبانیں بھی ہماری نصاب تعلیم میں شامل ہوں جو کہ ابتدائی سطح سے ہی بچے کی تدریس میں شامل ہو۔ اس حوالے سے ضروری ہے کہ حکومتی سطح پر ایسے اقدامات کیے جائیں جو اقلیتوں کی زبان کے تحفظ کے لیے وہ رہنما اصول متعین کریں جن پر چلتے ہوئے ان کو نصاب تعلیم کا حصہ بنائے جائے اور ان کے تحفظ اور ممکنہ ازالے کے خدشے سے بچایا جائے۔

۵۔عالمی منشور(Universal Declaration)

سکتناب کنگس عالمی منشور کے حوالے سے اپنے نظریے میں اس کے پس منظر کے طور پر ان قدیم زبانوں کا حوالہ دیتی ہیں جو کہ وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ معدوم ہوتی چلی گئی ہیں۔اس کی وجہ بنیادی طور پر یہ ہے کہ جب سرکاری سطح پر کسی زبان کو فروغ دیا جاتا ہے تو بڑے پیمانے پر اسے سمجھنے والے لوگ موجود ہوتے ہیں اور اس زبان میں اظہار و ابلاغ کے وسائل بڑھتے ہیں۔

نو آبادیاتی دور سے پہلے یہاں کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ یہ زبان برصغیر میں مغلوں کے ساتھ وارد ہوئی تھی۔مغلوں نے یہاں آکر جب حکومت سنبھالی تو یہاں پر بہت سی مقامی اور مادری زبانیں بولی جاتی تھیں۔فارسی زبان کو اس دور میں سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا تھا اور علمی حوالے سے فارسی زبان میں علم حاصل کرنا باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ سکتناب کنگس اس حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ برصغیر کی بہت سی مادری زبانیں فارسی کے تسلط کی وجہ سے بھی معدومیت کا شکار ہوئی ہیں۔ اس لیے کہ جب بڑے پیمانے پر فارسی زبان کے اظہار کے وسائل سامنے آئے تو چھوٹی زبانیں جو کہ ایک خاص علاقے یا ایک خاص قوم میں بولی جاتی تھی معدوم ہوتی چلی گئی۔ اسی طرح نو آبادیاتی دور میں برطانویوں کے آنے کے ساتھ ہی فارسی زبان کو سرکاری سطح سے ہٹا دیا گیا اور انگریزی زبان کو اس کی جگہ نافذ کر دیا گیا جو آج تک برصغیر میں نافذ العمل ہے۔اسی طرح انگریزی زبان جب اس خطے میں پھیلی تو یہاں کی بہت سی مقامی اور مادری زبان اپنی معدومیت کی طرف بڑھنے لگی۔

بنیادی طور پر بین الاقوامی زبان کا چلن جس طرح عام ہو رہا ہے اسی طرح سے مختلف علاقوں کی زبان معدوم ہوتی جارہی ہیں۔ کنگس اس حوالے سے عالمی منشور کو بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ تمام ممالک کو اپنی اپنی زبان میں نظام تعلیم کو نافذ کرنا چاہیے اور بین الاقوامی زبان کا استعمال عالمی سطح کے مسائل کے لیے کرنا چاہیے۔ حکومتوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بین الاقوامی ادب کو اپنی قومی زبان کے ساتھ مربوط کریں۔اس حوالے سے بنیادی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ کس طرح سے اپنی قومی زبان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ علمی ضرورتوں کو بھی پورا کرے اور جدید علم کو پورا کرے۔

د: پاکستان کی تعلیمی پالیسیوں کا ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات کے تناظر میں جائزہ

1۔وفاقی تعلیمی پالیسی:

وفاقی تعلیمی پالیسی بنیادی طور پر وفاقی تعلیمی اداروں کے تعلیمی نظام کے ڈھانچے کو بیان کرتی ہے۔اس تعلیمی پالیسی کے مطابق ملک کے تمام تر علاقوں میں جہاں وفاقی تعلیمی پالیسی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے ان کے اغراض و مقاصد کو بنیادی طور پر دس ابواب میں پیش کیا گیا ہے۔ جس میں ترتیب کے ساتھ وفاقی تعلیمی نظام کو سمجھایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح سے وفاقی تعلیمی ادارے اپنے طالب علموں کو بہتر تعلیم کے لیے جدید علمی طریقوں سے آشنا کروا رہے ہیں۔اس پالیسی کے مطابق ہمیں ان مسائل کو حل کرنا ہے جس کے بغیر تعلیمی نظام کو مکمل نہیں کیا جاسکتا۔

بنیادی طور پر وفاقی تعلیمی نظام نرسری سے لے کر ماسٹرز لیول تک کے طالب علموں کے لیے ایک ایسا نظام وضع کرتا ہے۔ جس کے مدارج کو پورا کرتے ہوئے طالب علم اپنے تعلیمی میدان کو مکمل کرتا ہے۔وفاقی تعلیمی نظام کا یہ ڈھانچہ ان اصولوں کو واضح کرتا ہے جس کے تحت طالب علم اپنے سلیبس کو مکمل کرتے ہیں اور ٹیچر یا اساتذہ اس سلیبس کو مکمل کرنے کے لیے مختلف ٹیکنیکس کا استعمال کرتے ہیں جس سے طالب علم اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ اپنے سلیبس کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں اور ایسالاہ عمل طے کر سکیں جس پر چل کر وہ اس نصاب کو مکمل کریں۔

وفاقی تعلیمی نظام میں اس سلیبس کی زبان انگریزی کو قرار دیا گیا ہے جو بنیادی طور پر ہماری نظام تعلیم میں اہم حیثیت کی حامل ہے۔اس لیے کہ وفاق کے ساتھ ساتھ دوسرے صوبوں نے بھی انگریزی زبان کو نظام تعلیم کی اولین زبان کے طور پر پیش کیا ہے۔ وفاقی تعلیمی نظام میں تمام تر مضامین انگریزی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں جبکہ صرف اردو ہی ایک ایسا مضمون ہے جو کہ اردو زبان میں موجود۔ بیشتر صوبائی سطح پر اسلامیات کو بھی اردو میں پڑھایا جاتا ہے لیکن وفاقی تعلیمی اداروں میں اسلامیات کے مضمون کو بھی انگریزی زبان میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وفاقی تعلیمی نظام میں انگریزی کو اولین حیثیت دی ہے اور اپنے تمام تر مضامین کو انگریزی زبان میں پڑھانا بہتر سمجھا جاتا ہے اس لیے کہ انگریزی جدید مضامین کی زبان ہے اور جدید مضامین جس میں سائنس اور آئی ٹی کے مضامین شامل ہیں۔ ان کو انگریزی زبان میں ہی پڑھایا جاسکتا ہے۔ اس لیے تعلیمی سلیبس کو اردو زبان کی بجائے انگریزی زبان میں منتقل کر دیا گیا ہے اس لیے کہ بیشتر مضامین ایسے ہیں جو کہ جدید علوم سے تعلق رکھتے ہیں اور جدید علوم کو سمجھنے کے لیے انگریزی زبان کا سہارا لیا جاتا ہے اور پھر اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے یہاں مقابلے کے امتحانات اور دیگر

امتحانات میں بھی انگریزی زبان کو اولیت حاصل ہے۔ اس لیے تعلیمی سسٹم میں بھی اسی زبان کو اہمیت دی جاتی ہے تا کہ طالب علم آگے چل کر مقابلے کے امتحانات میں آسانی سے حصہ لے سکیں۔

وفاقی تعلیمی پالیسی میں بچوں کی ابتدائی تعلیم کے حوالے سے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ وفاق کے سرکاری سکولوں میں ابتدائی سطح پر بچوں کے ساتھ کلاس روم میں اردو اور انگریزی زبان کا استعمال کیا جاتا ہے انگریزی زبان کا استعمال اس لیے بھی وفاقی تعلیمی اداروں میں ضروری ہے کہ یہاں کا نظام تعلیم انگریزی زبان پر ہی انحصار کرتا ہے۔ اسی کے ذریعے بچہ ابتدائی کلاسوں میں انگریزی زبان کو سیکھتا اور اسی میں تمام مضامین کو پڑھتا ہے اس کے لیے وفاقی تعلیمی اداروں میں تربیتی آفتہ اساتذہ جو کہ بچوں کو انگریزی زبان سکھاتے اور اس کے قواعد سے آشنا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو زبان کو بھی کلاس روم میں بولا جاتا ہے لیکن اس کے قواعد اور زبان کو سمجھانے کے لیے کوئی منظم طریقہ کار وضع نہیں ہے جس سے بچہ زبان کو سیکھ سکے۔ ملک بھر میں اردو کے حوالے سے ہمارا رویہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اسے قومی زبان سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ زبان ہمیں آتی ہے۔ چونکہ یہاں گھروں میں اردو کو بولا جاتی ہے اور بچے بھی سکول آنے کی عمر تک اردو زبان کو کچھ نہ کچھ سیکھ چکے ہوتے ہیں۔ اس لیے اساتذہ اس زبان پر کم توجہ صرف کرتے ہیں۔

وفاقی تعلیمی پالیسی میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ اردو کے حوالے سے بھی ایک نصاب وضع کیا جائے جو کہ تمام سکولوں میں یکساں طور پر پڑھایا جائے۔ اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ اردو کو پورے ملک میں یکساں طریقے سے بولا اور سمجھا جا سکے گا۔ اردو کے حوالے سے ایسا نصاب ہمارے تعلیمی نظام میں اہمیت کا حامل ہو گا جس سے طالب علم اپنی زبان کے ساتھ ہم آہنگی محسوس کریں گے۔ جس سے قومی سطح پر ہم آہنگی کا جذبہ پیدا ہو گا اور حب الوطنی کے جذبات پروان چڑھیں گے۔

2۔ پنجاب کی تعلیمی پالیسی:

پنجاب کی تعلیمی پالیسی بنیادی طور پر پنجاب کے تعلیمی سسٹم کے ان مراحل کو بیان کرتی ہے جس میں رہتے ہوئے پنجاب کے تعلیمی اداروں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ پنجاب کی تعلیمی پالیسی بنیادی طور پر ان بنیادی قوانین کو واضح کرتی ہے جو کہ پنجاب بھر کے تعلیمی اداروں میں نافذ العمل ہوتے ہیں۔ پنجاب کی تعلیمی پالیسی پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس کے دوسرے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کے اغراض و مقاصد بنیادی طور پر طالب علموں کو جدید مضامین سے آگاہ کروانا ہے۔

اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ پنجاب کا تعلیمی سسٹم بنیادی طور پر وفاقی تعلیمی سسٹم کو مد نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا ہے۔اس سسٹم میں بھی انگریزی زبان کو اولین زبان کا درجہ دیا گیا ہے اور تمام تر مضامین کو انگریزی زبان میں پڑھایا جاتا ہے۔ اردو کو بطور اردو مضمون کے ہی پڑھایا جاتا ہے جبکہ اردو ہماری قومی زبان ہے۔ تمام مضامین کو اپنی قومی زبان میں پڑھانے کی بجائے انگریزی زبان میں پڑھاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جدید تعلیمی نظام انگریزی نظام تعلیم کے توثق سے ہی آگے بڑھتا ہے۔ بنیادی طور پر پنجاب کے اسکولوں میں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں کو تدریس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ ابتدائی کلاسوں میں بچوں کے ساتھ اردو اور مقامی زبان میں بات کی جاتی ہے۔ وفاقی تعلیمی اداروں کے علاوہ ملک بھر کے صوبائی علاقوں میں علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن ان زبانوں کو بطور مضمون کے نہیں پڑھایا جاتا بلکہ مقامی زبان کو صرف ابلاغ کے ذریعے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جس سے اساتذہ کو آسانی ہوتی ہے کہ وہ بچے تک ان خیالات کو پہنچا دیتے ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے۔

گزشتہ پنجاب کی پالیسی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ابتدائی کلاسوں میں پنجابی زبان کو بطور زبان پڑھایا جاتا تھا۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا تھا کہ بچہ اپنی مقامی زبان میں لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیتا تھا۔ مطالعہ کیا جائے تو اج پنجاب کے سکولوں میں پنجابی زبان کو بطور زبان نہیں پڑھایا جاتا اور نہ ہی بچے یہ زبان لکھنا اور پڑھنا سیکھتے ہیں۔ ضروری ہے کہ لسانی ترجیحات میں پنجابی زبان کو میں اہمیت دی جائے اور جدید ذریعہ تعلیم میں بھی ان زبانوں کی تعلیم دی جائے تا کہ یہ زبان بھی پھل پھول سکیں اور ماضی کے قدیم علمی ورثے کو آج کے جدید علم کے ساتھ ہم کیا جاسکے۔

انگریزی زبان کے ذریعے سائنس کے مضامین اور کمپیوٹر اور آئی ٹی کے مضامین کو بہتر طریقے سے پڑھایا جا سکتا ہے اس لیے کہ یہ علم بنیادی طور پر انگریزی زبان میں موجود ہے اور طالب علموں کو سمجھنے کے لیے انگریزی زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے اس کے لیے اساتذہ کو تربیتی آفتہ بنانے کے لیے عملی مشکیں بھی کروائی جاتی ہیں جو کہ پنجاب کے تعلیمی سسٹم کو منظم کرنے کے لیے ملک بھر میں ورک شاپ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

جدید تعلیمی پالیسیوں کی وجہ سے پنجاب کی تعلیمی پالیسی کو بھی تبدیل کیا گیا ہے اگر پنجاب کی تعلیمی پالیسی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس سے پہلے پنجاب بھر میں اردو ہی ذریعہ تعلیم کی زبان تھی اور تمام تر مضامین بھی اردو زبان میں پڑھائے جاتے تھے اس حوالے سے اہم بات یہ ہے کہ پہلے سائنس کے مضامین بھی اردو زبان میں ہی پڑھائے جاتے تھے لیکن آہستہ آہستہ تعلیمی پالیسیوں کے تبدیل ہونے کی وجہ سے اس نظام کو بھی تبدیل کیا گیا اور تعلیمی زبان انگریزی کو قرار دیا گیا اب پنجاب بھر میں اردو صرف مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی ہے یا اسلامیات کے مضمون کو اردو میں پڑھایا جاتا ہے بعض اوقات اسلامیات کا مضمون بھی اختیاری ہوتا ہے کہ اپ اسے اردو میں یا

انگریزی دونوں زبانوں میں پڑھ کر امتحان دے سکتے ہیں۔

پنجاب کے نظام تعلیم کو لسانی ترجیحات کے حوالے سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہاں پر اردو اور انگریزی دو زبانوں کو ہی تدریس کے لیے زیادہ تر استعمال کیا جاتا ہے۔ پنجاب کے چند اضلاع میں جہاں پہلے پنجابی پڑھائی جاتی تھی اب وہاں پر بھی پنجابی کی بجائے انگریزی نظام تعلیم مکمل طور پر رائج کر دیا گیا ہے اور اردو کو صرف مضمون کے طور پر ہی پڑھایا جا رہا ہے اگر اس حوالے سے دیکھا جائے تو یہ قومی زبان کے ساتھ نہ انصافی ہے کہ قومی زبان ہماری تعلیم کی زبان نہیں ہے اور نہ ہی قومی زبان کسی اور قومی ضرورت کے تحت استعمال کی جا رہی ہے جس کی وجہ سے زبان کے حوالے سے یکجہتی کا عمل خدشات کا شکار ہے ضروری ہے کہ تعلیمی نظام لسانی ترجیحات کو اہمیت دی جائے اور مقامی اور قومی زبان کو بھی نظام تعلیم میں یکساں اہمیت دی جائے۔

3۔سندھ کی تعلیمی پالیسی:

سندھ کی تعلیمی پالیسی کو دوبارہ 2016 میں دوبارہ سے ترتیب دیا گیا اور اس میں کئی ایسے نکات کو شامل کیا گیا جو کہ پہلے شامل نہیں تھے۔ سندھ کی یہ پولیسی ان کی تعلیمی نظام کو واضح کرتی ہے اور اس لاہ عمل کی وضاحت کرتی ہے جس کے تحت صوبہ سندھ میں تع لیمی نظام کو جاری رکھا گیا ہے۔ نظام تعلیم کے حوالے سے صوبہ سندھ کے مقامی سکولوں میں سندھی زبان کو ختم کر کے انگریزی زبان کو ہی سندھ کی تعلیمی زبان قرار دیا گیا ہے۔ لسانی ترجیحات کے حوالے سے یہاں قومی اور مقامی زبانوں کی اہمیت بین الاقوامی زبان کے مقابلے میں نہایت کم ہے اور قومی زبان کو صرف مضمون کے طور پر ہی پڑھایا جا رہا ہے جبکہ باقی تمام مضامین انگریزی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں۔

سندھ کی تعلیمی پالیسی کے چند اہم نکات ہیں جن پر اس پالیسی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ بنیادی طور پر پالیسی طالب علموں کے تعلیمی طریقہ کار کو واضح کرتی ہے اور ان کے امتحانی طریقہ کار کی وضاحت کرتی ہے اس کے ساتھ ساتھ ہنر مند اساتذہ اور ان کی قابلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے تعلیمی پالیسیوں کو مختلف طرح سے علمی درسگاہوں میں نافذ کیا جاتا ہے۔ سندھ کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس کے مختلف اضلاع میں سندھی زبان کو ابتدائی مدارج میں اور سیکنڈری مدارج میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سندھ کی کے نظام تعلیم کی زبان بھی انگریزی ہی ہے اور تمام مضامین انگریزی میں پڑھائے جاتے ہیں۔ کلاس روم میں انگریزی اور سندھی زبان زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔

صوبہ سندھ کی تعلیمی پالیسی جو کہ گزشتہ پالیسی سے کافی مختلف ہے اس میں کئی طرح کی نئی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ سب سے بڑی تبدیلی تو زبان کی ہے جو کہ پہلے اردو اور سندھی زبان میں تعلیم دی جاتی تھی جبکہ اب تمام مضامین کو

انگریزی زبان میں پڑھایا جارہا ہے۔ سندھ کے مختلف اضلاع میں اب بھی سندھی ابتدائی اور سیکنڈری لیول کی کلاسوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس سے طالب علموں کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی مقامی زبان میں لکھنا اور بولنا سیکھ لیتے ہیں جبکہ انگریزی نظام تعلیم میں انہیں تمام مضامین انگریزی زبان میں پڑھنا پڑتے ہیں۔

انگریزی زبان روز مرہ کی زبان نہیں ہے بلکہ ہم اس زبان کو صرف علمی حوالوں کے لیے استعمال کرتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ جدید علوم کے انے کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان جو کہ بین الاقوامی زبان کا درجہ رکھتی ہے اس حوالے سے ابلاغ کے لیے اہم وسیلہ سمجھی جاتی ہے اور پھر کالونیلزم کے اثرات بھی ہمارے نظام تعلیم پر یکساں نظر اتے ہیں جو کہ 1837 کے بعد تبدیل کیے گئے تھے اور ابھی تک ان میں ردوبدل نہیں کیے جاسکتے۔ عمومی ردوبدل کے بغیر ان قوانین میں کوئی تبدیلیاں نہیں ہوئیں۔ سندھ کے نظام تعلیم کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگ اکہ انہوں نے بھی وفاقی نظام تعلیم کی طرح انگریزی زبان کو ہی نظام تعلیم کی زبان قرار دیا ہے اور سندھی زبان جو کہ پہلے علمی زبان کے طور پر پڑھائی جاتی تھی اب سکولوں میں مفقود نظر آتی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ مقامی زبانوں کو نظام تعلیم سے بالکل ہی خارج کر دیا گیا ہے جو کہ اچھا رویہ نہیں ہے اور آنے والے دنوں میں اس کے اثرات بھی نئی نسل کو متاثر کریں گے۔

صوبہ سندھ میں تعلیمی نظام میں وضع تبدیلیوں کی وجہ سے تعلیمی نظام بہتر ہوا ہے اور طالب علموں کی جانچ پرکھ اور امتحانات کے لیے جو طریقہ کار وضع کیے گئے تھے وہ بہتر طریقے عمل کر رہے ہیں۔ نئے تعلیمی نظام کے وضع کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اساتذہ کی تربیت اور عملی مشکوں کے لیے بھی کئی اہم اقدامات کیے ہیں۔ جس کی وجہ سے نظام تعلیم بہتر ہوا ہے اور بہتر نتائج حاصل ہو رہے ہیں دیگر ایسی ورکشاپ جس میں اساتذہ کو تدریس کی مختلف ٹیکنیک سے آگاہ کیا جاتا ہے سندھ میں منعقد کی جارہی ہیں اور اس کے خاطر خواہ نتائج بھی دیکھنے میں آرہے ہیں جو کہ نظام تعلیم کے بہتر ہونے کا ثبوت ہے۔

4۔ خیبر پختون خواہ کی تعلیمی پالیسی:

خیبر پختون خواہ کی تعلیمی پالیسی 2022 میں دوبارہ سے ترتیب دی گئی اس پالیسی کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر اس پالیسی میں سب سے پہلے اس کا تعارف بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح سے خیبر پختون خواہ کے تعلیمی نظام کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے خیبر پختون خواہ کے مختلف علاقوں کو مختلف یونٹس میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان کے اغراض و مقاصد بنیادی طور پر خیبر پختون خواہ کی عوام کو تعلیمی سہولیات میسر کرنا ہے۔ اس حوالے سے

مختلف یونٹس میں سکول کلاس روم اور اس کی بلڈنگز کو بہتر بنانے اور طالب علموں کو بہتر سہولیات دینے کے لیے کام کیا جارہا ہے۔

ماضی میں خیبر پختون خواہ کے تعلیمی نظام اور ان کی پالیسیوں کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کئی طرح کی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ گزشتہ گورنمنٹ میں بھی خیبر پختون خواہ کے تعلیمی نظام میں کئی طرح کی تبدیلیاں کی گئی ہیں ماضی میں دیکھا جائے تو خیبر پختون خواہ میں اردو اور پشتو زبانوں کو ہی ذریعہ تعلیم کے طور پر اپنایا جاتا تھا۔ پشتو زبان پڑھائی جاتی تھی اور اساتذہ بھی عموماً کلاس روم میں پشتو زبان سے ہی بچوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو اور انگریزی زبان کا استعمال بھی کیا جاتا تھا لیکن انگریزی زبان کا استعمال کم جبکہ اردو زبان کا استعمال زیادہ ہوتا تھا لیکن جیسے جیسے تعلیمی نظام میں تبدیلیاں آئیں۔ یہاں بھی انگریزی زبان دیکھتے ہی دیکھتے تمام مضامین کی زبان بن گئی۔ سب سے پہلے چند مضامین کو انگریزی زبان میں پڑھانا شروع کیا گیا تھا جبکہ بعد میں تمام مضامین کو انگریزی زبان میں پڑھایا گیا۔ اساتذہ کو مختلف ورکشاپ کے ذریعے نئے تعلیمی نظام اور اس کی پالیسیوں کے مطابق پڑھانے کی تربیت دی گئی جس کی وجہ سے یہاں کے نظام تعلیم میں بھی کئی طرح کی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ خیبر پختون خواہ کے اردو کے سلیبس کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اس میں خاطر خواہ کمیاں کوتاہیاں موجود ہیں جو کہ طالب علموں کے لیے درست اردو نہ سیکھنے کا باعث بنتی ہیں اس حوالے سے ضروری ہے کہ سیکنڈری لیول تک بچوں کو قواعد وانشاء کے اصولوں سے آگاہ کیا جائے اور اردو کو پڑھانے کے لیے تربیتی آفتہ اساتذہ سے مدد لی جائے تاکہ درست اردو پڑھائی جاسکے۔ اس حوالے سے نظام تعلیم میں کئی طرح کی عملی مشقیں ترتیب دی گئی ہیں جن سے طالب علموں کی تربیت کی جانچ پرکھ اور امتحانات سے ان کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بھی خیبر پختون خواہ کی تعلیمی پالیسی میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہاں کا تعلیمی نظام انگریزی زبان میں مکمل کروایا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ خیبر پختون خواہ کے مختلف علاقوں میں پشتو کو بھی بطور مضمون پڑھایا جاتا ہے اور پرائمری اور سیکنڈری لیول پر یہاں کے تعلیمی نظام کا حصہ ہے یہاں پر قومی زبان کو بطور مضمون کے پڑھایا جاتا ہے۔ ماضی میں پشتو زبان خیبر پختون خواہ کے اسکولوں میں پڑھائی جاتی تھی جس سے طالب علم اپنی مقامی زبان کو پڑھنا لکھنا سمجھتے تھے اب جب کہ باسکولوں میں پشتو کو بطور زبان نہیں پڑھایا جاتا تو یہ مقامی زبان کے لیے خطرے کا باعث ہے۔ اس لیے کہ جب زبان سکولوں میں نہیں پڑھائی جائے گی تو بچے لکھنا نہیں سیکھیں گے اور نہ ہی اس زبان کے ادب سے واقفیت حاصل کر سکیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ صوبائی سطح پر مقامی زبان کو بھی اہمیت دی جائے اور بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ قومی اور مقامی زبانوں کو بھی سلیبس میں شامل کیا جائے تاکہ یہ

زبانیں اپنے معدومیت کے خطرات سے محفوظ رہ سکیں اور آنے والے ادوار میں زبان پھل پھول سکے۔

نظام تعلیم میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ مقامی اور قومی زبان کو فوقیت دی جائے اور ان زبانوں کے مخصوص نمبر امتحانات میں رکھے جائیں جس سے ان زبانوں کی اہمیت میں اضافہ ہوگا۔ اس طرح ضروری ہے کہ مقابلے کے امتحانات اور دیگر امتحانات میں بھی مقامی اور قومی زبان کے مخصوص نمبر رکھے جائیں جس سے ان زبانوں کی اہمیت میں اضافہ ہوگا اور طالب علم ان زبانوں کے ادب سے بھی واقفیت حاصل کریں گے یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں نظام تعلیم میں انگریزی زبان کی فوقیت نظر اتی ہے اور صرف انگریزی زبان پر ہی توجہ دی جاتی ہے جو کہ طالب علموں کے لیے سمجھنا مشکل ہوتا ہے اور گوناگوں مسائل کا سامنا رہتا ہے جس سے پڑھنے میں دلچسپی کم ہو جاتی ہے اور عموما طالب علم پڑھنا لکھنا چھوڑ دیتے ہیں یا اس میں توجہ ہی نہیں دیتے۔ اس لیے کہ یہاں کی تعلیمی زبان انگریزی ہے اور تمام تر مضامین انگریزی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں اسلامیات کا مضمون انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں پڑھایا جاتا ہے اور بچے کے لیے یہ آپشن موجود ہوتا ہے کہ وہ اردو یا انگریزی میں اسلامیات کا پرچہ حل کر سکے۔ اسی طرح ان کے کلاس روم کی زبان انگریزی اردو اور پشتو ہوتی ہے عموما اساتذہ پشتو زبان میں پڑھانے کو ترجیح دیتے ہیں لیکن پشتو کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان کا استعمال بھی باخوبی کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ بچوں کو انگریزی زبان میں اپنا سلیبس پڑھنا اور سمجھنا ہوتا ہے۔ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خیبر پختون خواہ میں بھی پشتو مقامی زبان کے طور پر سامنے آتی ہے۔ جس کو تال نظام تعلیم کا حصہ بناتے ہوئے پرائمری اور سیکنڈری لیول میں پڑھایا جاتا ہے سیکنڈری لیول میں اس کی حیثیت اختیاری مضمون کی سی ہوتی ہے جو کہ بچوں پر منحصر ہے۔ خیبر پختون خواہ کے نظام تعلیم میں لسانی ترجیحات کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ قومی اور علاقائی زبان کو بھی سلیبس کا حصہ بنایا گیا ہے اور اس سے خیبر پختون خواہ کے کئی سکولوں میں پڑھایا جارہا ہے۔

5۔ بلوچستان کی تعلیمی پالیسی:

صوبہ بلوچستان کی تعلیمی پالیسی میں لسانی اشتراکات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں بھی دوسرے صوبوں کی طرح انگریزی زبان ذریعہ تعلیم کی زبان ہے۔ بلوچستان کی تعلیمی پالیسیوں پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی اور نہ ہی اس کے تعلیمی نظام کو بہتر کرنے کے لیے کوئی سسٹم تشکیل دیا گیا ہے۔ 2019 میں صوبہ بلوچستان کے تعلیمی نظام میں کئی طرح کی تبدیلیاں کی گئی ہیں لیکن ان پر عمل درامد نہ ہونے کی وجہ سے خاطر خواہ نتائج برامد نہیں ہو سکے۔

بلوچستان کے تعلیمی نظام میں سب سے اہم تبدیلی بین الاقوامی زبان کو شامل کرنے کی ہے جہاں پر تمام مضامین کو انگریزی زبان میں پڑھایا جاتا ہے اگر صوبہ بلوچستان کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ماضی میں بلوچی

زبان کو بھی سلیبس کا حصہ بنایا گیا تھا اور پرائمری اور سیکنڈری لیول پر بلوچی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی اور قومی زبان کو تمام مضامین کی زبان قرار دیتے ہوئے مقامی اور قومی زبان میں ہی تعلیم دی جاتی تھی جبکہ اب نظام تعلیم میں کئی طرح کی تبدیلیاں کی گئی ہیں لیکن یہاں پر عملی طور پر کوئی ایسے اقدامات نہیں کیے گئے جس سے اس نظام کو بہتر بنایا جا سکے ۔اس حوالے سے بلوچستان میں اساتذہ کی تربیت کے لیے ورکشاپ کا انتظام بھی خاطر خواہ نہیں کیا گیا اور نہ ہی نئے سلیبس کو سمجھنے کے لیے خاطر خواہ عملی ورکشاپ کروائی گئی ہیں بلکہ اسی نظام میں نئے تعلیمی ڈھانچے کو سما دیا گیا ہے۔ جس کے نتائج بہتر نہیں ہیں اس لیے کہ بلوچستان کے دور افتادہ سکولوں میں اج بھی طالب علموں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے اور سکولوں کی حالت بھی کوئی خاطر خواہ بہتر نہیں ہے جس کی وجہ سے تعلیم کی طرف رجحان عام نہیں ہے۔ خیبر پختون خواہ یا پنجاب میں جس طرح سے تعلیم کا رجحان نظر آتا ہے۔

بنیادی طور پر بلوچستان کی تعلیمی پالیسیوں میں عملی تبدیلیاں نہیں کی گئیں جس کی وجہ سے اس کے نتائج بہتر نہیں نکلے اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ صوبہ بلوچستان میں تعلیم کا بجٹ بھی بہت ہی کم ہے اور جو بجٹ اداروں کو دیا جا رہا ہے وہ بھی ٹھیک طریقے سے استعمال نہ ہونے کی وجہ سے کوئی نتائج پیدا نہیں کر سکا۔ س حوالے سے ضروری ہے کہ صوبہ بلوچستان کے نظام تعلیم کو بہتر کرنے کے لیے گورنمنٹ عملی اقدامات کرے۔ جس سے طالب علموں کو تعلیم دینے کے نئے طریقے وضع ہوں۔ یہ اسی صورت ممکن ہے کہ حکومت اساتذہ کی تربیت کے لیے عملی اقدامات کرے جس سے ان کے نظام تعلیم کو خاطر خواہ بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

بلوچستان کے نظام تعلیم میں اب جو تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ بنیادی طور پر یہ سلیبس کو مد نظر رکھتے ہوئے سرانجام دی گئی ہیں۔ اس کے اغراض و مقاصد کے حوالے سے یہ بات اہم ہے کہ یہاں کے طالب علموں کو تعلیم کی طرف لانا اور انہیں نئے تعلیمی نظام سے آشنا کروانا ہے جس سے جڑ کر یہ اپنے تعلیمی نظام کو بہتر طریقے سے سمجھ سکتے ہیں اور طالب علموں سے اس حوالے سے خاطر خواہ نتائج برامد کروائے جا سکتے ہیں۔ اس حوالے سے عملی اقدامات کی ضرورت ہے جو کہ نظام تعلیم کو بہتر کرنے کے لیے ضروری ہے۔ ان پر عمل کیا جائے اور طالب علموں کی جانچ پرکھ کے لیے امتحانی نظام کو منظم بنایا جائے جس سے متعلقہ مضامین کے حوالے سے جانچ پرکھ کی جا سکتی ہے۔

بلوچستان کے تعلیمی نظام کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بات کا خیال ضرور رکھا جائے کہ مقامی زبان کو بھی نظام تعلیم میں شامل کیا جائے۔ جس طرح پہلے بلوچی زبان کئی سکولوں میں پڑھائی جا رہی تھی اب اس زبان کو دوبارہ سے عمل میں لایا جائے اس لیے کہ بہت سے طالب علم جو انگریزی زبان سے نہ بلد رہتے ہیں۔ ان کا تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی ختم ہو جاتا ہے اگر وہ اپنی زبان میں تعلیم حاصل کریں گے اور کچھ مضامین کو اپنی زبان میں پڑھیں گے تو انہیں زیادہ

اچھے سے سمجھ آئے گی اور ان کی توجہ مزید بڑھے گی۔ جس سے خاطر خواہ بہتر نتائج پیدا ہوں گے۔ ضروری ہے کہ ہم بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ علاقائی زبان اور قومی زبان کو بھی اہمیت دیں اور سلیبس میں اس کو بطور مضمون شامل کریں۔

6۔ گلگت بلتستان کی تعلیمی پالیسی:

گلگت بلتستان کی تعلیمی پالیسی 2014 میں روائس کی گئی یہ پالیسی بنیادی طور پر 15 سالوں کے لیے تشکیل دی گئی ہے۔ گلگت بلتستان کے تعلیمی پالیسی کے حوالے سے بات کی جائے تو معلوم ہو گا کہ انہوں نے تعلیمی پالیسیوں کو منظم طریقے سے ترتیب دیا ہے اور پندرہ سالوں کی تعلیمی پالیسی کو وضع کیا ہے۔ جہاں طالب علموں اور اساتذہ دونوں کے لیے قابل عمل عملی ورکشاپ سے طالب علموں کی تربیت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ گلگت بلتستان کی تعلیمی پالیسی کے اغراض و مقاصد بنیادی طور پر طالب علموں کو اسان تعلیم دینا اور بچوں کے اندر تعلیمی دلچسپیوں کی ابیاری کرنا ہے ۔گلگت بلتستان اس حوالے سے اہم تعلیمی پالیسی کو وضع کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

گلگت بلتستان میں لسانی ترجیحات کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ گلگت بلتستان میں انگریزی زبان ہی ذریعہ تعلیم کی زبان ہے اردو کو کو بطور مضمون پڑھایا جاتا ہے۔ گلگت بلتستان کی تعلیمی پالیسی کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ گلگت بلتستان کی تعلیمی پالیسی میں مقامی زبان کے حوالے سے بھی معلومات دی گئی ہیں اور گلگت بلتستان کے مختلف علاقوں میں گلگتی اور بلتی زبان کو بھی سکولوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ بلکہ سیکنڈری لیول پر بھی ان زبانوں کو بطور اختیاری مضمون کے سکولوں میں رائج کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہاں بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ قومی اور علاقائی زبانیں بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ گلگت بلتستان کی تعلیمی پالیسی کے مقاصد بنیادی طور پر اپنے طالب علموں کو تعلیم سے آشنا کروانا اور ان کی دلچسپیوں کو تعلیمی میدان میں قابل عمل بنانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گلگت بلتستان کا تعلیمی نظام بنیادی تعلیمی ڈھانچے کے ساتھ پختگی سے جڑا ہوا ہے جو کہ اپنی ساخت کے اعتبار سے آسان ذریعے تعلیم کو فروغ دیتا ہے۔

گلگت بلتستان کے مروجہ تعلیمی پالیسی سے قبل تعلیمی نظام کے حوالے سے کئی ایسی تبدیلیاں جو کہ گزشتہ ادوار میں اپنے بہتر نتائج پیدا نہیں کر سکی ان کو ختم کر کے ان کی جگہ نئی پالیسیاں وضع کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ صرف نظام تعلیم کو بہتر کرنا اور اثر انداز بنانا ہے چونکہ گلگت بلتستان کے حوالے سے کم لوگ جانتے ہیں کہ یہاں پر کئی طرح کی مقامی زبانیں بولی جاتی ہیں جو کہ تاریخی اعتبار سے قدر و قیمت کی حامل ہیں لیکن انہیں سکولوں میں نہیں پڑھایا جاتا جس کی وجہ سے وہ زبان آہستہ آہستہ ناپید ہو رہی ہیں ضروری ہے کہ ایسی مقامی زبانوں کو سلیبس کا حصہ بنایا جائے اور ان زبانوں کو

معدوم ہونے سے بچایا جائے۔ گلگت بلتستان واحد پاکستان کا ایسا صوبہ ہے جہاں پر بہت سی مادری زبان معدوم ہو گئی ہیں چونکہ ان کے بولنے والے کم ہو گئے ہیں اور ان زبانوں کی تعلیم کو بھی روک دیا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ زبان اگے نہیں بڑھ سکیں۔ اس حوالے سے ایک اکادمی ادبیات پاکستان نے ایک سیریز مرتب کی ہے جس میں گلگت بلتستان کے علاقوں میں معدوم ہوتی زبانوں کو ڈاکومنٹری کی فارم میں بیان کیا گیا ہے اور بہت سی زبانیں ایسی ہیں جو اب صرف کسی ایک ہی گاؤں یا چند لوگوں کے درمیان مخصوص ہیں۔

ان زبانوں کے معدوم ہونے کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کو تعلیمی ضروریات کے لیے استعمال نہیں کیا گیا اور نہ ہی ان زبانوں کو کسی سکول یا کسی اور ادارے میں پڑھایا گیا ہے۔ جس سے یہ زبان فروغ حاصل کرتی اور اس کے بولنے والے ان زبانوں کو چھوڑنے کی بجائے انہی زبانوں کو سیکھتے اور اس میں علم حاصل کرتے۔ اس حوالے سے گلگت بلتستان کے سرکاری سکولوں میں ضروری تھا کہ ان زبانوں کو معدوم ہونے سے بچانے کے لیے آنے والی نسل کو ان زبانوں سے آشنا کروایا جاتا۔ اس عمل میں کوتاہی کی وجہ سے کئی ایسی زبانیں جو کہ زندہ زبانوں میں شمار ہوتی تھی۔ آج معلومیت کے خطرے سے دوچار ہیں۔ کئی زبانیں دم توڑ چکی ہیں۔ جس کی وجہ صرف ہمارے نظام تعلیم میں ان کو جگہ نہ دینا ہے ضروری ہے کہ حکومت کی طرف سے ایسے انتظامات کیے جائیں اور کسی بھی علاقے کی مخصوص زبانوں کو بچانے کے لیے سرکاری سکولوں میں ان کی تدریس کو یقینی بنایا جائے۔ یہ عمل ان زبانوں کو معدوم ہونے سے بچانے کی ایک کڑی ہو سکتا ہے۔

گلگت بلتستان کی تعلیمی پالیسی کے اغراض و مقاصد میں ان مسائل اور چیلنجز کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے جس سے آنے والے دنوں میں اساتذہ کو نبرد آزما ہونا ہو گا۔ اس حوالے سے انہوں نے اساتذہ کی تربیت کے لیے مختلف نظام وضع کیے ہیں جس میں پالیسی میکنگ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اساتذہ کی تربیت کے لیے انہیں اشنا کروایا گیا ہے کہ انہیں لیسن پلاننگ کس طرح سے کرنی ہے اور اپنے سبق کو کن ٹیکنیکس سے بچوں کو سمجھانا ہے کہ وہ آسانی سے سمجھ سکیں اور تعلیم کا وہ مقصد جو کہ بچے کی ذہنی نشو نما کرنا ہے اس کو پروان چڑھایا جا سکے۔ اس لیے اساتذہ کی ان عملی مشکوں میں بچوں کے تعلیمی معیار کو بہتر بنایا ہے جس سے خاطر خواہ بہتر نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ اس حوالے سے اساتذہ کو مکمل ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ بچوں کی جانچ پرکھ کے لیے کس طرح کے امتحانی طریقہ کار اپنا سکتے ہیں اور بچے کے اندر موجود صلاحیتوں کو مزید نکھار سکتے ہیں۔ اس حوالے سے عملی اقدامات ہی تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کے لیے کارگر ثابت ہو سکتے ہیں جو گلگت بلتستان کے تعلیمی نظام میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

7۔ آزاد کشمیر کی تعلیمی پالیسی:

آزاد کشمیر کی تعلیمی پالیسی 2021 میں وضع کی گئی ہے جو کہ یعنی دس سالوں کے لیے مخصوص کی گئی ہے۔ یہ تعلیمی پالیسی ب نیادی طور پر اٹھ ستونوں پر استوار کی گئی ہے جو کہ آزاد کشمیر کی تعلیمی پالیسی کے اہم نکات کی وضاحت کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر تعلیمی پالیسی کے اغراض و مقاصد بھی اپنے طالب علموں تک جدید تعلیم کو آسان ذریعے سے پہنچانا اور ان میں تعلیم دینا ہے۔۔ آزاد کشمیر کی تعلیمی پالیسی کو اٹھ چیپٹرز میں بیان کیا گیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ بچوں میں اپنا مقصد ویژن اور گول کس طرح سے حاصل کرنا ہے۔

بنیادی طور پر اس حوالے سے کئی طرح کی عملی اصلاحات کی گئی ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ اسلامک ایجوکیشن ضروری ہے۔ پرائمری ایلیمنٹری ایجوکیشن میں بنیادی طور پر ایسے مضامین کی ضرورت ہے جو انہیں آئندہ انے والی کلاسوں میں مددگار ثابت ہوں۔ اس حوالے سے بنیادی تعلیمی سسٹم میں تبدیلی کی گئی ہے۔ آزاد کشمیر کے تعلیمی نظام کی زبان بھی انگریزی ہے اور انگریزی میں ہی تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں اردو کو بطور مضمون پڑھایا جاتا ہے جب کہ ایجوکیشن سسٹم کی زبان انگریزی ہے۔ اس حوالے سے ماضی میں اردو زبان تمام مضامین کی زبان ہوا کرتی تھی لیکن وفا کے اس سسٹم کو تمام ہی صوبوں میں یکساں طور پر رائج کیا گیا اور نظام تعلیم اور سلیبس کی زبان کو انگریزی قرار دیا گیا ۔ جس کی وجہ سے کئی عملی اصلاحات کی ضرورت پڑی۔ اس لیے کہ اس سے پہلے انگریزی کو بطور مضمون پڑھایا جاتا تھا ۔ اس حوالے سے عملی اصلاحات میں ٹیچرز کو مختلف طرح سے ٹریننگ کروائی گئیں۔

نئے سلیبس کا تعارف کروایا گیا اور اس کو تدریسی مراحل سے گزارنے کے لیے عملی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا ۔ جس کے ذریعے تعلیم کی عملی شکل کو بہتر بنایا گیا تاکہ طالب علم آسانی سے نئے مضامین کو پڑھ سکیں اور اس میں دلچسپی قائم کرسکیں اس حوالے سے اساتذہ کو لیسن پلاننگ کے حوالے سے بھی مختلف ورکشاپس کروائی گئیں اور اس میں اس میں سلیبس کے مطابق کس طرح سے بچوں کو تعلیم دینی ہے اس پر بات کی گئی اس کے ساتھ سکولوں کے نظام کے لیے کئی ایک طرح کی اصلاحات کی گئیں اور اپنے تعلیمی نظام میں تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ عملی سرگرمیوں کو بھی تعلیم کا حصہ بنایا گیا۔

آزاد کشمیر کی تعلیمی پالیسی میں اساتذہ کے حوالے سے کئی طرح کی نئی اصلاحات کی گئی ہیں جس میں بچوں کے حوالے سے ڈیڑھ سو بچوں پر ایک استاد مقرر کیا گیا ہے۔ یہ تعداد پہلے کافی زیادہ تھی جو کہ اب ڈیڑھ سو تک مخصوص ہو چکی ہے ب۔ نیادی طور پر ایسی اصلاحات جو کہ بچوں کے حوالے سے ہیں۔ آزاد کشمیر میں ان پر کافی توجہ دی گئی ہے اور سلیبس میں بھی ایسی چیزوں کو شامل کیا گیا ہے جو کہ بچوں کی تعلیمی نشرونما میں بہتر ثابت ہوسکے۔ اس کے لیے انہوں نے پرائمری لیول پر کئی طرح کے عملی منصوبے بنائے ہیں جو کہ بچوں کو تدریس کے ساتھ ساتھ سکھائے جاتے ہیں یہی

وجہ ہے کہ یہاں پر مخصوص اساتذہ نظام تعلیم کی عملی پالیسیوں کو اپناتے ہوئے تعلیمی عمل کو سر انجام دے رہے ہیں۔

ان مقاصد میں اولین ترجیح اساتذہ کی تربیت کو حاصل ہے جو عملی ورکشاپ کے ذریعے پڑھانے اور لیسن پلین کی تربیت کو حاصل کر سکیں گے۔ اس حوالے سے آزاد کشمیر کے نظام تعلیم میں کئی ایسے نقاط کو واضح کیا گیا ہے جو کہ آزاد کشمیر کے مختلف سکولوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑتی ہے۔ ان سکولوں کی مکمل رہنمائی کی جاتی ہے اور وہاں پر تعلیمی عمل کو بہتر کروانے کے لیے ایک ہی طرح کے عملی اقدامات کئی سکولوں میں انجام دیے جاتے ہیں جو کہ تعلیمی نظام کو بہتر کرنے اور اساتذہ کی تدریسی صلاحیتوں کو بہتر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یہاں سے اساتذہ کی تربیت ہوتی ہے ۔ سلیبس کو بہتر طریقے سے پڑھانے کے قابل ہوتے ہیں جس سے بچوں کو بھی اسانی سے سمجھ آتی ہے اور تعلیم کی طرف ان کا رحجان بھی بڑھتا ہے۔ جس سے بچوں کی ذہنی نشر ونما ہوتی ہے اور وہ پڑھنے لکھنے اور نئی باتوں کو سمجھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ بنیادی طور پر تعلیمی نظام کے ڈھانچے میں ایسی تبدیلیاں کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو طالب علموں کی تعلیم و تربیت میں کارگر ثابت ہوں۔

تعلیمی پالیسیوں کا مجموعی جائزہ:

پاکستان کے تعلیمی نظام میں وفاقی اور صوبائی تعلیمی پالیسیوں میں مختلف طرح کے اشتراکات و اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جن میں اہم اشتراکات و اختلافت کو بیان کیا گیا ہے۔

اشتراکات:

پاکستان کی صوبائی تعلیمی پالیسیوں میں کئی طرح کے اشتراکات موجود ہیں جن کو درج ذیل نکات میں بیان کیا گیا ہے۔

1۔ پاکستان کی تعلیمی پالیسیوں میں سب سے پہلا اشتراک انگریزی زبان میں ذریعہ تعلیم کا ہے، یہ نظام چونکہ سب سے پہلے وفاقی نظامت تعلیمات نے شروع کروایا تھا اور تمام مضامین کو اردو کی بجائے انگریزی زبان میں پڑھایا جائے۔ اس کے بعد اس قانون کو صوبوں پر بھ ی لاگو کیا گیا اور اب تمام صوبوں میں یکساں طور پر تعلیم کی زبان انگریزی ہے۔ اردو صرف مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ماضی میں ایسا نہیں تھا بلکہ صوبوں میں قومی اور علاقائی زبانوں میں تعلیم دی جاتی تھی اب جب کہ اس نظام کو منظم کرتے ہوئے انگریزی زبان میں ہی سلیبس پڑھایا جاتا ہے۔

2۔ صوبائی سطح پر تعلیمی پالیسی میں غیر نصابی سرگرمیوں کو ایک جیسی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان کے مختلف صوبوں میں ایک ہی طرح سے غیر نصابی سرگرمیوں کو انجام دیا جاتا ہے۔ جس میں سب سے پہلا کھیلوں کے مقابلے،

ت قاریری مقابلے اور سائنسی مقابلے شامل ہیں۔ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ آزاد کشمیر، گلگت بلتستان اور پنجاب کی تعلیمی پالیسیوں میں غیر نصابی سرگرمیوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس کے بچوں پر اثرات کو بھی بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے غیر نصابی سرگرمیاں اداروں میں ضرور ہونی چاہیے۔ اس سے طالب علموں کی ذہنی نشرونما پر خاطر خواہ اثر پڑے گا اور وہ بہتر طور پر معاشرے کے فعال رکن بن کر زندگی گزار سکیں گے۔

3۔ صوبائی سطح پر تمام صوبوں میں یکساں اساتذہ کی تربیت کی ورکشاپ کروائی جاتی ہیں جس سے اساتذہ نئے س لیبس کو جاننے اور اسے بچوں کو پڑھانے اور لیسن پلاننگ کی تعلیم کو بہتر کرنے کے لیے ان ورکشاپ کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ ٹیچرز بچوں کو جدید ٹیکنیکس کے مطابق تعلیم دے سکیں۔ بنیادی طور پر یہ عمل تمام صوبوں میں یکساں طور پر انجام دیا جاتا ہے لیکن صوبہ بلوچستان اور خیبر پختون خواہ میں اس کی صورتحال زیادہ بہتر نہیں ہے۔ اس حوالے سے ورکشاپ بنیادی طور پر اساتذہ کی تربیت کرتی ہیں جس سے وہ بچوں کو بہتر طریقے سے پڑھا سکتے ہیں۔

4۔ تمام صوبوں میں بچوں کی جانچ پرکھ کے طریقے اور امتحانات کے طریقہ کار بھی ایک جیسے ہیں ہمارے ہاں عموما اینول سطح پر امتحانات لیے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کی جانچ پرکھ کے لیے انہیں کچھ اسائنمنٹس دی جاتی ہیں جو کہ انہیں کلاس روم میں اور گھر سے کر کے آنی ہوتی ہیں۔ اس میں عموما بچے اپنا پڑھا ہوا سبق یاد کرتے اور اصل کاپیوں میں لکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سوال جوابات کا سلسلہ بھی کلاس روم میں جاری رہتا ہے۔ بنیادی طور پر طالب علموں کی جانچ پرکھ کے طریقہ کار بھی ہماری تعلیمی پالیسیوں میں ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ ان طریقہ کار کو وضع کرنے کے لیے سینیئر اساتذہ کی مشاورت سے ان کو سالانہ سطح پر آگے بڑھایا جاتا ہے۔

5۔ صوبائی پالیسیوں میں سکولوں کے انفراسٹرکچر کو بہتر کرنے کے لیے بھی ایک ہی طرح کے انتظامات کیے گئے ہیں۔ جس میں بلڈنگز اور امارات کو بہتر کرنا اور ان سہولیات کا سکولوں اور کالجوں میں باہم پہنچانا۔ جس کی طالب علموں کو ضرورت ہے اس حوالے سے تعلیمی پالی سیوں میں ایک ہی طرح کے معاملات سرانجام دیے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کا تعلق فنڈز سے بھی ہوتا ہے اور جتنا فنڈ ادارے کو دیا جاتا ہے اس میں رہتے ہوئے انہیں اپنی حالت کو درست کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح سے غیر ذمہ داری سے فنڈز کا استعمال بھی ہمارے اداروں کو ناقص بناتا ہے۔ جس میں ان کا انفراسٹرکچر بہتر نہیں ہوتا۔ اس حوالے سے بلوچستان سندھ کے کئی علاقے ایسے ہیں جن کے سکولوں کی حالت بہت خراب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں فنڈز ٹائم پر نہیں ملتے یا فنڈز کا استعمال بہتر طریقے سے نہیں ہو پاتا۔ اس حوالے سے صوبائی سطح پر ایک ہی طرح کے انتظامات کیے گئے ہیں جو کہ اداروں کی ضروریات کے لیے ناکافی ہیں۔ ضروری ہے کہ اس حوالے سے نئی منصوبہ بندی کی جائے تاکہ اداروں کے انفراسٹرکچر کو بہتر کیا جائے اور طالب علموں کو مزید

سہولیات باہم پہنچانے کے لیے نئے اقدامات کیے جائیں۔

اختلافات:

1۔ صوبائی سطح پر طالب علموں کے نصاب کے حوالے سے کئی طرح کے اختلافات موجود ہیں جو کہ صوبائی سطح پر ہیں ۔اس حوالے سے تمام صوبوں نے اپنے تعلیمی نظام کو مد نظر رکھتے ہوئے نصاب ترتیب دیا ہے۔ اردو کا نصاب بھی مختلف صوبوں میں مختلف طریقوں سے پڑھایا جاتا ہے جس سے نہ درست اردو بولنے کا رواج عام ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے فیڈرل گورنمنٹ کو چاہیے کہ وہ اردو کا کوئی ایسا نصاب مقرر کرے جو تمام صوبوں میں یکساں طور پر پڑھایا جائے۔ اس حوالے سے قواعد و انشاء اور گرامر کے بھی اصول و قواعد کو ایک ہی طرح سے تمام صوبوں میں پڑھایا جائے جس سے درست اردو بولی جائے گی اور تمام صوبوں میں یکساں طریقے سے اردو رائج ہو گی۔ اس حوالے سے کئی اور مضامین میں بھی اختلافات موجود ہیں جو کہ صوبائی سطح پر اپنی اپنی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا ہے۔ اسلامیات کے حوالے سے بھی اختلافات موجود ہیں کئی صوبوں میں اسلامیات کو اردو زبان میں پڑھایا جاتا ہے جبکہ کئی صوبوں میں اسے انگریزی زبان میں پڑھایا جاتا ہے اور بچوں کو امتحان بھی انگریزی زبان میں دینا ہوتا ہے۔

2۔ پاکستان کے نظام تعلیم میں صوبائی سطح پر مقامی زبانوں کو سکول سے خارج کر دیا گیا ہے۔ سکول میں کسی بھ ی طرح کی مقامی زبان کو نہیں پڑھایا جاتا جبکہ سندھ اور خیبر پختون خواہ کے کئی علاقوں میں مقامی زبان کو پرائمری اور ایلیمنٹری لیول پر پڑھایا جاتا ہے۔ بعض سکولوں میں ایلیمنٹری لیول پر مقامی زبان اختیاری مضمون کی حیثیت سے موجود ہے اور کئی سکولوں میں اسے لازمی مضمون کی حیثیت دے گئی ہے۔ اس حوالے سے کئی طرح کے اختلافات موجود ہیں جو کہ صوبائی سطح پر دیکھنے میں نظر آتے ہیں۔ مقامی زبانوں کے حوالے سے ایک اہم بات یہ ہے کہ مقامی زبانوں کو سکول سے خارج کرنے کا مطلب انہیں معدومیت کی طرف دھکیلنا ہے۔ اس لیے کہ جو زبانیں آگے بڑھتی نہیں ہیں، آنے والی نسلیں ان زبانوں کو سیکھتی نہیں ہیں تو وہ زبان معدوم ہو جاتی ہیں اور ان کے بولنے والے کم رہ جاتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم بول چال کے ساتھ ساتھ سکول میں ان زبانوں کو لکھنا اور پڑھنا بھی سیکھیں۔ جس سے مقامی زبانوں کے ادب کو بھی فروغ حاصل ہو گا اور طالب علم اپنی زبان میں زیادہ دلچسپی لے کر تعلیم حاصل کریں گے۔

3۔ صوبائی سطح پر تعلیمی اداروں کے چیک اینڈ بیلنس کا نظام بھی کئی حوالوں سے مختلف ہے۔ اس حوالے سے مختلف صوبائی سطح پر انتظامات کیے جاتے ہیں جو سکولوں کے تعلیمی نظام اور ایڈمنسٹریشن کے نظ ام کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہ نظام بھی بنیادی طور پر کئی طرح کے اختلافات کا شکار ہے۔ اس میں اداروں کو کئی نادرن اور اربن ایریا اف میں تقسیم کیا گیا ہوتا ہے جس میں کئی یونٹ شامل ہوتے ہیں اور ان یونٹ کو چیک کرنے والے مختلف طریقوں سے اس انتظام کو سرانجام

دیتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ نظام بھی کئی طرح کے اختلافات کا شکار ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہوتی ہے کہ ہر صوبے کا انتظامی معاملات اپنی بنائی ہوئی پالیسیوں کے مطابق عمل پذیر ہوتا ہے۔ اس لیے ہر صوبے کی انتظامی پالیسیاں مختلف ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ اختلافات بنیادی نوعیت کے نہیں بلکہ ان کے جزوی معاملات میں اختلافات موجود ہوتے ہیں۔

4۔ صوبائی سطح پر پڑھانے کے مختلف طریقہ کار اساتذہ اپناتے ہیں۔ اس حوالے سے کوئی مخصوص طریقہ کار موجود نہیں ہیں جو کہ تمام صوبوں میں یکساں طریقے سے موجود ہوں بلکہ یہاں پر اساتذہ کی تربیتی ورکشاپ پر یہ عمل منحصر ہوتا ہے ۔ جس قدر طالب علموں نصاب کے ساتھ ہم ان ہونے کی ٹکنیک کے ساتھ پڑھائیں گے تو زیادہ بہتر نتائج حاصل ہوں گے ۔ اس حوالے سے تمام صوبوں میں مختلف طرح کی ٹکنیک سے بچوں کو پڑھایا جاتا ہے اور سلیبس کو مکمل کروانے میں مختلف طرح کے طریقہ کار اپنائے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے کوئی متفقہ لاہ عمل موجود نہیں ہے جو تمام صوبوں میں یکساں طریقے سے کام کرے۔ اس حوالے سے تمام صوبوں کی پالیسیاں ہی وہ طریقہ کار وضع کرتی ہیں جس کے مطابق اساتذہ بچوں کو کی تعلیم وتربیت میں کردار ادا کر سکیں گے۔

5۔ صوبائی سطح پر اردو زبان کی تدریس کے بھی مختلف طریقہ ہائی کارائج ہیں۔ اس حوالے سے تمام صوبوں کو ایک یکساں نصاب کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ اردو ہماری قومی زبان ہے اور اس زبان کو یکساں طریقے سے تمام صوبوں میں پڑھانا چاہیے۔ اس کے قواعد وانشاء اور گرامر کے اصول وضوابط کو بھی ایک ہی طرح سے سکولوں اور تعلیمی اداروں میں پڑھانا چاہیے تاکہ ایک ہی طرح کی اردو بولی جائے۔ یہ عمل قومی یکجہتی کو فروغ دے گا اور ہم بحثیت قوم اردو زبان کے ساتھ ہم اہنگی محسوس کریں گے۔ یہ عمل بنیادی طور پر تمام صوبوں میں یکساں طریقے سے سرانجام دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اردو زبان کو سیکھنے اور بولنے میں کئی طرح کے مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک عمومی رویے کے مطابق پاکستان کے مختلف صوبوں میں اردو بولنے والے اپنے لہجوں سے ہی پہچانے جاتے ہیں اور لہجوں کے ساتھ ساتھ اردو کے جملوں کی بناوٹ اور اس کے الفاظ کا درست انتخاب بھی کئی طرح کے اختلافات کا شکار ہے جو کہ حکومت کی سستی کی وجہ سے وقوع پذیر ہورہاہے۔ اس لیے کہ قومی زبان کا ایک ہی نصاب مقرر کرنا چاہیے تاکہ بہتر طریقے سے اپنی قومی زبان کی تعلیم کو عام کیا جائے اور قومی یکجہتی کو فروغ دینے کے رویے عام ہوں۔

حوالہ جات

۱۔ جیلانی کامران، انگریزی زبان اور ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۸۵، ص نمبر ۳۲

۲۔ ڈاکٹر سلیمان اطہر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۱۲، ص ۹۹

۳۔ ایضاً، ص ۲۴۷

۴۔ ڈاکٹر انور سدید، مشمولہ قومی زبان کی ترقی میں صوبوں کا حصہ، مرتب، ڈاکٹر اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۵، ص ۹۳

۵۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل، منتخب اخبارات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸، ص ۱۳۳

۶۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ، دفتری زبان کا نصاب تعلیم سے تعلق، مشمولہ، منتخب اخبارات اردو، ڈاکٹر معین الدین عقیل، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۸، ص ۱۷۹

۷۔ ڈاکٹر انور سدید، قومی زبان وادب کی ترقی میں پنجاب کا حصہ، مشمولہ، قومی زبان کی ترقی میں صوبوں کا حصہ، مرتب، ڈاکٹر اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ص ۹۵

۸۔ ڈاکٹر سلیمان اطہر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۱۲، ص ۱۷

۹۔ طارق رحمان، ڈاکٹر، پاکستان کی مادری زبانیں تکلم اور شناخت کے مسائل، ترجمہ وترتیب، احمد سلیم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۰، ص ۴۳

۱۰- Skutnabb-Kangas, T. (1988) "Multilingualism and the education of minority children." Minority Education: From Shame to Struggle. 9-44

۱۱- Branson, J. E. and D. B. Miller (1993) `Sign Language, the Deaf and the Epistemic Violence of Mainstreaming', Language and Education -41

۱۲۔ José Martinez. 1987. Study of the problem of discrimination against indigenous populations. Final report submitted by the Special Rapporteur, Mr. José Martínez Cobo. New York

١٣- Roosevelt, Franklin. 1917. Roosevelt demands race fusion here. New York Times, 10 September

١٤- Skutnaab Kangas Since most forms and levels of the "education of the State" (14.2) use the "State" languages as a medium, the child cannot have access to this education without knowing the State language. p=89-90

باب: دوم

اردو کے مقابلے میں انگریزی کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیح کے مضمرات کا جائزہ

اُردو زبان کے مقابلے میں انگریزی زبان کو بطور ذریعہ تعلیم ترجیح کے مضمرات کا جائزہ لینے سے پہلے انگریزی کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیح کی نو آبادیاتی اور استعماری تناظر میں وضاحت ضروری ہے کہ اس سے انگریزی زبان کی نو آبادیاتی پس منظر سے آگاہی ہو گی اور ان کے استعماریت کے رویے کو سمجھنے کا موقع ملے گا۔

اس سے پہلے کہ نو آبادیات اور استعماریت تناظر کی وضاحت کی جائے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ کیا ہے؟ اس کی تعریف کس طرح سے ممکن ہے۔ اردو میں نو آبادیات کے حوالے سے کئی ناقدین نے مضامین تحریر کئے ہیں جو کہ نو آبادیاتی نظام کے تاریخی پس منظر، برصغیر میں نو آبادیاتی نظام اور اس کے بین الاقوامی منظر نامے کو واضح کرتے ہیں ۔اس مطالعہ میں یورپی اور برطانوی نو آبادیات کے حوالے سے ذکر ملتا ہے۔ جنہوں نے دنیا میں نو آبادیاتی نظام کو ایک منصوبے کے ساتھ پھیلایا اور اپنے مفادات کی تکمیل کی۔ اس سے دنیا کے نظام میں تبدیلی واقع ہوئی اور نو آبادیات کے استعماری تسلط کے اثرات واضح ہونا شروع ہوئے۔

نو آبادیات کے لیے انگریزی میں colonialism کا لفظ استعمال ہوتا ہے. اردو میں اس کے مترادف کے طور پر نو آبادیات کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ڈکشنری آف دا انگریزی لینگوئج کے انسائیکلو پیڈیا میں نو آبادیات کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

> "The policy of nation seeking to acquire intend or retain overseas dependencies"(1)

نو آبادیات کے حوالے سے ڈاکٹر مبارک علی، طاہر کامران، ڈاکٹر ناصر عباس نیر، محمد رؤف، ڈاکٹر روش ندیم، شمس الرحمن فاروقی، ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی اور عامر سہیل وغیرہ نے متعدد ایسے مضامین تحریر کیے ہیں جن میں نو آبادیات کی اصطلاح کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ انگریزی ذریعہ تعلیم بھی بنیادی طور پر نو آبادیاتی سماج کا حصہ ہے جس کے اثرات ان علاقوں پر نظر آتے ہیں جہاں پر اس کی استعماری قوتوں نے ایک خاص نظام کے تحت اس کو آگے بڑھایا تھا۔

انگریزی زبان کے نو آبادیات کو تفصیل سے جاننے کے لئے اس کے پس منظر کو جانا ضروری ہے جس کے تحت یہ نظام آگے بڑھ کر ان قوموں پر وارد ہوا ہے جو ان استعماری قوتوں کا حصہ رہی ہیں۔

نو آبادیاتی نظام کو قائم کرنے کے لیے طاقتور قوتیں ایسے وسائل کا استعمال کرتی ہیں جس سے کسی بھی علاقے یا قوم کو محکوم بنا کر اپنے مفادات حاصل کرتے ہیں جو کہ پس پردہ ہوتے ہیں اور اس محکوم قوم کو کسی بھی طور ان سے آگاہی ممکن نہیں ہوتی۔ دنیا میں یہ نظام ان طاقتور قوموں نے متعارف کروایا جنہوں نے وقت کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو معاشی حوالوں سے مضبوط کیا اور ایسے علاقوں کو تلاش کیا جو معاشی لحاظ سے ان کو فائدہ دے سکتے تھے۔ اس حوالے سے بہت سے ناقدین نے آراء پیش کی ہیں اور طاقتور اور محکوم کے فلسفے اور خاص طور پر استعماری طاقتوں کے تسلسل سے جو نظام شروع ہوا اس نے ان قوموں پر کیا اثرات مرتب کیے جو ایک عرصے تک نو آبادیاتی نظام کے تسلط میں رہے ہیں۔ نو آبادیاتی نظام کیوں اور کیسے شروع ہوا اور اس کے مقاصد کیا تھے۔

اس سے متعلق انورسن رائے لکھتے ہیں۔

"نو آبادیاتی نظام شروع ہوا تو اس لیے ہوا کہ طاقتور کے پاس
معاشی وسائل ختم ہو گئے تو انہوں نے آس پاس کے کمزور کو فتح
کیا اور ان کے وسائل پر قبضہ کر لیا اور ان سے جبری محنت کروائی
حاکم اور محکوم طبقاتی طور پر الگ ہوئے تو استعمار کی اصطلاح پیدا
ہوئی جس کے اولین معنی کسی علاقے میں انسانوں کے درمیان غیر
مساوی تعلقات بنائے جاتے ہیں جسے بعد میں ایڈورڈ سعید نے
زیادہ واضح طور پر بالا دست اور زیر دست کی تقسیم اور امتیاز قرار دے
کر واضح کیا"[۲]

دنیا کے طاقتور ممالک کے درمیان جب معاشی جنگ کا آغاز ہوا تو انہوں نے ایسے علاقوں کا رخ کیا جہاں حکومتیں کمزور تھیں اور عوام کے حقوق کا تحفظ بھی نہیں کیا جا رہا تھا۔۔ ان طاقتور ممالک نے کمزور علاقے کے لیڈروں اور سیاسی اثر ور سوخ رکھنے والوں کو اپنی قیادت کا حصہ بنایا۔ اور مقامی علاقوں میں اثر ور سوخ پیدا کیا اور ان علاقوں سے خوب دولت سمیٹی۔ یہاں پر مقامی لوگوں کا ہر طرح سے استحصال کیا گیا اور عسکری طاقت کے ذریعے ان کو کنٹرول کر کے وہ مفادات حاصل کیے گئے جو کے پس پردہ کار فرما تھے۔ بنیادی طور پر نو آبادیاتی نظام کیا ہے اور نو آبادیات کی تعریف کس طرح ممکن ہے۔ اس کے حوالے سے ناقدین نے مختلف الفاظ میں اس کو بیان کیا ہے اور اس کے ان اہم

پہلوؤں پر بات کی ہے جو نو آبادیات کی تعریف کو ممکن بناتے ہیں۔اس حوالے سے محمد رؤف نو آبادیات کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"نو آبادیات کا لفظ آبادی سے اسم جمع ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں نئ آبادی یا نئ بستی۔ کالونی کا لفظ بنیادی طور پر لاطینی اصطلاح colonia سے نکلا ہے جس کا مطلب کچھ منظم افراد کا کسی دوسری انسانی آبادی کو یر غمال بنا کر اس کے استحصال کے لیے وہاں اپنی نئ آبادیاں قائم کرنا ہے"(۳)

نو آبادیات کا بنیادی مقصد نئے علاقوں کی تلاش اور معاش کے لیے وسائل پیدا کرنا تھا۔دوسری جنگ عظیم میں کم و بیش پوری دنیا نے حصہ لیا اور بہت سے طاقتور ممالک نے اپنا سرمایہ بھی جنگ میں استعمال کیا۔یہ جنگ کافی دیر تک جاری رہی اور دنیا کو معاشی تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔یہ ایسا دور تھا کہ طاقت ور اقوام نے جہاں اپنی کالونیاں بنائی ہوئی تھیں وہاں معاشی ابتری کا سامنا بھی کرنا پڑا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ استعماری قوت رکھنے والی قوموں نے بہت سے علاقوں میں کاروباری منصوبے شروع کیے۔جس سے وہاں کے مقامی لوگوں کو یہ لگتا تھا کہ ان کے لیے فائدہ مند ہیں لیکن انھوں نے اپنی معشیت کو بڑھانے کے لیے مقامی افراد کا استحصال کیا اور ہر طرح کے وسائل پر استعماری قوت کے ذریعے حاوی ہو گئے۔جی۔آر۔مری نو آبادیات کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"نو آبادیاتی نظام میں آپ کے اوپر دوسری زبان مسلط کی جاتی ہے۔ نو آبادیاتی نظام کے تحت آپ کی زبان کو کم ترین ثابت کرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے اور اسی طرح آپ اپنی زبان ثقافت اور روایت کو بھول جاتے ہیں اور غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں---نو آبادیاتی نظام میں وقت کے ساتھ ساتھ طبقاتی نظام جنم لیتا ہے"(۴)

دراصل یہ نو آبادیاتی مقاصد اور استعماری نظام کے تسلسل کو قائم رکھنے کی ایک سوچی سمجھی کوشش ہے لہذا اہم انگریزی زبان کا نو آبادیاتی اور استعماری تناظر جانتے ہیں کہ اس میں سماجی مرتبہ، علمی فوقیت اور معاشی مرتبہ زبان کو کس حد تک ہے اور بطور ذریعہ تعلیم انگریزی کے مثبت اور منفی پہلو کیسے ہمارے نظام تعلیم کو متاثر کر رہے ہیں۔نو آبادیاتی نظام ایسا سیاسی، معاشی اور ثقافتی نظام ہے جس میں ایک ملک اپنی طاقت کی بنا پر دوسرے ملک کو ہر لحاظ سے مفلوج کرنے کی کوشش کرتا ہے اور غالب ملک کو ہر لحاظ سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

عامر سہیل نو آبادیات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"جب نو آبادیاتی نظام کی بات ہوتی ہے تو اس سے مراد ایک ایسا نظام ہے
جس میں استعمار کار اپنی نو آبادی میں ملوث یہاں کے باشندے کی ثقافت کے
ہر پہلو کو کم تر ظاہر کر کے اپنی استعماری ثقافت کو محکوم قوم پر مسلط کرتا ہے۔"(۵)

بنیادی طور پر طاقتور قومیں استعماری طاقت کے بل بوتے پر ہی کسی علاقے میں آگے بڑھتی ہیں۔ ان کا رویہ استحصال پر مبنی اور غیر مساوی ہوتا ہے۔ یہاں پر طاقتور طبقہ اپنے نقطہ نظر سے سوچتا ہے اور خود کو معاشی طور پر مستحکم کرنے اور دنیا میں آگے بڑھنے کی غرض سے کمزور قوموں کو اپنے مقاصد کو پورے کرنے کا آلہ کار سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کا بنیادی حق ہے۔ بنیادی طور پر طاقت کا فلسفہ اس نقطہ نظر سے عاری ہوتا ہے جس کا سامنا محکوم کو کرنا پڑتا ہے۔

نو آبادیات کا بنیادی مقصد نئے علاقوں کی تلاش اور معاش کے لیے نئے وسائل پیدا کرنا تھا۔ یہ وسائل بنیادی طور پر اس طبقہ کا استحصال کر کے حاصل کئے جاتے جو ان کے تسلط میں ہوتی۔ دوسری جنگ عظیم میں کم و بیش پوری دنیا نے حصہ لیا تھا اور بہت سے طاقتور ممالک نے اپنا سرمایہ جنگ میں استعمال کیا۔ دنیا نے دیکھا کہ آنے والے دنوں میں اس کے نتائج بھیانک نکلے۔ اس لئے کہ یہ جنگ کافی دیر جاری رہی اور دنیا کو معاشی تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ایسا دور تھا کہ طاقت ور اقوام نے جہاں بھی اپنی کالونیاں بنائی ہوئی تھی وہاں سے وہاں سے لایا گیا جس کی وجہ سے دنیا کو بدترین معاشی ابتری کا سامنا کرنا پڑا۔ طاقتور ممالک جنہوں نے دنیا کے مختلف حصوں میں کالونیاں بنائی ہوئی تھیں وہ جنگ اور معاشی مشکلات کی وجہ سے ان پر توجہ نہ دے سکے جس کی وجہ سے آہستہ آہستہ علاقوں میں ان کا اثر و رسوخ کم ہوتا گیا اور مقامی حکمرانوں نے ان کی جگہ لے لی۔ طاقتور ممالک نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا کے بہت سے علاقوں میں کاروباری منصوبے شروع کیے اور اپنی ساکھ کو مضبوط کرنے کے لیے ان علاقوں میں متعدد ایسے نئے منصوبے شروع کیے جس سے مقامی عوام کو یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ ان کے فائدے کے لیے ہے لیکن ایسی طاقتوں نے خود کو منظم کرنے اور اپنی معیشت کو بڑھانے کے لئے مقامی افراد کا استحصال کیا اور ہر طرح کے وسائل پر استعماری قوت کے ذریعہ حاوی ہو گئے۔

نو آبادیاتی فکر کسی بھی علاقے میں پوری طرح سے اپنا نظام وضع کرتی ہے۔ بنیادی طور پر سیاسی اثر و رسوخ سے ہی یہ معاملات آگے بڑھتے ہیں اور مقامی، لیڈر، وڈیرے اور نواب جب کسی ایسے نظام کی طرف داری کرتے ہیں تو عام لوگ ان پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ایسے نئے منصوبے عمل میں لائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے عوام بھی نو وارد قوم کو اچھا سمجھنے لگتے ہیں اور پھر یہ اپنے مفادات جو معیشت کو بہتر کرنے کے لیے بنائے جاتے ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر تمام استحصالی رویوں کو ایک شکر کی گولی کی طرح اس قوم کو کھلا دیتے ہیں۔ جس

کے اثر سے وہ تمام عمر نہیں نکل پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے جانے کے بعد بھی انگریزی تعلیم کا سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ عوام بھی انگریزی زبان کو اچھا اور علمی سمجھتی ہے۔ برصغیر میں آج بھی روانی سے انگریزی بولنے والے کو اعلٰی تعلیم یافتہ تصور کیا جاتا ہے۔ لہذا اردو کا جاننا اور اس کو فروغ دینا بھی اک استعماری حربی تھا اور یہی سے اردو ہندی تنازعہ کی صورت میں ایسے فساد برپا کیے اور نو آبادیاتی نظام کے تحت ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ مقامی لوگوں کو کیسے اور کون سی تعلیم دی جائے۔ اسی بنا پر ذریعہ تعلیم اختیار کیا گیا اور اسی نو آبادیاتی تعلیم نے استعماری نظام کو فروغ دیا۔

الف: انگریزی زبان کا نو آبادیاتی اور استعماری تناظر

انگریزی زبان کا نو آبادیاتی اور استعماری تناظر کے پس منظر کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ برطانوی سامراج کے اس عمل کا مطالعہ کیا جائے جس سے برصغیر میں نو آبادیات کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس رویے کی ابتدا بنیادی طور پر سولھویں صدی میں ہوئی جب برطانوی، امریکی، جاپانیوں نے دنیا میں مختلف جگہ پر اپنی نو آبادیاتی کالونیاں بنائی اور تجارتی مراکز سے وہاں پر رہتے ہوئے وسائل پر قابض ہوئے۔ برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی بنیادی طور پر نو آبادیاتی نظام کو آگے بڑھانے کا ذریعہ تھی جس میں اصول و قوانین وضع ہوئے اور برطانویوں نے وہ فوائد حاصل کیے جس کے لیے انہوں نے برصغیر کا رخ کیا تھا۔

اس حوالے سے جیلانی کامران لکھتے ہیں۔

> "برصغیر کی تاریخ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے سے ایک بدلی ہوئی ترتیب کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ پالیسی کی جنگ نے ایک تجارتی ادارے کو حکمران اور بااقتدار ادارے میں بدل دیا تاہم یہ صورت محض ایک معروضی حقیقت تھی اور اسے برصغیر کے ادب حکمران کے مطابق قانونی جواز حاصل نہ تھا۔ بکسر کی لڑائی 1764 نے جہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کو ایک فوجی قوت کے طور پر تسلیم کیا وہیں انڈیا کمپنی دیوانی مراعات حاصل کر کے ایک ایسا منصب پانے میں کامیاب ہوئیں جو عموماً مغلیہ سلطنت کے صوبیداروں کا حق ہوا کرتا تھا"(٦)

بنیادی طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے تجارت کے ساتھ ساتھ یہاں کے سیاسی اور سماجی نظام کو بھی سمجھنے کی کوشش کی اور کمپنی نے ملک میں مفاد عامہ کے لیے بہت سے منصوبے بنائے جو کہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے تھے ۔اس کے پس پردہ نو آبادیاتی اقتدار بنیادی طور پر اپنے نظام کو مضبوط کر رہا تھا۔جب ان کا اثر و رسوخ بڑھا اور حکومت پر ان کی گرفت مضبوط ہوئی تو انہوں نے یہاں پر اپنی زبان کی ترویج و اشاعت شروع کی۔اس کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ اس طرز فکر کے حامی دو طرح کے گروپ تھے جن میں ذریعہ تعلیم کو موضوع بنایا جا رہا تھا۔کچھ انگریز افسروں کا کہنا یہ تھا کہ انگریزی کو ہی ذریعہ تعلیم ہونا چاہیے۔اس سے اپنی زبان کی ترویج و اشاعت اور اسے وسعت دینے کا موقع ملے گا اور دوسری طرف یہاں برصغیر کے عوام بھی جدید علوم سے روشناس ہو سکیں گے لیکن دوسرا گروپ اس کے مخالف اپنے مفادات اور اپنی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے انگریزی تعلیم کے حق میں تھا جن کا نقطہ نظر یہ بھی تھا کہ ہمیں برطانیہ سے کمپنی کے لیے ملازمین درآمد نہ کرنے پڑیں بلکہ علاقائی لوگوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ کمپنی کی مدد کر سکیں۔اس سے عوام میں اثر و رسوخ قائم رہے گا اور نظام کو سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو گی۔

نو آبادیاتی نظام کے ان صاحب اقتدار کا کہنا یہ تھا کہ انگریزی زبان ہی جدید دور کی زبان ہے جس میں نئے علوم کو سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔جبکہ دوسرا گروپ اس بات کی مخالفت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہاں برصغیر کے لوگوں پر یہ زبان مسلط نہیں کرنی چاہیے بلکہ انہیں اپنی مقامی اور تہذیبی ورثے کے ساتھ رہنے کی اجازت ہونی چاہیے۔اس سے متعلق جیلانی کامران لکھتے ہیں۔"پبلک انسٹرکشن کمپنی میں ٹریولین کا شمار اس گروپ میں شامل تھا جو انگریزی زبان کے حق میں تھا اور انگریزی کو ذریعہ تعلیم کے طور پر نافذ کرنا چاہتا تھا۔گورنر جنرل کی کونسل میں میکالے کے شامل ہونے سے کمپنی میں اورینٹل گروپ اور انگلیکن گروپ کہ ممبروں کی تعداد برابر ہو گی اور ذریعہ تعلیم اور نصاب تعلیم کا مسئلہ ایک بار پھر گورنر جنرل کی کونسل میں بڑی شدت کے ساتھ زیر بحث لایا گیا"[7] بنیادی طور پر نو آبادیات کی انگریز اشرافیہ اس عمل کے حق میں تھی کہ انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے اور وہاں کے لوگوں کو اسی زبان میں تعلیم دی جائے تا کہ وہ آگے چل کر کمپنی کے انتظامات میں معاونت کر سکیں اور ایسے مسائل جن کا براہ راست عوام کے ساتھ تعلق ہے ان میں مقامی لوگوں کی مدد لی جائے اور اپنے ایسے قابل اعتماد لوگ تیار کیے جائیں جن کی موقع پڑنے پر مدد لی جا سکے۔اسی اصول کے تحت کمپنی نے اپنے معاملات کو آگے بڑھایا اور ایسی باتوں کو نظر انداز کر دیا جو کہ کمپنی مخالفت میں سنائی دے رہی تھیں۔

ناصر عباس نیر اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

" کمپنی کے اربابِ اختیار یہ بات جان گئے تھے کہ مسلمان اور

ہندو اشرافیہ طبقات اپنی قومی شناختیں کلاسیکی زبانوں کے ذریعے
کرتے تھے اور یہی ان کی علمی زبانیں تھیں۔ چناں چہ ان زبانوں
کی سرپرستی سے دونوں طبقات کے بااثر طبقات کی ہمدردیاں حاصل
کرنا ممکن تھا۔ ہندوستان کے محدود علاقوں پر قابض ایسٹ انڈیا کمپنی
نے تعلیمی نظام کا واضح خاکہ تشکیل نہیں دیا تھا۔ "(۸)

ایسٹ انڈیا کمپنی میں نفاذ زبان کے حوالے سے جو معاملات آگے کی طرف بڑھ رہے تھے انہوں نے صاحب اقتدار طبقہ پر یہ بات واضح کر دی تھی کہ یہاں کی عوام کی تعلیم و تربیت اپنی زبانوں میں ضروری ہے لیکن دوسری طرف وہ جانتے تھے کہ انگریزی زبان ہی جدید علوم کی زبان ہے اور اس کو سیکھے بنا کبھی بھی جدید علوم پر دسترس حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہاں کے تعلیمی نظام میں اس زبان کو رائج کیا جائے اور مقامی لوگوں کو بھی یہ زبان سیکھنے کی ترویج کی جائے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے تجارت کے ساتھ ساتھ برصغیر کے سیاسی نظام کو سمجھتے ہوئے مقامی سیاست میں تجارت کے معاملات میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا تھا جس کی وجہ سے عوام میں بھی ان کی مقبولیت بڑھنے لگی لیکن وہیں پر کچھ مقامی آبادی ان کے مظالم کے خلاف آواز بھی اٹھاتی تھی جب یہ عسکری طاقت کے ذریعے وسائل پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے اور مقامی لوگوں کا طاقت کے زور پر استحصال کرتے۔ یہاں پر ایک بڑا طبقہ ایسا تھا جو کہ یہ مانتا تھا کہ فرنگی ہم سے زیادہ مہذب، پڑھے لکھے اور عقلمند ہیں جبکہ ان کی زبان بھی علمی ہے اور جدید علوم اسی زبان میں سیکھے جاسکتے ہیں۔ برصغیر میں پڑھے لکھے طبقے میں ان باتوں کی حمایت کرتے ہوئے انگریزی زبان کو سیکھا اور حکومتی عہدوں کو حاصل کرنے کے لیے انگریز اور انگریزی کلچر کے قریب ہوتے گئے۔ آگے چل کر کمپنی کی پالیسیوں میں بھی اس بات کی وضاحت کی گئی۔

اس سے متعلق جیلانی کامران لکھتے ہیں۔

"جدید علوم تک رسائی ہو اور ان علوم کی افادیت سے بہرہ مند ہوں۔
کمپنی کی پالیسی جدید علوم کی پالیسی تھی اور طریقہ تعلیم کی افادیت میں
برصغیر کو شریک کرتا تھا۔ جدید علوم کے زمرے میں انگریزی
زبان، یورپی میڈیکل سائنس، تاریخ، ریاضی، جیومیٹری، انجینرنگ، فزکس
کے علمی مضامین شامل تھے۔ ادبیات میں انگریزی ادب کی تدریس
شامل تھی فلسفہ، منطق، اکنامکس، پولیٹیکل سائنس اور دوسرے علوم آرٹ

کی تعلیم میں شمار ہوتے تھے مضامین کے اس نقشے کو دیکھتے ہوئے معلوم
ہوتا ہے کہ ارباب اختیار سائنس اور ادویات پر دراصل اصرار کرتے
تھے "(۹)

بنیادی طور پر انگریزی حکومت نے تعلیم کے حوالے سے جو معاملات وضع کیے تھے مقامی علاقوں کے نوابوں اور جاگیر داروں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور انگریزی زبان کو ہی جدید علم کا ذریعہ سمجھا۔ اس کے لیے برصغیر میں مختلف مقامات پر انگریزی کالج قائم کیے گئے تاکہ یہاں کی عوام کو انگریزی تعلیم دے کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ برصغیر کے مختلف نوابین اس دور میں یورپ پڑھائی کرنے کی غرض سے اسی منصوبہ بندی کے تحت گئے اور وہاں سے جدید علوم سیکھنے کے لیے انگریزی زبان کو ہندوستان میں پھیلانے کا سبب بنے۔ بنیادی طور پر اس کا مقصد افرادی قوت کو اکٹھا کرنا اور یہاں کے سیاسی نظام کو اپنے مقاصد کے تحت چلانا تھا جس کے لیے اسی طریقے کو بہتر خیال کیا گیا اور برصغیر میں انگریزی کی ترویج و اشاعت ہونے لگی۔ اس دور میں مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہوئے سرسید احمد خان بھی انگریزی زبان سیکھنے اور جدید علوم سے روشناس کروانے کے لیے مضامین تحریر کیا کرتے تھے جس کا مقصد اپنی عوام کو انگریزی تعلیم اور جدید علوم سے واقفیت دینا تھی۔ اس سے متعلق اکمل سومرو لکھتے ہیں کہ

"انگریزوں نے تعلیمی نظام کے ذریعے سے اپنے سیاسی نظام کو بھی طاقت
فراہم کی، چنانچہ اس کے لیے پنجاب میں جو جاگیر دار طبقہ پیدا کیا گیا تھا،
ان کے بچوں کو تعلیم دینے کا بھی بندوبست کیا گیا تاکہ مستقبل میں انگریزوں
کو اپنے قبضے کو مزید وسعت دینے کے لیے افرادی قوت میسر ہو۔
اس کے لیے برطانوی حکومت نے لاہور میں ایچ۔ ای۔ سن کالج بنایا، جبکہ
لڑکیوں کی تعلیم کے لیے کوئین میری کالج بنایا گیا۔ انگریزی زبان
کو بطور استعماری زبان نافذ کرنے میں پنجاب کی مقامی سول بیوروکریسی
نے انگریزوں کی معاونت کی۔ چنانچہ انگریزوں نے پنجاب میں تعلیمی
اداروں کا جال بچھانا شروع کیا، جس کے لیے راولپنڈی، ملتان، اور بہاولپور
کا بھی انتخاب کیا گیا۔ "(۱۰)

نو آبادیاتی فکر کے اس رویہ کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ انہوں نے طبقاتی معاملات کے ذریعے سوسائٹی کو درجہ بدرجہ تقسیم کر دیا تھا جس میں انہوں نے مختلف القابات بھی منتخب کئے تھے جو خاص خاص موقعوں پر یہاں کے

جاگیرداروں نوابوں اور دوسرے صاحب اقتدار لوگوں کو ان سے نوازا جاتا تھا اور پھر وہاں کے علاقے کا وہی کرتا دھرتا ہوتا تھا۔ انہی لوگوں نے انگریز سرکار کی ہاں میں ہاں ملائی اور یہاں کے لوگوں کو بھی اس بات پر راضی کیا کہ وہ بھی انگریزی سرکار کی تابعداری میں آگے بڑھیں کیونکہ یہ لوگ ہمارا بھلا چاہنے والے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ یہاں کے لوگ بھی پڑھ لکھ کر جدید تعلیم حاصل کر پائیں اور دنیا کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلیں۔

برطانوی سامراج بنیادی طور پر ہندوستان میں وسائل پر قابض ہونے کے لئے افرادی قوت اکٹھی کرنا چاہتا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے مقامی لوگوں کو تعلیم و تربیت اور انگریزی زبان سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے بنیادی تعلیم دی۔ برطانوی سامراج یہ نہیں چاہتا تھا کہ یہاں کے لوگوں کو تعلیم دے کر ان کے اندر شعور بیدار کیا جائے بلکہ وہ صرف یہ سمجھتے تھے کہ یہاں کی افرادی قوت کو اپنی طاقت کو بڑھانے کے لئے استعمال کیا جائے اور یہاں کے زیادہ سے زیادہ وسائل کو حاصل کیا جائے۔

اس بارے طفیل احمد سید لکھتے ہیں.

> "دراصل انگریز اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر برصغیر میں مغربی طرز کے تعلیمی ادارے کھولے گئے تو اس سے عوام میں بیداری آئے گی اور جس طرح امریکہ وغیرہ میں جدید علوم کی درس گاہیں قائم ہو جانے کے بعد ہمیں امریکیوں کو آزادی دینی پڑ گئی تھی اسی طرح برصغیر جو کہ سونے کی چڑیا سے کم نہیں ہے؛ اگر ہم نے یہاں پر جدید تعلیمی ادارے قائم کر دیے تو ایک نہ ایک دن ہمیں یہاں سے لازماً بوریا بستر گول کرنا پڑے گا؛ اس لیے بہتر یہی ہے کہ یہاں کے لوگوں کو تعلیمی لحاظ سے پسماندہ رکھا جائے۔ "(11)

نوآبادیاتی نظام تعلیم اور انگریزی زبان کی تعلیم انگریزی سامراج کے ختم ہونے کے ساتھ برصغیر میں درجہ بدرجہ یہ نظام بڑھتا رہا ہے۔ 1947 کے بعد دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ سرکاری سطح پر انگریزی زبان کی تعلیم منصوبہ بندی کے ساتھ جاری رہی ہے اور انگریزی ہمارے نصاب کا اہم حصہ رہی ہے۔ یہاں کے تمام تعلیمی مدارج میں انگریزی زبان کا سیکھنا لازمی ہے بلکہ اس زبان کو بی اے یعنی بیچلر تک لازمی قرار دیا گیا ہے۔

تقسیم کے بعد پاکستان میں بھی انگریزی زبان و ادب نے بتدریج ترقی کی ہے اور یہاں پر بھی انگریزی ذریعہ تعلیم کو بہتر قرار دیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انگریزی زبان کو بین الاقوامی زبان کا درجہ حاصل ہے اور دوسری سطح

پر آج کی جدید علمی معاملات اور فکر کو سمجھنے کے لئے انگریزی زبان کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ انگریزی زبان بولنے اور پڑھنے میں مہارت رکھنا، ہمارے علمی درجات کو بلند کرتا ہے اور حکومت کے اچھے عہدوں تک رسائی کے لیے کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ آج کل جدید ٹیکنالوجی نے بھی انگریزی زبان کو سمجھنے اور سیکھنے کی طرف راغب کیا ہے چونکہ جدید ٹیکنالوجی اور اس کا علم انگریزی زبان کے ذریعے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔ دنیا کی متعدد اقوام یہی زبان سمجھتی اور بولتی ہیں جو کہ بین الاقوامی طور پر رابطہ کا ذریعہ ہے۔ ذرائع آمد ورفت بڑھنے کی وجہ سے جن جدید معاشروں کا قیام ہوا وہاں پر انگریزی زبان کو بین الاقوامی طور پر رابطے کی زبان کا درجہ حاصل ہو گیا جس کی وجہ سے اس زبان کا سیکھنا ناگزیر ہو گیا۔ اس لیے عوام بھی اس زبان کو بہتر سمجھتے ہیں اور ہمارے تعلیمی نظام میں بھی اسے خاص اہمیت دی گئی ہے۔

جیلانی کامران اس بارے لکھتے ہیں۔

> "1947 سے انگریزی بادستور اعلیٰ تعلیم کا ایک نہایت اہم مضمون رہا ہے اور سینئر کیمرج، بی اے کے انگریزی زبان وادب کے نصاب کے ذریعے اعلیٰ تعلیم کے مقاصد میں شامل ہے۔ پبلک سروس کمیشن کے امتحان میں بھی انگریزی ادب کی حیثیت ایک اہم مضمون کی ہے اس اعتبار سے انگریزی اب ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کی ایک کثیر تعداد کی ذہنی تربیت کا حصہ ہے۔ ہمارے معاشرتی رویے بھی ادب کی تعلیم وتدریس کو اچھا سمجھتے ہیں" (۱۲)

آزادی کے بعد کے ادوار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انگریزی زبان و ادب کا مطالعہ ہمارے نصاب کا لازمی حصہ ہے۔ گزشتہ کئی ادوار سے انگریزی ادب، درجہ اول سے بی اے تک کے نصاب میں لازمی قرار پایا ہے۔ انگریزی تعلیم کی یہ شرح شروع دن سے اب تک درجہ بدرجہ بڑھتی رہی ہے اور اس تعلیم و تربیت کے حوالے سے ہماری سوسائٹی میں بھی کافی تبدیلیاں آئی ہیں۔ عوام میں انگریزی زبان بولنے والے کو پڑھا لکھا اور ذہین تصور کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے والدین اب بھی بچوں کی تعلیم وتربیت میں اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ ان کے بچے انگریزی زبان سے اچھی طرح واقفیت حاصل کریں اور روانی سے بولیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے تعلیمی نظام میں انگریزی زبان قبولیت کا درجہ حاصل کر چکی ہے اور اب تو گاؤں دیہات کے سرکاری سکول بھی انگریزی زبان کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

معاشرہ بھی انگریزی زبان وادب کی تعلیم کو بہتر سمجھتا ہے اور علمی زبان کا درجہ دیتا ہے۔ نو آبادیاتی تاریخ میں مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے جن تعمیری بنیادوں پر اس زبان کی تعلیم کو عام کیا تھا آگے چل کر وہ پھلی پھولی اور اس خطے میں عام ہو گئی۔

یہی نو آبادیات کا رویہ ہے جو کہ کسی بھی قوم پر اثر انداز ہوتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کے اثرات سامنے آتے ہیں۔ اُس وقت انگریزی زبان کو نہ سیکھنے کے حق میں بہت سے لوگ تھے اور کئی تحریکیں اٹھی تھی جنہوں نے انگریزی نہ سیکھنے کے حق میں آواز اٹھائی تھی لیکن آج ہمارے نظام تعلیم کا کوئی درجہ بھی انگریزی کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ آج کے دور میں تو علمائے کرام اور عربی پڑھنے سمجھنے والے بھی انگریزی زبان کو سیکھنا لازمی سمجھتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ رویہ آہستہ آہستہ ابھرا اور پھر دنیا میں موجود علم کو جاننے کے لیے اسی زبان کو ہی ذریعہ قرار دیا گیا۔ ایسا نہیں ہے کہ یہاں پر انگریزی تعلیم اور اسے نصاب میں لازمی قرار دینے کی بجائے ایسی آوازیں بھی بلند ہوئی جنہوں نے انگریزی زبان کے تسلط اور انگریزی فکر کو موضوع بناتے ہوئے اس پر تنقید کی اور اپنی قومی زبان کو ہی اہم قرار دیا۔

پروفیسر ڈاکٹر غازی علم دین اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "حضرت قائداعظم کے فرمان اور فیصلے کو نظر انداز کر کے انگریزی کو ہمہ گیر فوقیت دے دی گئی ہے۔ ملک کی آبادی کی ایک فیصد اشرافیہ اور نوکر شاہی 99 فیصد آبادی کا استحصال کر رہی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری نسلیں احساس کمتری کا شکار ہو گئیں۔۔۔ اتنا نقصان ہونے کے باوجود آج بھی انگریزی کو مکمل طور پر ذریعہ تعلیم بنانے کے لیے آواز اٹھ رہی ہیں۔" (۱۳)

انگریزی بطور ذریعہ تعلیم کے مضمرات کا جائزہ تین سطحوں سماجی، علمی اور معاشی مراتب کے لحاظ سے پر لیا جا سکتا ہے۔ بنیادی طور پر نو آبادیاتی نظام کی وجہ سے نو آباد کاروں نے سماجی، علمی اور معاشی سطح پر جس طرح کی تبدیلیاں پیدا کیں آگے چل کر وہی پروان چڑھی۔

ا۔ سماجی مراتب

سماجی مراتب کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو نو آبادیاتی تمدن اسی موضوع کی وضاحت کرتا ہے۔ نو آبادیات جب استعماری طاقت کے بل بوتے پر آگے بڑھتا ہے تو سماجی، معاشرتی اور تمدنی معاملات بھی اس کے ساتھ

عمل پذیر ہوتے ہیں اس لیے کہ استعماری طاقت کے بل پر ہی ان کو ہوا دی جاتی ہے اور نو آبادیات میں ایسا نظام سامنے آتا ہے جو کہ غلبیت کی فضا کو ہموار کرتا ہے۔اس کی روح سے سماجی مراتب کا تعین کیا جاتا ہے اور ان اصول و قوانین کو وضع کیا جاتا ہے جس سے مقامی آبادی پر غلبہ حاصل کیا جاسکے اور ان کے سماجی ڈھانچے کی شکل تبدیل ہو سکے۔

اس سے متعلق عامر سہیل لکھتے ہیں

"نو آباد کار جب اپنے طور پر قاعدہ قانون اصول معاشرت طرز حیات اور اداروں کی تشکیل کرے گا تو یقیناً وہ سب استعماری فائدے کے لئے ہو گا۔نو آبادیاتی سماج مقامی باشندے کی شناخت ختم کر کے اسے حاشیے پر دھکیل دیتا ہے "(۱۴)

نو آباد کار بنیادی طور پر مقامی باشندوں کو اہمیت نہیں دیتے اور نہ ہی ان کی شناخت کو قائم رہنے دیتے ہیں بلکہ ان کے مزاج آہستہ آہستہ تبدیل ہوتے ہیں اور ان لوگوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے جو اس بات کو سمجھ لیتا ہے کہ ہمیں نو آباد کاروں کا ساتھ دینا پڑے گا۔یہ مفاد پرست طبقہ ان کا ساتھ دیتے ہیں تا کہ ان کے مفادات پورے ہو سکیں اور پس پردہ یہ اپنے مفادات کی بھی تکمیل کر سکیں۔اسی مطمح نظر سے یہ فکر آگے بڑھتی ہے اور اپنے نظام کو بہتر سے بہتر کرتی ہے۔

اس حوالے سید قمر عباس کاظمی لکھتے ہیں۔

"نو آباد کار نو آبادی سماج اور اس کے کردار کو ہر سطح پر متاثر کرتا ہے۔ ابتداً لوگ سامراجی احکامات کی مذمت کرتے ہیں لیکن جب زندگی کے راستے سرود ہو جاتے ہیں تو انہیں سامراج کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔یہی ایک مفاد پرست طبقہ پیدا ہو جاتا ہے جو اس حقیقت کا ادراک کر لیتا ہے کہ سامراج کا ساتھ دینے میں ہی بھلائی ہے یا اس طبقے کو اپنے مفادات عزیز ہوتے ہیں اور وہ اس کے حصول کے لیے سامراج کا ساتھ دیتا ہے "(۱۵)

نو آبادیاتی نظام میں سماجی سطح پر ایسے اصول و قوانین وضع کیے جاتے ہیں جو کہ حکمران قوم کی روزمرہ زندگی سے اخذ کیے جاتے ہیں اور مغلوب قوم ان پر عمل پیرا ہو کر خود کو ان اصولوں کے مطابق ڈھالتی ہے جو کہ حکمران قوم نے وضع کیے ہوتے ہیں۔احساس کمتری کے احساس کے ساتھ ساتھ حکمران قوم کے آفیسرز کے ساتھ میل جول کرنا اور انہی جیسی زندگی اپنانے میں ایک احساس تفاخر بھی موجود ہوتا تھا۔سماجی سطح پر میل جول کے دوران برطانویوں نے

یہاں کے حکمرانوں، نوابوں اور راجاؤں کو بھی اہم عہدے اور القابات سے نوازا تھا جس سے وہ ان انگریزوں کے نمائندہ بن گئے تھے اور ان کے نظام کو سپورٹ کرنے لگے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں دونوں کا فائدہ تھا۔ یہاں کے نوابوں اور راجاؤں نے اپنی رعایا کو اپنے مقاصد کے لیے خوب استعمال کیا اور برطانوی سامراج کے ساتھ تعلقات بڑھائے اور یہاں تک کہ ان کے بچے انگلستان کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھی گئے۔ یہ سب نو آباد کاروں کے آنے کی وجہ سے ایک نظام کے تحت آگے بڑھتا چلا گیا۔

برصغیر میں برطانوی حکومت نے عوام کی سماجی اور معاشرتی زندگی کو بہتر کرنے کے لئے متعدد ایسے منصوبے بنائے جس کی وجہ سے عوام بھی ان کو پسند کرتے تھے۔ پنجاب کی سرزمین پر نہری نظام بنانا اور کاشتکاروں تک پانی کو پہنچانا ان کے بڑے منصوبوں میں شامل تھا۔ جس پر برصغیر میں بڑے پیمانے پر کام کیا گیا۔ اس سے زمینداروں اور کاشتکاروں کی زندگی بہتر ہوئی جس کی وجہ سے برطانوی حکمرانوں کو نہ صرف پسند کیا جانے لگا بلکہ یہ سوچا گیا کہ اگر یہ لوگ یہاں نہ آتے تو ہماری زندگیوں میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوتی۔ اسی طرح عوام کے لیے ذرائع آمد ورفت کو آسان کرنا بھی ایک بڑا کام تھا جو ریلوے کے نظام کی صورت میں سامنے آیا لیکن اس کے پیچھے ان کا منصوبہ تجارتی تھا جو خام مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے لے آنے جانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس منصوبے نے برصغیر کو عملی طور پر بہت فائدہ دیا اور سینکڑوں لوگوں کا اس سے روزگار وابستہ ہو گیا۔ بنیادی طور پر انگریزوں نے یہاں سے مختلف اجناس سستے داموں خرید کر انگلستان بھیجتے۔ اس کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی صنعتوں کی مختلف چیزیں جو یہاں بنائی جاتی تھیں ان کو بھی اسی ذریعے سے ہی انگلستان بھیجا جاتا تھا۔

نو آبادیاتی تمدن یہاں ابھرا اور نو آباد کاروں نے اس نظام کو مستحکم کرنے کے لئے یہاں کے سماج پر اپنی گرفت مضبوط رکھی۔ جو کہ کسی بھی نو آبادیاتی نظام کی اولین ترجیح ہوتی ہے کیونکہ اس نظام کی وجہ سے ہی نو آبادیات اپنے عوامل کی جانچ پرکھ کر کے آگے بڑھتی ہے۔ مقامی آبادیوں میں زیادہ سے زیادہ ایسے ذرائع تلاش کیے جاتے ہیں جو وسائل کو ممکن بنائیں اور مقامی لوگوں کی ترجیحات کا خیال رکھتے ہوئے ان سے زیادہ سے زیادہ کام لیں تاکہ مقتدر حکومت کے منصوبوں کی تکمیل ہو۔ اس لیے نو آبادیاتی تمدن اس نظام کو مضبوط بناتا ہے اور آہستہ آہستہ لوگوں کی زندگیوں میں راسخ ہو جاتا ہے۔

نو آبادیاتی تمدن کی تعریف کرتے ہوئے ریاض ہمدانی اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

"نو آباد کاروں اور مقامی باشندوں کے مابین سیاسی، سماجی، معاشی

معاشرتی اور علم وفن کی سطح کے وہ تمام رجحانات ومیلانات جو

ایک نئے اور کشمکش کے حامل سامراج کا تحفظ کرنے والے سماجی
ڈھانچے کو جنم دے، نو آبادیاتی تمدن کہلائے گا"(۱۶)

نو آبادکاروں کا فکری میلان بنیادی طور پر ایک ایسے سماجی ڈھانچے کی تشکیل کرتا ہے جس میں رہتے ہوئے زندگی کے تمام شعبوں کو منظم کیا جاتا ہے۔ نئے سماجی ڈھانچوں کی تشکیل میں نو آبادکاروں کو اپنے نظام کو بہتر کرنے اور عوام میں اس کے اثر و رسوخ کو بڑھانے کے لئے ایسے نظام متعارف کرواتے ہیں جس میں حکومتی ارکان پس پردہ رہتے ہوئے اپنے مفادات کی تکمیل کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر مقتدر اقوام اس حوالے سے جو فیصلے کرتی ہیں ان پر استعماری طاقت کے استعمال کے بغیر ان کو حاصل نہیں کیا جاسکتا جس کی وجہ سے ان قوتوں کو حکومت کی طرف سے انہیں جو ہدایات دی جاتی ہیں اس کے تمام اصول و قوانین پر عملدرآمد کرواتے ہیں۔ بورچس جوزف اور موہا سرکار اس سے متعلق لکھتے ہیں:

"colonialism is both a practice and a worldview. As a practice, it involves the domination of a society by settlers from a different society. As a worldview, colonialism is a truly global geopolitical, economic, and cultural doctrine that is rooted in the worldwide expansion of West European capitalism that survived until well after the collapse of most colonial empires." (17)

استعماری طاقتیں بنیادی طور پر حکومت کے افعال و اعمال پر قانونی شکل میں عملدرآمد کرواتی ہیں۔ مغلوب قوم پر تسلط حاصل کرنا اور انہیں اپنے سے کمتر اور حقیر جاننا ہی ان کی نفسیات میں شامل ہے کیونکہ ان کے مقاصد واضح اور صاف ہوتے ہیں جس کی بنا پر یہ مقامی آبادی کے ساتھ ایسا رویہ رکھتے ہیں جس سے ان کے اندر احساس کمتری پیدا ہوتی ہے اور یہ اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھتے ہیں۔

بنیادی طور پر نو آبادکار یہی چاہتے ہیں کہ مقامی آبادی انہیں خود سے زیادہ سمجھدار سمجھے جس کی وجہ سے وہ یہاں پر ٹھیک طریقے سے حکومت کر پائیں گے اور ان وسائل کو حاصل کر سکیں گے جس کی وجہ سے انہوں نے یہاں قدم جمائے تھے۔ بنیادی طور پر طاقت کا یہی فلسفہ ہے کہ مغلوب قوم سے جس قدر فائدہ حاصل ہو سکتے ہیں ان کو ممکن

بنایا جائے اور ان کو احساس کمتری میں مبتلا کیا جائے تا کہ یہ آنے والی نو وارد قوم کو خود سے بہتر سمجھے اور اپنی زندگیاں اس قوم کے لئے وقف کر دیں۔ ہمیشہ طاقتور اقوام ایسا ہی کرتی ہیں اور اسی بل پر آگے بڑھتی ہیں۔

اِن عوامل میں سب سے اہم نکتہ یہ ہوتا ہے کہ طاقتور قوم اپنی طاقت کا استعمال ایسی صورت میں کرتے ہیں جس میں مقامی آبادی پر روب و دبدبہ قائم رہے اور ایک اولیت جو کہ انہیں مغلوب قوم پر حاصل ہے، اس کا اظہار چھاؤنیاں بنا کر اور دیگر حکومتی اداروں کی صورت میں کیا جاتا ہے جس میں عام عوام کا داخلہ ممنوع ہوتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر مقامی آبادی کے ساتھ گھلتے ملتے نہیں ہیں اور اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے عوام پر اپنا دبدبہ اور طاقت ظاہر کرتے ہیں ۔ کلونیل دور کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ نو آباد کاری میں تمام اقوام نے جہاں بھی چھاونیاں بنائیں وہاں پر ان رویوں کا خاص خیال رکھا گیا۔ جس کی وجہ سے عوام نے ان کے اصول و قوانین کو مانا بلکہ ان پر عمل بھی کیا۔ اس عمل کا حصول استعماری طاقت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس حوالے سے مختلف ناقدین نے اپنی اپنی آراء پیش کی ہیں۔

اس بارے ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں۔

"نو آباد کار محض اس تقسیم کے ذریعے اپنے اختیار کا مظاہرہ ہی نہیں کرتا، اس تقسیم کے نتیجے میں اپنے اختیار کو بڑھاتا بھی ہے۔ یہ تقسیم طبعی اور ذہنی بایک وقت ہوتی ہے۔ نو آباد کار اپنی اقامت گاہوں چھاؤنیوں دفتروں کو مقامی باشندوں سے الگ رکھتا ہے اور مقامی لوگوں کو ان کے قریب بھٹکنے کی سختی سے ممانعت ہوتی ہے"(۱۸)

نو آباد کار بنیادی طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان اقوام سے زیادہ بہتر طور پر منصوبہ بندی کر کے دنیا کے نظام کو چلا سکتے ہیں۔ وہ ہمیشہ مغلوب قوم کے سماجی معاملات کو اتنا مشکل بنا دیتے ہیں جس سے وہ پوری عمر باہر نہیں آپاتے بلکہ یہ لوگ نو آباد کاروں کے منصوبوں کی تکمیل کا وسیلہ بنتے ہیں۔ نو آباد کار ان مسائل کو حل کرنے کے لیے مقامی علاقوں اور ان ریاستی حکمرانوں کی مدد لیتے ہیں جو کہ عوام کو بہتر طور پر کنٹرول کر سکتے ہیں اور اپنے نئے منصوبوں کی تکمیل میں ان کی مدد لے سکتے ہیں تا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہاں کے تمام وسائل پر قبضہ کیا جا سکے اور مقامی آبادی کو کسی نئے منصوبے کی تکمیل میں استعمال کیا جا سکے۔ یہی نظام بنیادی طور پر نو آباد کار کے سماجی رویے کی تشریح کرتا ہے جو پوری دنیا کی مقتدر اقوام نے اپنی کالونیوں کے ساتھ روا رکھا ہے۔ بنیادی طور پر ایسے معاہدے جو کہ سماجی معاملات کی منصوبہ بندی کے لیے مقامی حکمرانوں سے کیے گئے تھے۔ ان کا مقصد ہی عوام کو اس طرح کنٹرول میں رکھنا تھا کہ انہیں استعمال کرتے ہوئے اپنے منصوبوں کی تکمیل کی جائے۔ اس کے لئے استعماری طاقت کا بھی بے دریغ استعمال کیا جاتا تھا

۔ایسے لوگ جو نافرمانی کرتے تھے ان کو سر عام پیٹا جاتا تھا اور نشان عبرت بنایا جاتا تھا تاکہ دوسرے لوگ ان سے سبق سیکھیں اور ایسے عمل کرنے سے گریز کریں جو کہ انہوں نے کیے ہیں۔ یہ بات عام ہے کہ انگریزوں نے اپنے قوانین پر عمل کروانے کے لیے یہاں کے لوگوں کے ساتھ سخت رویہ اپنایا ہے۔ برطانوی لوگوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ لوگ اپنے اصول و قواعد میں بہت سخت تھے اور کسی طرح کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے بلکہ سخت سزا دیتے تھے۔ بنیادی طور پر نوآبادکاروں نے عام عوام کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ اصول و قوانین میں کسی طرح کی نرمی برداشت نہیں کی جائے گی بلکہ جو غلطی کرے گا سزا بھی اسے ملے گی۔

یہ عمل دنیا میں تمام جگہوں پر ایک ہی طرح سے جاری تھا، برطانیہ، جاپان، امریکہ اور دنیا کے طاقتور ممالک نے جہاں جہاں کالونیاں آباد کی تھیں وہاں کی مقامی آبادی اور سماجی معاملات کی منصوبہ بندی کے لیے وہاں کے لوگوں کو ہی استعمال کیا گیا۔ دنیا میں مقتدر اقوام نے اس عمل کو بڑی بے دردی کے ساتھ روا رکھا اور مقامی حکمرانوں کے ساتھ ایسے معاہدے کیے جو غیر انسانی بنیادوں پر استوار تھے۔ یہاں کئی ایسے معاملات جس میں افرادی قوت کی ضرورت تھی وہاں لوگوں کی بساط سے بڑھ کر ان سے کام لیا جاتا۔ لوگوں کو کم اجرت دے کر زیادہ کام کروایا جاتا اور نہ کرنے کی صورت میں جسمانی سزا دی جاتی اور اجرت نہ دینے سے انکار کر دیا جاتا۔

استعماری طاقتیں مقامی لوگوں کے ساتھ جو رویہ رکھتیں وہ انتہائی نفرت اور حقارت پر مبنی تھا جس سے مقامی لوگوں میں بھی ان کے خلاف نفرت پیدا ہوئی لیکن مقامی نوابوں، سرداروں کی لوگوں سے گٹھ جوڑ نے ایسے حالات پیدا نہ ہونے دیے جس کی وجہ سے سماجی طور پر بڑی سطح پر انتشار پھیلتا۔ بنیادی طور پر اس طرح کی چھوٹی موٹی بغاوتیں مختلف علاقوں میں ہوتی رہیں لیکن کوئی بڑی بغاوت دیکھنے میں اس لیے نہیں آئی کہ یہاں کے نوابوں، سرداروں، راجاؤں نے حالات کو کنٹرول کرنے اور مقامی لوگوں کو خاموش کروانے کے لیے بہت سی حکمت عملیاں ترتیب دی گئیں جس سے کوئی بڑی بغاوت پیدا نہ ہوئی اور برطانوی سامراج وہ کچھ کرنے میں کامیاب ہوا جن مقاصد کے لیے وہ یہاں آئے تھے۔

محمد رؤف اس سے متعلق لکھتے ہیں۔

> "اس صورتحال کی تشکیل میں یہ تاثر اساسی حیثیت رکھتا ہے کہ
> نوآبادیاتی نظام مقامی سماج کی پسماندگی دور کرنے میں نہایت مؤثر
> کردار ادا کرے گا۔ یہ تاثر ہی کسی نوآبادیات کے اس اقتداری کلامیے
> کی جان ہے جس سے مفتوح قوم کا زاویہ فکر تبدیل کیا جاتا ہے اور اس

کے سحر آمیز تاثر کے باوجود جب وہ خود ہی اپنی اقدار و روایات کو حقیر
جاننے لگتی ہے۔"[19]

بنیادی طور پر نو آبادیاتی سماج کی تشکیل میں ان تمام بنیادی عناصر کا خیال رکھا گیا جو کہ نو آبادکاروں کے نظام کو بہتر، واضح اور مقامی لوگوں کی نظر میں بلند کرتا ہے۔ یہاں کے مقامی حکمرانوں نے بھی اپنے سیاسی تحفظ اور وقتی فائدے کے لئے ان کی پالیسیوں کا تحفظ کیا گیا جو بظاہر تو امن و آشتی اور مقامی لوگوں کے تحفظ کو بیان کرتی تھی لیکن اس کے پس پردہ نو آبادکار اپنے نظام کو منظم کرنے کے لئے ان پالیسیوں کو اپنا رہے تھے جن کے ذریعے ریاستی حکمرانوں کو پابند کر دیا جائے اور ان کے ساتھ ایسے معاہدے کئے جائیں جس سے حکومت کو فائدہ حاصل ہو سکے۔ ان حکمرانوں کا بنیادی کام ان مقامی لوگوں کی بغاوتوں اور سازشوں کو ناکام کرنا ہوتا تھا جو کہ برطانوی سامراج کی راہ میں رکاوٹ بنتے تھے۔ مقامی حکمران ان لوگوں کو کوئی نہ کوئی سدباب چپ کروا دیا جاتا۔ بنیادی طور پر برطانوی سامراج مقامی سیاسی شخصیات سے یہی امید رکھتے تھے کہ وہ اس طرح کی سازشوں کو ناکام بنائیں اور ہر طرح سے کمپنی کا ساتھ دیں تاکہ اس خطے میں بھی بہتری لائی جا سکے۔ اس سے متعلق محمد رؤف لکھتے ہیں۔ "ہندوستانی ریاستوں کو اپنے ماتحت لانے کے لیے باقاعدہ ایک الحاقی پالیسی واضح کی گئی جو بظاہر ان کے لیے امن و آتشی اور سیاسی تحفظ کی ضامن تھی مگر درپردہ اسے جواز بنا کر ریاستی حکمرانوں کی آزادیاں گروی کر لی جاتی تھیں۔ حیدر آباد کے نظام اودھ کے نواب اور مرہٹوں کے پیشوا سے اسی نوع کے الحاقی معاہدے ہوئے"[20] نو آبادیاتی نظام کے اس سماجی ڈھانچے نے مقامی حکمرانوں کی سیاست کو تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ بنیادی طور پر خود کچھ نہیں کر سکتے تھے بلکہ انگریز حکمرانوں کی طرف سے انہیں جو اصول و قواعد معاشرے کے لیے دیے جاتے ان پر لازمی عمل درآمد کروانا ہوتا تھا اس لیے کہ مقامی حکمران اپنے منافع اور ترقیاتی پالیسیوں کی وجہ سے انگریز حکمرانوں سے مختلف طرح کی مراعات لیتے تھے۔ یہ سب اسی صورت میں ممکن ہوتا تھا کہ جب ان کی باتوں کو من و عن تسلیم کر لیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریز حکمران سماجی ڈھانچے کو تبدیل کرنے کے لیے جو تجاویز پیش کرتے تھے ان کو تسلیم کرنا اور عوام سے ان پر عمل درآمد کروانا مقامی سرداروں اور نوابوں کے ذمے تھا جو کہ سرکاری طور پر یہ احکامات عوام تک پہنچاتے اور وہ مفادات حاصل کرتے جن کے بارے میں انگریز حکمران ان کو حکم دیتے تھے۔

نو آبادکاری کے اس نظام سے معاشرے میں بہت جلد تبدیلی واقع ہوئی اور سماجی قدروں میں تبدیلی آنے لگی جنہیں جدیدیت کا نام دیا گیا اور یہاں کے لوگوں میں ایسے سماجی رویے بیدار کیے گئے جو کہ جدید نو آبادیاتی نظام کی تشکیل کرتے تھے۔ اسی نظام کو بنیاد بنا کر یہاں پر اہم تجارتی معاملات سرانجام دیئے گئے۔ جس نے مقامی لوگوں کے

حقوق کا تحفظ نہ کرتے ہوئے اپنی ان پالیسیوں کو مد نظر رکھا جو کہ نو آباد کار کے نظام کو زیادہ منظم کرتی تھی۔ مقامی منتظم بھی یہی چاہتے تھے کہ حکومت کی پالیسیاں آگے بڑھتی رہیں اور ان منصوبوں کی تکمیل کی جائے جن پر حکومت وقت کی نظر ہے۔

اس بارے طاہر کامران لکھتے ہیں۔

> "اب ضروریات بدل گئی تھیں۔ چنانچہ معاشی، انتظامی سماجی اور کلچر نیز نظریاتی ترتیب و تنظیم میں بھی تبدیلی لائیں گی۔ اس تبدیلی کو ڈیویلپمنٹ اور ماڈرنائزیشن کا نام دیا گیا۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ نو آبادی کی معیشت کو بین الاقوامی کیپٹل سسٹم کا حصہ بنا دیا گیا ایسے کرنے کا اہم طریقہ غیر ملکی تجارت کو تمام پابندیوں سے آزاد کر دینا تھا"(۲۱)

۲۔ علمی فوقیت

علمی فوقیت کے حوالے سے نو آبادیاتی فکر کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ نو آباد کاروں نے انگریزی زبان کو اس خطے کی سرکاری زبان قرار دیا اور ایسے تعلیمی ادارے قائم کیے جو کہ انگریزی زبان کی ترویج واشاعت کرتے تھے۔ اس فکر نے یہ بات بھی واضح کی کہ انگریزی زبان جدید علوم کی زبان ہے اس پر عبور حاصل کر کے ہی جدید فکر کے ساتھ جڑا جا سکتا ہے۔ نو آباد کاروں نے اس حوالے سے جو فکری نظام ترتیب دیا اس میں احساس برتری اور تفاخر کا پہلو نمایاں تھا جس کی وجہ سے مقامی لوگ بھی اس کو اپنانے کی طرف راغب ہوئے اور نو آبادیاتی دور میں ہی انگریزی زبان کی علمی استعداد اور فکر نے یہاں کے پڑھے لکھے طبقے کو متاثر کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریز حکمرانوں نے جن نوابوں، راجاؤں کے ساتھ تعلقات استوار کیے ان کو بھی انگریزی تعلیم کی طرف راغب کیا اس دور میں بہت سے نواب اور راجاؤں کے بچے برطانیہ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر کے آئے تھے۔ یہ رویہ علمی طور پر عوام میں بھی کسی نہ کسی طرح داخل ہوا جس کی وجہ سے فکری طور پر انگریزی کی طرف میلان بڑھ گیا۔ تعلیمی اداروں میں بھی انگریزی زبان کی افادیت اور اہمیت پر غور کرتے ہوئے اسے نصاب میں شامل کیا گیا۔ جدید علم کا حصول اس زبان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

جیلانی کامران لکھتے ہیں۔

> "انگریزی زبان کی اہمیت ہی کے سبب یہ بطور لازمی مضمون چھٹی

جماعت سے لے کر علی جماعتوں تک برقرار رکھی گئی ہے مقصد
یہ ہے کہ طالب علم انگریزی زبان میں گریجویشن کی سطح تک پہنچتے
پہنچتے اتنی قابلیت ضرور حاصل کریں انگریزی زبان کی حوالہ جاتی کتب
کو آسانی سے استعمال کر سکیں"(۲۲)

بنیادی طور پر جدید علوم سے واقفیت انگریزی زبان سیکھے بغیر حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انگریزی زبان میں مقتدر اقوام نے خاصی شد و مد سے کام کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بین الاقوامی زبان کا درجہ بھی حاصل کر چکی ہے تو اس کی وجہ سے انگریزی زبان کی حقیقت مسلم ہے۔ انگریزی زبان چونکہ جدید علوم اور جدید فکر کو بیان کرتی ہے جس کی وجہ اس کا مطالعہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ علمی میدان میں سائنسی انکشافات اور نت نئے ہونے والے اہم سائنسی تجربات کا بیان بھی انگریزی زبان میں ہوتا ہے۔ یہ زبان کیونکہ اس خطے کی زبانوں سے زیادہ اپنے اندر علمی وسعت اور گہرائی رکھتی تھی جس کی وجہ سے یہاں کے لوگوں نے اسے اپنا لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری قومی زبان میں بھی کئی نئے الفاظ انگریزی کے داخل ہو گئے ہیں جو کہ ہم اپنی روزمرہ گفتگو میں تسلسل کے ساتھ استعمال کرتے ہیں ۔بنیادی طور پر یہ کالونیلزم کے اثرات ہیں جو کہ اب بین الاقوامی سطح پر اس کے اثرات سامنے آ رہے ہیں۔ باغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اردو زبان میں بھی انگریزی زبان کے الفاظ نو آبادکاروں کے یہاں آنے کے بعد ہی زبان میں شامل ہوئے۔ سائگول، روبینہ اس بارے لکھتے ہیں:

"The thoughts on increasing global interdependence point towards the fact that education exported historically from the West to the formally colonized countries had specific goals which prevented it from being critical. Although the imperial context within which this education was imparted has long since vanished from the globe, its form, and style remain in post-colonial society and still strongly affect the forms of leadership that appear in these societies. The educational system inherited from the imperial masters,

but stripped of its liberal content, ensures a connection of dependency with the West and precludes the development of indigenous cultural forms, styles and images which would have a liberating influence upon the polity". (23)

یہی فوقیت اس کو دوسری اقوام کی زبانوں میں بھی مقبول کرتی ہے اور اس زبان کی علمی آشنائی کو سامنے لے کر آتی ہے۔ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ برصغیر میں فارسی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل تھا لیکن نو آبادیاتی نظام نے اس کی صورت بھی بدل دی اور انگریزی زبان سرکاری طور پر محکموں میں استعمال ہونے لگی۔ جدید علوم جن کو سائنسی علوم کہا جاتا ہے ان کی کتابیں بھی زیادہ تر انگریزی زبان میں میسر ہوتی ہیں۔ قابل غور نکتہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں نے جب انگریزی زبان کا علم حاصل کیا تو انہوں نے نئے علوم سے واقفیت حاصل کی اور پھر واپس برِصغیر میں آ کر انہوں نے اپنی قوم میں بھی اس علم اور اس آشنائی کو آگے بڑھایا۔ نو آبادکار کی زبان برصغیر میں بھی سمجھی اور بولی جانے لگی جس کا اثر تقسیم کے بعد بھی پوری طرح سے نظر آتا ہے اور یہاں کے عوام چاہتے ہیں کہ انگریزی زبان میں تعلیم حاصل کی جائے جس سے جدید سماج اور کلچر کا حصہ بن سکیں۔ اس کا اثر پاکستان اور ہندوستان دونوں طرف یکساں رہا ہے۔ یہاں کا نظام تعلیم انگریزی زبان سیکھے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ جیلانی کامران لکھتے ہیں "جدید علوم تک رسائی ہو اور ان علوم کی افادیت سے بہرہ مند ہوں۔ کمپنی کی پالیسی جدید علوم کی پالیسی تھی اور طریقہ تعلیم اس افادیت میں برصغیر کو شریک کرتا تھا۔ جدید علوم کے زمرے میں انگریزی زبان، یورپی میڈیکل سائنس، تاریخ ریاضی جیومیٹری انجیرنگ، فزکس کے علمی مضامین شامل تھے۔ "(۲۴) بنیادی طور پر کمپنی کی پالیسی میں کہیں ایسا نہیں تھا کہ اس خطے کے لوگوں کو علم حاصل کرنے سے روکا جائے یا ان کو جدید علوم سے بہرہ مند نہ ہونے دیا جائے۔ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے کہ ان معاملات کے ساتھ ساتھ کمپنی یہ چاہتی تھی کہ یہاں کے لوگ اس قابل ہو سکیں کہ کمپنی کے کاموں میں مدد کر سکیں اور انگریزی زبان سے آشنا ہوں تاکہ آنے والے آفیسر جو کہ یہاں کے حالات کو کنٹرول کریں۔ یہ چاہتے تھے کہ کمپنی برطانیہ سے لوگوں کو لانے کی بجائے یہاں کے لوگوں کو ہی اس زبان اور کام کی تربیت دی تاکہ یہ کمپنی کے اہم عہدے داروں کے ساتھ مل کر کام کر سکیں اور انہیں افرادی قوت اور ہنر مند افراد ہمیشہ یہی سے میسر آئیں تاکہ انہیں کم سے کم لوگوں کو برطانیہ سے یہاں بلانا پڑے۔ اس عمل سے کمپنی کو بھی فائدہ ہے اور مقامی آبادی بھی اس سے

روز گار کے مواقع حاصل کر سکے گی۔ اس سے مقامی لوگوں کی حمایت بھی حاصل ہو گئی اور کمپنی اپنے مفادات کو یکساں طریقے سے پورے کر سکے گی۔ اسی عمل کے تحت انگریزی زبان کو تعلیم کا حصہ بنایا گیا۔

کمپنی انتظامی معاملات کو چلانے کے لیے یہاں کے لوگوں کی تعلیم و تربیت کرتی ہے تاکہ ان سے فائدہ حاصل کیا جا سکے اور وقت پڑنے پر کمپنی ان سے اپنے اہم کام کروا سکے۔ ان کے لئے ماحول ساز گار ہو اور کسی طرح کی دقت کا سامنانہ کرنا پڑے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے یہاں پر مختلف ایسے سکول اور کالج قائم کیے جن میں انگریزی کی تعلیم دی جانے لگی اور یہاں کے پڑھے لکھے طبقے نے بھی اس عمل کو سراہا اور انگریزی زبان کی طرف متوجہ ہوئے۔ تاکہ انگریزی زبان کے ذریعے برطانوی حکمرانوں تک رسائی حاصل کی جا سکے۔

پروفیسر اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں۔

> "انگریزی زبان کا اصل تدریسی رشتہ ان مضامین کے ساتھ ہے جو
> جدیدیت کی جانب رہنمائی کرتے ہیں اور جن کے ساتھ طلباء کا مستقبل
> بھی وابستہ ہے اور طلبا کے مستقبل کے ذریعے ان کے ملک کو قوم
> کا مستقبل بھی وابستہ ہے۔ انگریزی زبان کا اس ضمن میں تعلق ان
> واضع اعلیٰ علوم، ٹیکنیکل آرٹس، سائنسی علوم انسانی اور معاشرتی علوم کو
> بیان کرتے ہیں "(۲۵)

یہ بات اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے کہ برطانوی نو آباد کار یہاں پر علم کو پھیلانے کا ذریعہ بنے اور انگریزی زبان کے ذریعے انہوں نے ہمیں جدید علوم جن کو سائنسی علوم بھی کہا جاتا ہے انہی کے ذریعے آشنائی ہوئی۔ نو آباد کاروں نے اپنی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے علم کے اس شعبے کو جس طرح استعمال کیا یہ پروپیگنڈا کی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے لیکن اس سے یہاں کے لوگوں کو فائدہ ہی حاصل ہوا۔ یہاں کے لوگوں نے تعلیم حاصل کرنے کے لیے باہر کی یونیورسٹیوں کا رخ کیا اور جدید علوم سے واقفیت حاصل کی۔ بنیادی طور پر یہ عمل برطانویوں کی وجہ سے شروع ہوا جس نے یہاں کے لوگوں کی ذہنی تربیت کی۔ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ برطانوی سامراج نے یہاں پر علم کے حصول کے متعلق ایسا خیال نہیں کیا تھا بلکہ چند بنیادی ضروریات کے تحت یہاں کے مقامی لوگوں کو انگریزی کی تعلیم دی گئی۔

بنیادی طور پر برطانوی سامراج نے علم کے حوالے سے جو حکمت عملی یہاں پر اپنائیں وہ یہاں کے لوگوں کو مد نظر رکھ کر نہیں بنائی گئی تھی۔ اس کا قیام اس لئے عمل میں آیا کہ جب برطانوی سامراج کو یہ محسوس ہوا کہ انہیں نئی جگہ پر ایسے ہنر مند افراد کی ضرورت ہو گی جو انگریزی زبان کو سمجھتے ہوں تاکہ وہ یہاں کمپنی کے آفیسرز کی مدد کر سکیں

اور ایسی پریشانیاں جو کہ مقامی لوگوں کے نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہیں ان کو پوری طرح سے کنٹرول کیا جائے۔ انہی مقامی لوگوں کی مدد سے کمپنی کے معاملات کو آگے بڑھایا جائے تاکہ کم سے کم وسائل استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ ریوینیو پیدا کیا جائے۔

جیلانی کامران لکھتے ہیں۔

> "انگریزوں نے اس طریقہ تدریس کو رائج کرتے ہوئے صرف یہی مقصد سامنے رکھا تھا کہ انگریزی پڑھ کر ان کے دفتروں کے لئے اہل کار تیار ہوتے رہیں۔ انگریزی حکومت کے زمانے میں بھی انتہا پسند لوگوں کی رائے تھی کہ اسکولوں اور کالجوں میں انگریزی میں جس لئے پڑھی جاتی ہے کہ حکومت کو سستے کلرک مہیا ہو سکیں کیونکہ جزائر برطانیہ سے کلرکوں کو درآمد کرنا بہت مہنگا پڑتا تھا"(۲۶)

بنیادی طور پر اس رویے کو انتہا پسند لوگوں نے اپنایا تھا جو کہ برطانوی سامراج کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنا چاہتے تھے اور کمپنی کے تمام کام جو کہ انھوں نے یہاں سر انجام دیئے اسے منفی نقطہ نظر سے ہی دیکھتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کا ہندوستان میں آنا ٹھیک نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کے اندر غم و غصہ موجود تھا۔ اس لئے انہوں نے تعلیم کے حوالے سے بھی ایسے خدشات کا اظہار کیا حالانکہ نو آبادکار جو کر رہے تھے۔ اس میں دونوں کا فائدہ تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ یہ رویہ صرف نو آبادکاروں کے لیے ہی کارآمد اور فائدہ کا سبب تھا بلکہ یہاں کے رہنے والوں کو بھی ان کے علمی نظریے سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔

یہاں پر انگریزی کی تعلیم بڑھنے لگی اور ہندوستان میں انگریزی کے جو مراکز قائم کیے گئے ان میں بڑی تعداد میں ہندوستانی لوگوں نے انگریزی زبان سیکھی۔ ان کے علم سے آشنائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ پس پردہ برطانوی سامراج علمی معاملات سے اس قدر ہی فائدہ لے سکا کہ ان کی زبان مقامی علاقوں میں بھی سمجھی جانے لگی اور لوگ اس زبان اور برطانوی سماج کے کلچر کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ برطانوی فکر نے برصغیر کے سیاسی رہنماؤں مہاراجوں کو برطانوی یونیورسٹیوں میں بھی بھیجا تاکہ ان کی آنے والی نسلیں اس تعلیم سے بہرہ مند ہوں۔ یہ عمل جہاں برطانوی سامراج کے لیے خوش آئند تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ اس عمل کے ذریعے وہ برصغیر میں اپنی حکومت کو بہتر بنیادوں پر قائم کر سکتے ہیں۔

بنیادی طور پر انگریزی تعلیم کے وسیلے سے ہی یہ ممکن ہو سکتا تھا اس لئے کہ برطانیہ سے آنے والے آفیسرز مقامی زبانوں سے آگاہی نہیں رکھتے تھے اور یہاں کے نظم وضبط کو بہتر طریقے سے سمجھنے کے لئے ضروری تھا کہ انہیں مقامی زبانوں سے آشنائی ہو یا ایسے مقامی لوگ جو انگریزی زبان سمجھتے ہیں۔ ان مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر اس نظام کو آگے چلایا جائے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ مقامی طور پر انگریزی زبان کو فروغ دیا جائے تا کہ یہاں کے لوگ اس زبان کو سمجھ کر نو آبادکاروں کے لئے سہولت کا ذریعہ بن سکیں۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں۔

"انگریزی تعلیم سے پڑھے لکھے افراد کا ایک نیا طبقہ ضرور پیدا ہوا
جس سے حکومت اور ملازمتوں میں اجارہ داری حاصل ہوئی لیکن ان
میں بہت کم پر انگریزی پر عبور رکھنے کا اطلاق کیا جاسکتا تھا اس میں زیادہ
تعداد ایسے افراد کی تھی جو انگریزی زبان میں اپنی ذمہ داریوں کو محض
نبھانے کے قائل تھے۔ یہ وہ طبقہ تھا جو لارڈ میکالے کی توقعات کے عین
مطابق ثابت ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو حصول آزادی کے بعد بھی
نجات دلانے کی کوشش نہ کی اور نہ ہی ان کی طبیعت نجات حاصل کرنے کی
طرف مائل ہوئی"(۲۷)

نو آبادیاتی دور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس دور میں انگریزی زبان سیکھنے کا جو سلسلہ قائم رہا وہ بنیادی طور پر اعلٰی ملازمتوں کا حصول تھا۔ اس کے ذریعے مقامی لوگ برطانوی عہدے داروں تک رسائی حاصل کر سکتے تھے اور اسی زبان کے ذریعے ہی ان کو کمپنی میں ملازمت مل سکتی تھی۔ اسی کوشش میں مقامی لوگوں نے انگریزی سیکھنے کی بجائے کلیریکل کام پر توجہ دی جو کہ انہیں انگریز سرکار کو کر کے دکھانا تھا۔ انگریزی زبان مقامی آبادی میں فرنگی بولی کے طور پر مشہور تھی اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس زبان کو سیکھے بنا سرکاری ملازمتوں کا حصول ممکن نہیں ہے۔

یہی وجہ تھی کے مقامی لوگ بھی اس زبان کی طرف راغب ہوئے اور اعلٰی منصب کے حصول کی کوشش کرتے رہے۔ بنیادی طور پر یہ فکر نو آبادکار ایک تنظیم کے ذریعے آگے منتقل کر رہے تھے۔ برصغیر میں سیاسی عہدے دار اور دوسرے عوامی نمائندے بھی اس کا حصہ تھے جو کہ حاکموں کی زبان سیکھنے اور انگریزی زبان کو علمی درجہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ برصغیر کی علمی شخصیات نے بھی اس زبان کو سیکھا اور قوم کو بھی یہ صلاح دی کہ وہ جدید تعلیم کے حصول کے لیے اسی کے ذریعے آگے بڑھ سکتے ہیں۔

برصغیر میں انگریزوں کے جانے کے بعد تک یہ فکر اس حد تک راسخ رہی کہ حکومت نے بھی اپنے اہم اور اعلیٰ عہدے داروں کے لئے انگریزی زبان کو ضروری قرار دیا تاکہ اس کے ذریعے دنیا کے دوسرے ممالک کے ساتھ رابطہ قائم رکھا جاسکے اور علمی معاملات میں جدید دنیا کے ساتھ قدم سے قدم بڑھا کر چلا جاسکے۔

آزادی کے بعد تک یہ دستور اپنی حیثیت کے ساتھ قائم رہا۔ انگریزی زبان کو فروغ حاصل ہوا اور حکومتی سطح پر یہ کوششیں کی جانے لگی کہ انگریزی زبان ہمارے کورس کا لازمی حصہ ہونی چاہیے تاکہ اسے سیکھنے کے بعد طالب علم جدید علم سے آشنا ہو سکیں اور جدید فکر کا حصہ بن سکیں۔ اس سے معاشرتی ترقی بھی ممکن ہو گی اور جدید علم کے حصول کے ساتھ جدید دنیا کے معاملات کو سمجھنے میں آسانی بھی ہو گی۔ اسی فکر کے تحت آزادی کے بعد انگریزی کی تعلیم کو جاری رکھا گیا تاکہ آنے والے ادوار میں جدید دنیا سے بہتر بنیادوں پر استوار کیے جائیں۔ اور جدید فکر کا حصہ بن سکیں۔ اس سے معاشرتی ترقی بھی ممکن ہو گی اور جدید علم کے حصول کے ساتھ جدید دنیا کے معاملات کو سمجھنے میں آسانی بھی ہو گی۔ اسی فکر کے تحت آزادی کے بعد انگریزی کی تعلیم کو جاری رکھا گیا تاکہ آنے والے ادوار میں جدید دنیا سے بہتر بنیادوں پر استوار کیے جائیں۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں۔ "1947 میں انگریزوں کے چلے جانے کے باوجود حکومت اور اعلیٰ ملازمتوں میں اس طبقے کے متمکن رہنے کی وجہ سے انگریزی زبان بدستور اسی مقام پر ہیں جہاں انگریزوں نے فائز کیا تھا۔ اس وقت ملک میں تعلیمی نظام میں انگریزی زبان کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک ذریعہ تعلیم کی دوسری لازمی مضمون کی۔"[۲۸] نو آبادیاتی نظام کے یہ معاملات انگریزوں کے جانے کے بعد بھی اسی طرح قائم رہے اور انگریزی زبان کی حیثیت جو انگریزوں نے قائم کی تھی وہ اپنی جگہ پر فائز رہی اور انگریزوں کے جانے کے بعد بھی لوگ اس زبان کو سیکھتے رہے تاکہ حکومت کے اہم عہدے داروں میں شامل ہو سکیں۔

بنیادی طور پر انگریزی زبان اس خطے میں علمی زبان کی حیثیت سے وارد ہوئی ہے جس سے جدید علوم اور جدید معاشروں سے واقفیت حاصل ہوئی۔ آزادی کے بعد دونوں طرف اس کے معاملات یکساں ہی رہے ہیں اس لیے کہ یہ زبان سیکھے بنا نہ ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے اور نہ ہی جدید علم کو سیکھا جاسکتا ہے۔ آزادی کے بعد بھی نو آبادیاتی روئے اسی طرح سے کام کرتے رہے جیسے انگریز سامراج نے اس کی حیثیت مقرر کی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نو آبادیاتی فکر میں سے وہ عناصر ختم ہو گئے جو کہ انگریز سامراج نے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنا آئے تھے۔

آزادی کے بعد بنیادی طور پر انگریزی زبان سیکھنے کے مقاصد ان مقاصد سے مختلف تھے جو کہ نو آبادکاروں کے ہاں موجود تھے۔ عہد حاضر تک آتے آتے اس بات سے واقفیت ہوتی ہے کہ دنیا کی اہم زبانوں میں انگریزی زبان کا شمار

ہوتا ہے جو کہ جدید علوم کی زبان ہے اس کو جاننا ضروری ہے بلکہ جدید فکر تک رسائی حاصل کرنے کے لئے یہ اہم ذریعہ ہے جو کہ آج کے انسان کو ان مضامین سے آگاہی دیتی ہے جس کی آگاہی دوسری زبانوں میں ممکن نہیں ہوتی۔ انگریزی زبان نے جہاں اس خطے کی اپنی زبان کی فکر کو روکا ہے وہی اس سے ہونے والے متنوع فائدہ بھی اس قوم کو حاصل ہوئے ہیں جس سے آج وہ جدید دنیا کے ساتھ اہم روابط قائم کر سکتے ہیں۔

آزادی کے بعد سے انگریزی زبان کا اثر اس قدر رہا کہ ہماری قومی زبان نے بھی اس کے کئی الفاظ کو اپنا لیا اور گفتگو کے دوران انگریزی کے الفاظ بلا خوف و خطر استعمال کیے جانے لگے۔ قومی زبان میں انگریزی کے الفاظ ک ا ذخیرہ آہستہ آہستہ بڑھنے لگا اور یہ زبان آزادی کے بعد بھی اپنی وہی حیثیت قائم رکھنے میں کامیاب رہی جو برطانویوں نے قائم کی تھی۔ یہ صورتحال صرف یہاں نہیں بلکہ بھارت میں بھی اپنی جگہ پر مستقل قائم ہے جہاں انگریزی زبان کے بولنے والوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور یہاں پر انگریزی زبان کو تمام زبانوں پر فوقیت حاصل ہے اور اسے علم دانش کی علامت سمجھا جاتا ہے اور اسے اول درجے کی زبان کا درجہ حاصل ہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں "زندگی کے عام معمولات اور گفتگو کے ساتھ ساتھ ہماری علمی اور ادبی تحریروں میں بھی انگریزی کے متعدد الفاظ کے قریب بلکہ جملے نظر آنے لگے ہیں۔ یہ صورتحال اگرچہ ہمارے علوم اور ہمارے ادب میں گذشتہ نصف صدی سے نمایاں ہے لیکن اب صاف نظر آتا ہے کہ اس میں آئے دن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ انگریزی زبان کی علمی اور ادبی اہمیت اور مغربی علوم کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا"[۲۹] بنیادی طور پر نوآبادیاتی نظام نے تعلیم کے جو اصول وضع کیے تھے اور جس طرح سے برطانویوں نے اس کی داغ بیل ڈالی تھی ان کے جانے کے بعد بھی انہی قوانین کی عمل داری ہوئی اور لوگوں نے انگریزی زبان کو ہی ذریعہ تعلیم بنا۔ ایک خاص بات جو انگریزی زبان کے ساتھ پیوست ہے وہ یہ کہ یہ حکمرانوں کی زبان ہے اس لئے انگریزی ذریعہ تعلیم قابل فخر سمجھی جاتی ہے اور لوگ انگریزی زبان بولنا اور اس میں بات چیت کرنا اپنے لیے قابلِ اعزاز سمجھتے ہیں جو کہ نوبادیاتی تسلط کے اثر میں سامنے آرہا ہے۔ نوآبادیاتی تسلط میں ایسا ہوتا ہے کہ مقامی آبادی اپنے آپ کو نوآبادکاروں کے قریب آنے کے لیے ان کی زبان اور کلچر سے آشنائی حاصل کرتی ہے اور اسے قابل فخر بھی سمجھتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقامی لوگوں سے یہ دور رہتے ہیں اور ایک فاصلے ہمیشہ قائم رکھتے ہیں جس کی وجہ سے مقامی آبادی کی نظر میں ان کا منصب بڑھ جاتا ہے۔ نوآبادکار بنیادی طور پر اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے اصول و قوانین وضع کرتے ہیں۔ انگریزی زبان کے حوالے سے جو قوانین وضع ہوئے آگے چل کر مستقبل میں وہی اہم قرار پائے۔ جس کی وجہ سے آج بھی پاکستان اور ہندوستان میں انگریزی زبان تعلیم کا لازمی حصہ ہے بلکہ حکومت کے اہم عہدوں تک رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ بھی ہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں۔ "علمی سطح

پر بھی انگریزی زبان نے اردو کی جگہ لے کر ہمارے معاشرے کی وحدت کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ انگریزی ذریعہ تعلیم حاکم پیدا کر رہا ہے اور اردو ذریعہ تعلیم محکوم۔ انگریزی تعلیم کے سبب ہمارے معاشرہ اپنی بہترین صلاحیت سے محروم رہ کر انہیں خطوط پر گامزن ہے جو انگریزی سامراج کا مطمح نظر تھے۔ ہم اپنی بہترین صلاحیتوں کے باوجود اپنی لسانی منافقت کے سبب تخلیقی سطح پر بھی کوئی قابل فخر کارنامہ انجام نہیں دے سکے "[۳۰] بنیادی طور پر ڈاکٹر معین الدین عقیل نے معاشرے کی تقسیم کے حوالے سے جو بات کی ہے یہ درست ہے کہ ہمارا معاشرہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ بنیادی طور پر انگریزی زبان کو حکمرانوں کی زبان کہا جاتا ہے اور جدید تعلیم بھی اسی زبان کے ذریعے ہی ممکن ہے لیکن دوسری طرف ہماری قومی زبان ہے جس کو بولنے میں ہم احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں اور قومی زبان پڑھنے اور اس کے علمی ورثے کو بھی انگریزی کے مقابلے میں کم اہمیت دی جاتی ہے جو کہ بنیادی طور پر ہمارے معاشرے کو دو دھڑوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ آج بھی حکومت کے اہم عہدوں تک رسائی انگریزی زبان سیکھے بغیر ممکن نہیں ہے۔ انگریزی کیونکہ ہمارے کتنے کی زبان نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس زبان میں سوچتے نہ بولتے ہیں اور نہ ہی خواب دیکھتے ہیں۔

یہ زبان بنیادی طور پر ہم بین الاقوامی زبان کے طور پر پڑھتے اور سمجھتے ہیں۔ اس میں لکھے گئے ادب سے آشنائی حاصل کرتے ہیں لیکن یہ زبان پھر بھی ہماری نہیں ہے۔ اسی وجہ سے برصغیر میں کوئی انگریزی زبان میں کوئی اتنا بڑا شاہکار تخلیق نہیں کر سکے جیسے انگریزی زبان بولنے والوں نے تخلیق کیے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ انگریزی زبان کو اپنانے کے مخصوص مقاصد تھے اور آج بھی انگریزی زبان اس قوم میں اپنے مقاصد کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے جو کہ بین الاقوامی زبان سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں۔ "انگریزی زبان کا تذکرہ اس لئے بھی کیا گیا ہے کہ اس زبان کی لسانی تاریخ ہماری قومی زبان کی تاریخ سے مشابہت رکھتی ہے اور کچھ ایسے ہی عمل رو نما ہوا تھا اور اردو زبان کی تشکیل ہوئی تھی۔ انگریزی زبان کا ذکر اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس زبان کے ذریعے انگریزوں نے اور اہل برطانیہ نے اپنی وحدت کو برقرار رکھا ہے اور دنیا کے نقشے پر انگریزی بولنے والی اقوام تمدنی اور تاریخی اعتبار سے واضع اور منفرد اکائی کے طور پر اپنا تشخص قائم کرتی ہیں۔ "[۳۱]

۳۔ معاشی مراتب

نو آبادیاتی دور میں معاشی نظام کو نو آبادیاتی سرمایہ کاری کی اصطلاح میں واضح کیا جاتا ہے۔ معاش کی اس صورتحال کو دو صورتوں میں واضح کیا جا سکتا ہے۔ جس کی مدد سے اس موضوع سے مکمل واقفیت حاصل ہو سکے گی۔

اس کی ایک صورت کلونیل سرمایہ کاری ہے جو کہ ایسا نظام وضع کرتی ہے جس سے نو آباد کار کسی بھی علاقے سے خام مال کم قیمت پر اکٹھا کر کے دنیا کے دوسرے حصوں میں لے جاتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ کلونیل دور میں معاش کے نئے ذریعے مقامی آبادی کے لیے کس طرح پیدا ہوتے ہیں۔ مقامی آبادی ان معاشی زراعے تک رسائی کے لیے کیا کیا طریقے استعمال کرتی ہے۔ انگریزی زبان سیکھنے اور اسے بولنے پر توجہ اس لیے صرف کی گئی تاکہ برطانوی سامراج کے ساتھ مل کر حکومتی عہدوں تک رسائی حاصل کی جائے اور تجارتی معاہدوں میں شامل ہو کر منافع کمایا جائے۔ بنیادی طور پر مقامی لوگوں نے اس زبان کو اپنا کر معاشی مسائل کو حل کیا اور نئے ذریعہ معاش کے ساتھ جڑنے کو بہتر خیال کیا جو مستقبل میں آگے بڑھیں گے۔

نو آبادیاتی سرمایہ کاری کا نقطہ نظر بار حال تجارتی ہوتا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ مقامی آبادی کا استحصال کر کے ان سے کم اجرت میں مال اٹھایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کیا جا سکے۔ اس کے لیے غیر قانونی طریقے اپنائے جاتے ہیں اور استعماریت کے زور پر ایسے منصوبوں کو نفع بخش بنایا جاتا ہے۔ مقامی لوگوں کا استحصال کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر نو آباد کار قدرتی وسائل، افرادی قوت اور تجارت پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے ایسے منصوبے بناتے ہیں جس میں ان کا استعمال بہتر طریقے سے کیا جا سکے۔ اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے استعماری طاقت کا استعمال کیا جائے اور قوانین پر عمل کروایا جائے جو نو آباد کاروں نے ترتیب دیے ہیں۔

عامر سہیل لکھتے ہیں۔

> "کالونیل سرمایہ دار انگریزی مفادات کے تحت اپنی سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ مزدوروں کے ساتھ ظلم و زیادتی کی جاتی ہے۔ ان کو اس حال میں رکھا جاتا ہے کہ وہ کسی تنظیم احتجاج اور مزاحمت کی طرف نہ جا سکیں ۔۔۔ انگریزوں نے ہندوستان میں نہ تو مکمل جاگیرداری نظام صحیح معنوں میں قائم ہونے دیا اور نہ ہی سرمایہ دارانہ نظام۔ دونوں نظاموں کو اپنا ہمنوا بنا کر ہندوستانی زراعت و معیشت کو تباہ و برباد کر دیا۔ سستے دام کا مال خرید کر مہنگے داموں صنعت کو فروخت کیا جاتا رہا جس کی وجہ سے ہندوستان صنعتی ترقی میں بہت پیچھے رہ گیا۔" (۳۲)

بنیادی طور پر نو آباد کار نو آبادیاتی سرمایہ کاری کے لیے ایسے طریقے اپناتے ہیں جو کہ تجارتی نظام کے ساتھ ساتھ استعماری طاقت کا استعمال کرتے ہوئے مقامی لوگوں کا استحصال کرتے ہیں۔ ان سے زیادہ محنت کروا کر کم اجرت

دیتے ہیں۔ اس نظام کو مرتب کرنے کے لیے کمپنی میں ایسی منصوبہ بندی کی جس کے توسط سے مقامی سرداروں، نوابوں اور راجاؤں کو اپنے اعتماد میں لے جاگیر دارانہ نظام کو فروغ دیا گیا۔ اس نظام سے مقامی نوابوں اور راجاؤں کو جب برطانوی سرکار کی طرف سے ایسی آزادی ملی جس میں وہ لوگوں کے حقوق غضب کرسکتے تھے اور اس کے لئے استعماری طاقت کا استعمال بھی ہو رہا تھا جو کہ ان کو سبق سکھانے کے لئے تھا۔ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ برطانوی سرکار نے خام مال کی صورت میں یہاں سے بہت سارو پیہ جمع کیا جو کی اسی صورت میں ممکن تھا کہ مقامی سیاسی عہدیدار ساتھ دیں۔ یہ نو آبادیاتی منصوبہ سرمایہ کاری کو منظم طریقے سے آگے بڑھاتا رہا۔ نو آباد کاروں نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مفادات حاصل کرنے شروع کیے اور آہستہ آہستہ یہاں کی معیشت کو کمزور کر دیا۔ زراعت کے لیے کیونکہ یہاں پر زمینین زیادہ تھی اور نہری نظام کی وجہ سے یہ رقبہ دن بدن بڑھتا جا رہا تھا۔ یہاں پر مکئی کی کاشت بھی بڑے پیمانے پر کی گئی اور یہ فصلیں یہاں سے انگلستان بھیجی گی۔

ہندوستان میں برطانوی سامراج کی بہتر قیادت کی وجہ سے انگریزی زبان میں خاصی اہمیت اختیار کرلی جس کی طرف لوگ آہستہ آہستہ راغب ہوئے اور یہ جان گئے کہ سرکاری ملازمتوں اور برطانوی سرکار تک رسائی کے لیے ضروری ہے کہ انگریزی زبان کو سیکھا جائے۔

یہاں پر انگریزی زبان سیکھنے کے حوالے سے کئی مراکز قائم کیے گئے اور آہستہ آہستہ یہاں پر ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جو کہ کچھ نہ کچھ انگلش بولنا جانتا تھا۔ یہ برطانوی لوگوں سے رابطے کا ذریعہ بھی تھا۔ برطانوی لوگ ان کو دوسرے ہندوستانیوں کو بہتر سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ یہ ان کی زبان بولتے تھے اور ان سے بات چیت کرسکتے تھے جو کہ ان کو یہاں کا ماحول سمجھنے میں مدد دیتی تھی۔ یہ لوگ قبل اعتماد اور وفادار بھی تھے اس لیے کہ یہ بھی اپنے مفادات کی وجہ سے ان کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ بنیادی طور پر یہ دونوں اپنے اپنے مفادات کی تکمیل میں مصروف تھے اور اسی غرض سے ایک دوسرے کی مدد کر رہے تھے۔ کلونیل دور میں بنیادی طور پر انگریزی زبان سے واقفیت ضروری تھی کہ یہ سرکاری زبان تھی اور حکومتی محکموں میں بھی اسی زبان کے ذریعے تمام معاملات سرانجام دیے جاتے تھے۔

اس نظام کو منظم کرنے کے لئے بہت سے ایسے افراد کی ضرورت تھی جو انگریزی زبان جانتے ہوں جس کی وجہ سے یہ نیا طبقہ پیدا ہوا اور انہوں نے نو آباد کاروں کی ایسی ضروریات کو پورا کیا جو کہ انگریزی سیکھے بنا ممکن نہیں تھا۔ اس طبقہ کو حکومت میں اعلیٰ ملازمتیں اور برطانوی حکمرانوں کے قریب رکھا گیا جو کہ ان کی ضروریات کو پورا کرتے تھے اور اس خطے کے حوالے سے اہم خبریں پہنچایا کرتے تھے۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں۔

"انگریزی زبان پڑھ کر اور اسے امور حکومت اور اعلٰی ملازمت وں میں
جز و لا ینفک کی حیثیت دے کر جب انگریزوں نے جنوبی ایشیا سے
اپنے قدم سمیٹے تو یہاں کی آبادی کا بمشکل 12 فیصد حصہ تعلیم یافتہ تھا
اور ان میں سے بھی بہت کم ایسے تھے جنہیں انگریزی دان سمجھا جا سکتا
تھا اس طرح انگریزی تعلیم سے پڑھے لکھے افراد کا ایک نیا طبقہ ضرور پیدا
ہوا جسے حکومتوں اور ملازمتوں میں اجارہ داری حاصل ہوئی۔"(۳۳)

انگریزی زبان کی تعلیم عام ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں ایک نیا طبقہ پیدا ہوا جو کہ انگریزی بولنا جانتا تھا اور برطانوی سامراج کے ساتھ اس نے تعلقات داری بھی پیدا کر لی تھی۔ اسی وجہ سے حکومت کے اہم عہدے داروں میں ان کو شامل کیا گیا تھا۔ ہندوستان میں اعلٰی ملازمتوں کے حصول کے لیے انگریزی زبان کا جاننا ضروری تھا۔ عام عوام میں بھی یہ خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ وہ بھی انگریزی زبان سیکھیں اور برطانوی لوگوں کے قریب ہوں تاکہ ان کو بھی روزگار کے جدید مواقع میسر آ سکیں۔ بنیادی طور پر اس نئے طبقے نے حکومتی عہدوں اور ملازمتوں پر ایک طرح سے اجارہ داری حاصل کر لی تھی۔ اس کے علاوہ کسی طبقے کو یہاں تک رسائی نہیں تھی اس لیے کہ وہ انگریزی زبان نہیں جانتے تھے اور برطانویوں کے مزاج سے بھی آگاہ نہیں تھے۔

نو آبادیاتی نظام کم و بیش سو سال کے قریب ہندوستان میں قائم رہا اور برطانویوں نے یہاں کے وسائل کو اپنے طریقوں سے استعمال کیا۔ یہاں پر ہونے والی ہر طرح کی سازشوں کو اپنے خلاف ناکام بنا کر مقامی عہدیداروں کو ساتھ ملایا اور جدید جاگیر داری نظام کی بنیاد رکھتے ہوئے اپنے منصوبوں کو تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی۔ اس دور میں برطانوی سامراج نے یہاں کے عوام میں ایک خاص مقبولیت حاصل کر لی تھی جس کی وجہ سے انگریزی زبان بولنا اور برطانوی لوگوں کی بول چال اور عادات کو اپنانا قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان نے ان ہندوستانیوں کو برطانویوں کے قریب کر دیا جو انگریزی زبان سمجھ اور بول سکتے تھے۔

یہاں پر کمپنی کے معاملات بڑھنے اور منصوبوں میں اضافے کی وجہ سے ان ہندوستانیوں کو ملازمتوں پر رکھا گیا جو انگریزی زبان جانتے تھے۔ اسی طرح سے تجارتی منصوبوں میں بھی وہ لوگ سامنے آئے جو کہ انگریزی زبان میں برطانویوں کے ساتھ بات چیت کر سکتے تھے۔ یہاں کی مقامی منڈیوں اور تجارتی مراکز سے یہ مال کم قیمت پر لے کر برطانوی کے حوالے کرتے تھے جس سے ان کو بھی فائدہ حاصل ہوتا۔

برصغیر پاک وہند کی بات کی جائے تو یہاں پر زراعت عام تھی اور دریاؤں کی وجہ سے یہاں کی زمینیں زرخیز تھیں۔عام آدمی ایک اچھی زندگی گزارتا تھا۔نوآبادکاروں کے آنے کی وجہ سے بنیادی طور پر مقامی سیاست کا رخ تبدیل ہوااور ایسے عوامی منصوبے تیار کیے گئے جس میں عوام کو کاشتکاری کے لیے سہولیات میسر کی جاتیں اور اس کے بدلے ان سے ٹکس وصول کیا جاتا تھا۔یہ عمل بنیادی طور پر مقامی سرداروں،راجاؤں اور نوابوں کے ساتھ مل کر انجام دیا جاتا تھا۔یہ زمینیں دینے کا مقصد بنیادی طور پر زراعت میں اضافہ کرنا تھا اور فصلوں کی پیداوار کو بڑھانا تھا جو صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ نئی زمینوں کو آباد کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کی جا سکے۔مقامی طور پر زراعت کے کام میں اضافہ ہوااس لیے کہ جہاں پہلے زمین پر دس لوگ کام کرتے تھے اب کاشت کاری کی زمین بڑھنے کی وجہ سے وہاں بیس لوگوں کی گنجائش موجود تھی جو دن یہاں کام کیا کرتے تھے۔

اسی کام کے بدلے برطانوی سامراج ان کو زمینوں سے نوازتا۔جس کی وجہ سے جاگیردارانہ کلچر آہستہ آہستہ پروان چڑھنے لگا تھا۔یہاں سے مختلف مصنوعات کو دنیا بھر میں بھیجا جاتا تھا۔ان میں ململ،کاٹن اور قالین کی صنعت سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔یہاں بڑے پیمانے پر ان صنعتوں کو فروغ حاصل ہوااور دن رات کاریگر یہاں پر کام کرنے لگے۔یہاں سے یہ مال تیار کر کے مختلف زراءے سے برطانیہ اور دوسرے ممالک میں بھیجا جاتا اور منافع کمایا جاتا۔ بنیادی طور پر ان وسائل کے ذریعے نوآبادکاروں نے اپنی تجارت کو فروغ دیااور مقامی لوگوں کے استحصال سے اس معاشی نظام کو آگے بڑھایااور اپنے پس پردہ مفادات حاصل کئے جس کے لیے یہ سب کچھ کیا جارہا تھا۔

ڈاکٹر روش ندیم لکھتے ہیں۔

"ہندوستانی زراعت کی ترقی کا یہ عالم تھا کہ جب امریکہ میں مکئی کی دریافت ہوئی تو اس کی کاشت فوراًیہاں بھی شروع کر دی گئی۔دریائے سندھ اور جمنا کے ذریعے نہروں کا جال بچھا دیا گیا تھا۔لاہور آگرہ چٹا گانگ، خندیش،بردوان اور ہلی وغیرہ جیسے بڑے بڑے شہر علم وتہذیب کے اعلیٰ مراکز تھے۔مواصلات کے ترقی یافتہ نظام کے تحت برصغیر میں سڑکوں اور دریائی راستوں کا جال بچھا ہوا تھا۔۔۔ڈھاکا کی ململ اور لاہور کے ریشمی کپڑے اور قالین کی صنعت پوری دنیا میں مانی جاتی تھی"(۳۴)

نوآبادکاروں کی وجہ سے بنیادی طور پر زراعت کے نظام میں تبدیلیاں واقع ہوئی تھی۔جس میں سب سے بڑی تبدیلی پانی کی فراہمی تھی۔جس کی وجہ سے زیادہ زمینوں کو آباد کیا گیااور چھوٹے کسان جن کی زمینیں بارانی تھی یعنی ان

کو صرف بارش کا پانی ہی میسر آ سکتا تھا۔ جس کی وجہ سے فصلیں کم پیدا ہوتی تھیں۔ نہری نظام نے بنیادی طور پر زراعت کے نظام کو بہتر کر دیا تھا۔ زمین زرخیز ہونے کی وجہ سے یہاں پر متعدد طرح کی فصلیں اور اناج کاشت ہو سکتا تھا۔ نو آباد کاروں نے بنیادی طور پر اس نظام کو بہتر کیا اور اسی کو ہی تجارت کا ذریعہ بنایا۔ جس سے انہوں نے خوب مال و دولت کمائی اور کسانوں سے ان کی بساط سے بڑھ کر کام کروایا اور اجرت کم دی۔ اس عمل کی وجہ سے مقامی آبادی کہیں نہ کہیں انہیں اپنا دشمن بھی سمجھتی تھی۔ لیکن انہوں نے جو نظام وضع کیے تھے ایک عام آدمی ان کو پسند کرتا تھا اور کسان بھی ان سے خوش نظر آتے تھے۔ ماضی کے مقابلے میں ہندوستان کے لوگوں کی یومیہ آمدنی کے حوالے سے جو کہ پہلے خوشحال تھے اب ان کی آمدنی کم ہو گئی تھی اور ضروریات زندگی بڑھنے لگی تھی۔

ڈاکٹر مبشر حسن اس بارے لکھتے ہیں۔

> "ایک روپے میں 40 دام ہوتے تھے اور مزدور کی یومیہ اجرت 2،3 دام ہوتی تھی۔ ایک مزدور آدھا میں صبح و شام کی روٹی کھا سکتا تھا۔ اکبر کے زمانے میں سب سے نکمے غلام کو ایک دن یوں ملتا تھا۔ ماہر کاریگر کو تین سو تین سو دام ماہوار ملتے تھے۔"(۳۵)

مبشر حسن، ڈاکٹر، مشمولہ، شاہراہ انقلاب، نو آبادیات: تعارف و تجزیہ، 11 ٹیمپل روڈ لاہور، س ن، ص 270

نو آبادیاتی نظام کے ساتھ برطانوی حکومت نے کئی ایسی پالیسیاں بنائی جو یہاں کے عام لوگوں کے فائدے میں تھیں اور اس سے کاشت کاری کو فروغ حاصل ہو رہا تھا اور لوگوں کو روزگار بھی میسر ہونے لگا تھا۔ یہاں ماضی کے مقابلے میں اب لوگوں کو روزگار زیادہ ملنے لگا تھا اور آہستہ آہستہ روزگار کے نئے مواقع جو کہ برطانوی سامراج کے بڑے منصوبوں کی وجہ سے میسر آئے تھے۔ عام عوام اس سے خوش تھے اور ایسے ہنر مند افراد جو کہ پہلے کم کام کی وجہ سے تھوڑے پیسے کماتے تھے اب زیادہ کام ملنے کی وجہ سے ان کی آمدنی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔

بنیادی طور پر کاشت کاری کے لیے یہ زمینیں برطانوی حکومت کی طرف سے مقامی سیاسی رہنماؤں، راجاؤں کو تحفے میں دی گئی تھیں تاکہ ان زمینوں کو آباد کیا جائے۔ نو آباد کاروں کا منصوبہ تھا کہ یہاں زرخیز زمینوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ زمین کو کاشتکاری کے قابل بنایا جائے اور زیادہ سے زیادہ آج اجناس پیدا کی جائیں۔ اس کام کے لیے افرادی قوت کی یہاں کوئی کمی نہیں تھی۔ یہاں کاشتکاری کے لئے بہت سے لوگ میسر تھے جو کے صرف کاشتکاری ہی جانتے تھے اور اسی پیشے سے وابستہ تھے۔ ایسے لوگ برطانوی لوگوں کی زیادہ قدر کرتے تھے اس لئے کہ برطانوی کے یہاں آنے سے ہی کاشتکاری کی زمین میں اضافہ ہوا تھا اس لئے کہ نہری نظام نے ان علاقوں کو بھی آباد کر

دیا تھا جہاں پر پہلے پانی کی فراہمی ممکن نہیں تھی اور لوگ اس لئے وہاں پر فصلیں بھی کاش نہیں کرتے تھے بلکہ زمین بنجر اور غیر آباد تھی۔ جس میں بہت سے لوگ روزانہ کی اجرت کی بنیاد پر کام کیا کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف مصنوعات کی صنعتوں میں بھی ہنر مند افراد کی ضرورت ہوتی تھی جس سے ان کو روزگار ملتا تھا اور یہاں کی مصنوعات برطانیہ بھیجی جاتی تھیں۔

نو آبادیاتی سامراج کا مقصد یہاں پر زراعت کو فروغ دینا تھا۔ اس لیے کہ برطانیہ جو کہ پہلے زرعی ملک تھا اب آہستہ آہستہ صنعتی ملک میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اس لیے برطانوی یہ چاہتے تھے کہ وہ یہاں زراعت کو فروغ دے کر اپنی ضروریات پوری کریں۔ اس کام کے لئے انہوں نے یہاں کی افرادی قوت سے کام لیتے ہوئے اپنے ان منصوبوں کو تکمیل تک پہنچایا۔

رانا توفیق صدیقی لکھتے ہیں۔

"جب کوئی طاقتور ریاست اپنی طاقت کے بل بوتے پر کسی کمزور ریاست اور اس کے افراد اور وسائل پر غاصبانہ قبضہ جما لے۔ وہاں کئی افرادی، مادی وسائل کو اپنی معاشی اور معاشرتی ترقی کیلئے استعمال کرے تو وہ مقبوضہ ریاست اس طاقتور ریاست کی نو آبادی کہلائے گی۔ نو آبادکار کا بنیادی مقصد اس مغلوب ریاست کے قدرتی وسائل اور افرادی قوت اور تجارتی منڈیوں پر غلبہ حاصل کرنا ہوتا ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنی معاشی اور اقتصادی حالت کو بہتر بناتی ہے" (٣٦)

نو آبادیات بنیادی طور پر اسی طرح سے اپنے نظام کو منظم کرتا ہے اور کسی علاقے کے وسائل اور افرادی قوت پر اپنی گرفت مضبوط کرتا ہے اور اپنی معاشی اور معاشرتی ترقی کے لئے مقامی لوگوں کا استحصال کرتا ہے۔ استعماری طاقت کے ذریعے قوانین پر عمل کرواتا ہے۔ جو کہ بنیادی طور پر استحصالی رویہ ہے۔ کسی بھی قوم پر استعماری طاقت کے زور سے قوانین پر عمل درآمد کروانا اور مغلوب قوم کے حقوق کا تحفظ نہ کرتے ہوئے اپنے مقاصد کو فوقیت دینا ہی نو آبادیاتی سرمایہ کاری کا فکری ڈھانچہ ہے۔

نو آبادکار اس مغلوب ریاست کا ہر طرح سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ نو آبادکار عام طور پر جس جگہ آباد ہوتے ہیں وہاں کے قدرتی وسائل اور تجارتی منڈیوں سے سب سے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں جس سے اپنی معیشت اور نظام کو بہتر کرنے کے لئے سرمایہ اکٹھا کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے بھی ایسے کئی معاہدے کیے اور کامیابی

کے ساتھ یہاں سے خام مال کو دنیا کی دوسری منڈیوں تک پہنچایا جس میں سب سے زیادہ فائدہ انہی کا تھا لیکن افرادی قوت،وسائل اسی خطے کے استعمال ہوئے۔

ب: بطور ذریعہ تعلیم انگریزی کے مضمرات

بطور ذریعہ تعلیم انگریزی کے مضمرات کا جائزہ درج ذیل دو صورتوں میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ مثبت پہلو

نو آبادیاتی نظام کے قیام کے ساتھ ہی برصغیر میں انگریزی زبان بھی وارد ہوئی تھی۔ یہ زبان حکمرانوں کی زبان کہلاتی تھی اور آہستہ آہستہ یہ ہندوستان کی سرکاری اور دفتری زبان بن گئی۔ حکومت کے اعلیٰ عہدوں تک رسائی کے لیے بھی اس زبان کولازمی قرار دیا گیا۔انگریزوں کے برصغیر کے جانے کے بعد بھی اس زبان نے اپنی حیثیت قائم رکھی اور تقسیم کے بعد اسی زبان کو ہی ذریعہ تعلیم بنانے گیا اور اسی زبان میں تعلیم دینے کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ اس خطے کے لوگوں کے لیے اچھا تھا۔ آنے والے ادوار میں انگریزی بھی بین الاقوامی زبان کی حیثیت اختیار کرگئی اور یہاں اس زبان کی وجہ سے ملازمتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ بطور ذریعہ روزگار انگریزی زبان کے حوالے سے چند نکات اہم ہیں جس سے یہاں کے لوگوں کو فائدہ ہوا ہے۔

اس حوالے سے جیلانی کامران لکھتے ہیں۔

"برطانوی اساتذہ کی درآمد،انگریزی اسکولوں کا قیام،انگریزی کا لازمی ذریعہ تعلیم وتدریس،یورپی علوم اور سائنس پر مبنی نصاب تعلیم، ورنیکلر زبانوں کا نئے نظام تعلیم میں مقام،اور عید انڈیا کمپنی کے پالیسی ساز اداروں کا تعلیمی اور تہذیبی رویہ ایسی نشانات تھے جو انگریزی کے لازمی ذریعہ تعلیم کو مرکزی اہمیت دیتے ہوئے اس طریقہ کار سے کم از کم اپنی دانست میں کسی ذہنی انقلاب اور ایک نئے زمانے کی تعمیر و تخلیق کے لیے کوشاں تھے"(۳۷)

اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی میں انگریزی زبان کی ترویج واشاعت اور یہاں پر انگریزی اداروں کے قیام کو یقینی بنا کر اس خطے کہ حق میں اچھا کیا ہے۔اس لیے کے یہاں کے لوگ جو کہ پہلے اس زبان سے آگاہ نہیں تھے انگریزوں کے آنے کی وجہ سے اس زبان سے آگاہ ہوئے۔ اس بات سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ ایسا انڈیا

کمپنی کی اپنی پالیسی اور مفادات کی وجہ سے یہاں پر انگریزی زبان اور اس کے اداروں کو فروغ دیا گیا لیکن یہ بنیادی طور پر اس خطے کے لوگوں کے حق میں اچھا ثابت ہوا جس سے آنے والے دنوں میں ایسے نتائج پیدا ہوئے جس کی توقع برطانوی اعلٰی عہدے داروں نے بھی نہیں کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس خطے میں انگریزی زبان کے فروغ نے علم و ادب کو بڑھایا ہے جس کی وجہ سے ایسے باغیانہ رویے پیدا ہوئے جنہوں نے نو آبادیاتی نظام کی جڑوں کو ہلا دیا۔

انگریزی زبان کی وجہ سے جاب مارکیٹ وسیع ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگ اس زبان کے طفیل نئے روزگار سے وابستہ ہیں جو کہ انگریزی زبان سیکھے بغیر ممکن نہیں ہیں۔

ا۔ انگریزی زبان کے ذریعے حکومتی اعلٰی عہدوں تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ ہمارے یہاں حکومت کے اعلٰی عہدے حاصل کرنے کے لئے انگریزی زبان اور جدید علم کا جاننا ضروری ہے جو کہ انگریزی زبان ہی میں میسر آتا ہے۔ بنیادی طور پر نو آبادیاتی نظام میں اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ حکومتی عہدے داروں میں ان لوگوں کو شامل کیا جائے جو انگریزی زبان جانتے ہیں۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا تھا کہ انگریز افسروں کو یہاں کے حالات اپنی زبان میں سن کر ان کا حل نکالنا ہوتا تھا۔ اس عمل سے انگریز افسروں کو فائدہ حاصل ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس عمل سے مقامی لوگوں کو بھی فائدہ حاصل ہو رہا تھا۔ اس لئے کہ یہ انگریزی زبان سے آشنا ہو رہے تھے جو کہ جلد ہی بین الاقوامی زبان بننے والی تھی۔ اس خطے میں انگریزی زبان کے رواج پانے میں یہاں کے لوگوں کو بھی فائدہ ہوا جو آہستہ آہستہ اس زبان سے آشنا ہوئے اور اس سے معاشی ضروریات بھی پوری کرنے لگے۔

۲۔ انگریزی تعلیم کی وجہ سے پرائیویٹ کمپنیاں جو جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔ ان کو ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو انگریزی زبان جانتے ہوں اور جدید ٹیکنالوجی کا مطالعہ انگریزی زبان میں کر سکتے ہوں۔ بنیادی طور پر یہ کمپنیاں نئی ٹیکنالوجی کو دنیا کے مختلف ممالک میں متعارف کرواتی ہیں اور وہاں پر اپنے ہیڈ آفس قائم کرتی ہیں جن کے معاملات کو دیکھنے کے لئے ایسے ہنر مند افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ انگریزی زبان جانتے ہو اور وقت پڑنے پر مختلف طرح کے مسائل کو حل کرنے کی ٹیکنیک سے آگاہ ہوں۔ بنیادی طور پر ہمارے خطے میں ایسی نوکریوں کا حصول انگریزی زبان کے علم کے بعد ہی ممکن ہوا ہے۔

۳۔ اسی طرح بین الاقوامی سطح پر بھی بہت سی نوکریوں کے مواقع موجود ہیں جو کی صرف بین الاقوامی زبان سمجھنے والوں کو ہی میسر آتے ہیں۔ اس حوالے سے میڈیا سر فہرست ہے۔ بین الاقوامی میڈیا کی زبان ہی انگریزی ہے۔ اس حوالے سے بہت سے بین الاقوامی ادارے ہیں جو کہ پوری دنیا میں میڈیا کا کام سر انجام دے رہے ہیں۔ ان اداروں میں جاب حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو انگریزی زبان پر عبور حاصل ہو اور اپنے متعلقہ حکام سے

آگاہی رکھتے ہوں۔ بین الاقوامی سطح پر ملنے والی جاب میں ملٹی نیشنل کمپنیاں بھی شامل ہیں جو کہ مختلف ممالک میں اپنی شاخیں پھیلائے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی اچھے انگریزی بولنے والے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے اور کمپنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دنیا کے مختلف ممالک سے ہنر مند افراد کو جمع کیا جاتا ہے جو کہ ان کے کام میں آسانی پیدا کر سکیں۔ بین الاقوامی سطح پر ٹیکنیکل اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے بھی مختلف ملازمتیں موجود ہیں جن تک رسائی انگریزی زبان سیکھے بغیر ممکن نہیں ہے۔اس لئے کہ جدید ٹیکنیکل اور ٹیکنالوجی کی زبان بھی انگریزی ہے اور ان کاموں کے لیے بھی اچھے انگریزی بولنے والے ہنر مند افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ اس کام کو اچھے طریقے سے آگے بڑھا سکیں اور آنے والے وقت میں اس میں کوئی نئے اضافہ کر سکیں۔

۴۔ جدید علوم تک رسائی حاصل کرنے اور ان پر تحقیق کرنے کے لیے بھی انگریزی زبان کا جاننا ضروری ہے اور یہ مثبت عمل ہے کہ اس خطے کے لوگ بین الاقوامی زبان کو جانتے ہیں اور اس کے ذریعے جدید علم اور تحقیق کے ساتھ جوڑتے ہیں جس سے زندگی میں معنوی گہرائی پیدا ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ جدید موضوعات پر تحقیق کرنے کے لیے بھی انگریزی زبان کا جاننا ضروری ہے۔اس لیے کہ آج کے دور میں انگریزی زبان ہی علمی زبان ہے جس میں دنیا بھر سے لوگ لکھ رہے ہیں اور موضوعات میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ تحقیق کرنے اور موضوعات کو سمجھنے کے لئے بھی انگریزی زبان نے اہم کردار ادا کیا ہے جس کی وجہ سے آج کی فکر جدید موضوعات کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

۵۔ بین الاقوامی سطح پر سیاست میں حصہ لینے کے لیے اور دوسرے ممالک میں اثر ورسوخ پیدا کرنے کے لیے بھی انگریزی زبان کا جاننا ضروری ہے۔اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اہم سیاسی لیڈر بھی انگریزی میں گفتگو کرتے ہیں اور ان کے بین الاقوامی دوروں میں بھی انگریزی زبان سر فہرست رہتی ہے جس میں انہیں بات چیت کرنا ہوتی ہے۔اسی طرح بین الاقوامی طور پر تجارت کرنے اور لین دین کے لئے بھی انگریزی زبان کا جاننا ضروری ہے۔ اس لئے کہ مختلف ممالک کے درمیان جب تجارتی معاہدے طے پاتے ہیں تو ان کے درمیان انگریزی زبان رابطے کا کام کرتی ہے۔ اسی طرح عالمی منڈی ابھی انگریزی زبان کی مدد سے چلتی ہیں اس لئے کہ یہاں بھی رابطے کی زبان انگریزی ہوتی ہے۔

بنیادی طور پر جدید دنیا کے عوامل سے جڑنے اور جدید علم کا حصول انگریزی زبان زبان میں ہی ممکن ہو پایا ہے۔ انگریزی زبان کو اس خطے میں سو سال سے زیادہ ہونے کو ہیں اور اب یہاں کے عوام کی زبان میں بھی انگریزی کے متعدد الفاظ شامل ہو گئے ہیں۔ اس سے انگریزی زبان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو کہ اس قوم کے لئے اچھا ثابت ہوا ہے۔

۶۔ انگریزی بطور ذریعہ تعلیم کا یہ مثبت پہلو ہے کہ یہاں کے لوگ جو صرف مقامی زبانوں سے جڑے ہوئے تھے انگریزوں کے آنے کی وجہ سے وہ ایک ایسی زبان سے آشنا ہوئے جو کہ اس خطے کی زبان نہیں تھی بلکہ ایک بدیسی زبان تھی جس کو انہیں سیکھنا تھا۔ اس زبان کو سیکھنے کے لئے یہاں پر ایسے سکول اور کالج قائم کیے گئے جہاں انگریزی زبان کی تعلیم دی جانے لگی اور یہ ایک اہم بات ہے کہ یہاں پر ایسے اداروں کے قیام نے آہستہ آہستہ عوام کو بھی باشعور کیا اور مقامی زبانوں کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان سے بھی آشنا کروایا۔

۷۔ بنیادی طور پر انگریزی اور انگریزی ادب پڑھنے کی وجہ سے اس قوم میں بھی آزادی کے رویے پیدا ہونا شروع ہوئے جنہوں نے بغاوتی انداز اختیار کیا اور ہندوستان میں آزادی کی تحریکیں اٹھنا شروع ہوئی۔ بنیادی طور پر انگریزوں کا سیاسی نظام اور ان کے رویوں سے آشنائی کی وجہ سے بہت سی نئی تبدیلیاں پیدا ہوئیں اور وہ باغیانہ رویہ پیدا ہوئے جس کی وجہ سے نو آبادیاتی نظام آہستہ آہستہ اپنی گرفت ڈھیلی کرنے لگا۔ ارباب اختیار نے اس دور میں ان خطرات کو محسوس کیا تھا لیکن نہیں سمجھتے تھے کہ انگریزی ادب یہاں کے لوگوں پر اس طرح سے اپنے اثرات واضح کرے گا۔ یہ ایک مثبت عمل تھا جو کہ اس قوم کے لئے آزادی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ جیلانی کامران لکھتے ہیں۔" اس لیے نئی تعلیم نے ہندوستان میں ایسے رویوں کو پیدا کیا جو بغاوت کے روئے تھے۔ نئی تعلیمی پالیسی سے جو بڑی غلطی سرزد ہوئی وہ نصاب تعلیم کے بارے میں تھی نصاب تعلیم نے انگریزی شاعری اور انگریزوں کے سیاسی افکار کو شامل کر کے جن باغیانہ رویوں کو تقویت دی ان رویوں کے ساتھ برطانیہ برابر کئی برسوں تک دوچار رہا۔ "[۳۸] جنگ عظیم دوم کے بعد جب برطانیہ مالی طور پر کمزور ہوا تو برصغیر میں بھی آزادی کی تحریک شروع ہو چکی تھی اور اب یہاں کے لوگ بھی یہ چاہتے تھے کہ انگریز یہاں سے واپس چلے جائیں۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے یہاں چھوٹی چھوٹی بغاوتیں شروع ہو چکی تھی جس کی وجہ سے انگریز بھی آہستہ آہستہ آہستہ سے واپس چلے گئے۔ آزادی کی ان بغاوتوں نے اس خطے پر پورا اثر دکھایا اور یہ مختلف حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ جیلانی کامران کا انٹرویو کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کے انگریزی زبان وادب نے یہاں پر جن رویوں کو فروغ دیا انہوں نے بغاوت کی صورت اختیار کی اور اس خطے میں بھی آزادی کے نعرے گونجنے لگے۔

۲۔ منفی پہلو

۱۔ بطور ذریعہ تعلیم انگریزی کے منفی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے ہندوستان کی سرکاری زبان فارسی تھی جب کہ نو آبادکاروں کے آنے کی وجہ سے اس خطے کی سرکاری زبان کو تبدیل کر

کے انگریزی زبان کر دیا گیا اور دفتروں میں عام طور پر فارسی زبان کی بجائے انگریزی زبان کا چلن عام ہونے لگا۔ جس کی وجہ سے فارسی زبان محدود ہوتی چلی گئی۔ نو آبادکاروں کے آنے سے پہلے برصغیر میں فارسی زبان علم و ادب کی زبان سمجھی جاتی تھی اور لوگ اسی میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ سرکاری نوکریوں کا حصول اور علمی درجات اسی زبان میں مکمل کیے جاتے تھے۔ برصغیر میں انگریزی زبان کے تسلط نے فارسی کی حیثیت کو کم کر دیا اور آج اس خطے میں فارسی کے بجائے انگریزی سمجھنے والے لوگ زیادہ ہیں۔ اگر اس خطے میں انگریزی زبان کا رواج عام نہ ہوا ہوتا اور برطانویوں نے یہاں انگریزی زبان کو حکومتی زبان کے طور پر قائم نہ کیا ہوتا تو بجا طور پر آج فارسی زبان بولنے والوں کی تعداد اس خطے میں انگریزی زبان بولنے والوں کی نسبت کہیں زیادہ ہوتی۔

۲۔ انگریزی زبان کی وجہ سے ہماری قومی زبان شدید متاثر ہوئی۔ اس لیے کہ انگریزی زبان کو حاکم کی زبان جبکہ قومی زبان کو محکموں کی زبان سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر انگریزوں نے جب اپنی حکومت قائم کی تھی تو انگریزی زبان کو ہی اولیت حاصل تھی آج بھی یہ غلامانہ ذہنیت موجود ہے۔ عوام بھی انگریزی زبان سمجھنے والے کو پڑھا لکھا اور عقلمند تصور کرتی ہے۔ اس لئے آج کے لوگ چاہتے ہیں کہ وہ انگریزی زبان سیکھے اور اسی زبان میں علم حاصل کریں۔ بنیادی طور پر انگریزوں کے جانے کے بعد بھی اس زبان کا اثر اس خطّے میں کم نہیں ہوا۔ عوام ان کی زبان سے متاثر تھی جس کی وجہ سے آج بھی اس خطے میں لوک اس زبان کو سیکھتے اور اس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ قومی زبان کی اہمیت کم ہو گئی ہے بلکہ اس میں تعلیم حاصل کرنا بھی کوئی قابل فخر بات نہیں سمجھی جاتی بلکہ قابل فخر انگریزی زبان اور جدید علم کو ہی سمجھا جاتا ہے۔ آج کے دور میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگریزی زبان ہی بنیادی وسیلہ ہے جو کہ بیشتر یونیورسٹیوں اور اداروں میں سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ ہم انگریزی زبان کو اپنی قومی زبان پر ترجیح دینے لگے ہیں اور یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہماری ہر طرح کی ترقی کا انحصار انگریزی زبان پر ہی ہے۔ قوموں کی صحیح ترقی ان کی قومی زبان کے ذریعے ہوتی ہے۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں۔

> "حقیقت یہ ہے کہ آج اردو انگریزی کے صحن اور چہار دیواری میں دفن ہے اور ہم اس کی رہائی کے لئے ذرا بھی نہ فکر مند ہیں نہ کوشاں ہیں۔ اگر ہر شخص قوم کے ایک فرد کی حیثیت میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرلے اور کم از کم اپنے دائرہ اختیار میں انگریزی کا ہر طرح استعمال ترک کر کے اردو کا استعمال شروع کر دے تو ملک کا ہر گوشہ قومی زبان کے رواج

سے آراستہ ہو جائے گا۔"[۳۹]

بنیادی طور پر یہ ایک منفی عمل ہے کہ قومی زبان سے جڑنے اور تعلیم حاصل کرنے کی بجائے ہم ایک ایسی زبان میں تعلیم حاصل کرتے ہیں جو ہمارے معاشرے میں نہ ہی عام طور پر بولی جاتی ہے اور نہ ہی اردو کے مقابلے میں زیادہ آبادی میں سمجھی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی ہم انگریزی زبان میں تعلیم حاصل کرنے کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ بحیثیت قوم ہمیں اردو زبان کے بارے میں فکر مند ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر نعیم الدین عقیل کا کہنا درست ہے کہ ہمیں اس بارے میں کوئی فکر نہیں ہے اور ہم اردو کی رہائی کے بارے میں نہیں سوچتے۔ بنیادی طور پر یہ ہمارا قومی مسئلہ ہے جس پر اردو بولنے والوں کو فکر مند ہونا چاہئے اور حکومتی سطح پر ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جس سے قومی زبان کو فروغ حاصل ہو سکے۔ انگریزی ذریعہ تعلیم کے اور بھی بے شمار نقصانات ہیں شرح خواندگی میں کمی، طلبہ کی تعلیمی ناکامی، قومی وحدت میں کمی، تعلیمی مقاصد میں کمی، معاشی مسائل کا سامنا احساس کمتری کا شکار۔

۳۔ انگریزی زبان کا نفسیاتی اثر بھی اس قوم پر ہوا ہے اس لئے کہ آج کل اپنی زبان کی بجائے انگریزی زبان بولنا قابل فخر سمجھا جاتا ہے اور اپنی قومی زبان بولنے والا احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ انگریزی زبان کے اثرات کا بڑھنا ہے۔ آج کل انگریزی بول چال عام ہو گیا ہے اور پڑھے لکھے لوگ عموماً دفتروں میں اور اعلیٰ عہدے داروں کے ساتھ اسی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ آج کل خراب قومی زبان بولنے والے پر توجہ نہیں دی جاتی بلکہ خراب انگریزی بولنے والے کو ٹوکا جاتا ہے۔ آج لوگ اس بات میں شرم محسوس کرتے ہیں کہ انہیں انگریزی زبان نہیں آتی۔ اس حوالے سے یہ اہم ہے کہ انگریزی زبان کی بجائے اپنی قومی زبان کی طرف توجہ دیں۔

خورشید ندیم لکھتے ہیں۔

> "انگریزی اشرافیہ کی زبان بن گئی تو لازم تھا کہ دوسری زبانیں احساس کمتری کا شکار ہو جائیں۔ آج ایک پاکستانی نہ درست اردو بولنے کو عیب نہیں سمجھتا کوئی انگریزی بولنے میں غلطی کرے تو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہی نہیں وہ اپنے اس ایپ کو برطرف ہونے کے احساس کے ساتھ بیان کرتا ہے"[۴۰]

۴۔ ہمارے تعلیمی نظام میں انگریزی زبان کو لازمی قرار دیا گیا ہے بلکہ اب تو کورس کی عموماً کتابیں انگریزی زبان ہی میں ہی پڑھائی جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ایسے طالب علم جو انگریزی میں مہارت حاصل نہیں کر سکتے پڑھائی میں دوسرے طالبعلموں سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہمارے تعلیمی سسٹم میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اور دو طرح

کے طبقے کے سامنے آرہے ہیں۔ ایک اردو میڈیم اور دوسرا انگریزی میڈیم۔ ان کی وجہ سے ہمارا تعلیمی نظام دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے جس کے معاشرے پر منفی اثرات پڑ رہے ہیں۔

ڈاکٹر فوزیہ اسلم اس حوالے سے ایک مضمون میں لکھتی ہیں کہ

"پاکستان میں انگریزی کو اشراف کی تعلیم، امارات شہری اور اعلیٰ طبقے کی تربیت اور بلند مرتبے کی علامت خیال کیا جاتا ہے۔"(۴۱)

یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے داخلی نظام کی زبان بھی انگریزی بن گئی۔ اس طرح معاشرے کی ذہانتیں اردو سے دور ہوتی گئیں جب انگریزی اشرافیہ کی زبان بن گئی تو لازم ہے کہ دوسری زبانیں احساس کمتری کا شکار ہوں گی۔

پبلک سروس کمیشن اور حکومت کے اہم عہدوں تک رسائی کے لیے ضروری ہے کہ انگریزی زبان کو سیکھا جائے۔ اس زبان کے بغیر ایسے امتحانات کا حصول ممکن نہیں ہوتا کیونکہ یہ امتحانات عموماً انگریزی زبان میں مہارت کے بغیر پاس کرنا ممکن نہیں۔ اس صورت میں ایسے طالب علم جو انگریزی زبان نہیں جانتے مگر ذہین ہیں وہ بھی نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ اس میں توازن کی کوئی صورت پیدا کرنی چاہیے تاکہ اس صورتحال پر قابو پایا جاسکے۔ اس حوالے سے مقتدرہ قومی زبان پاکستان نے سفارشات برائے نفاذ اردو کے حوالے سے کچھ گزارشات کا ذکر کیا تھا جو کہ مقابلے کے امتحانات کے لیے ضروری ہیں۔

"مقابلے کے امتحانات میں بھی صورتحال تبدیلی کی متقاضی ہے۔ انگریزوں کے دور حکومت میں پورے برطانوی ہندوستان میں مرکزی اعلیٰ ملازمتوں کے امتحان میں اردو لازمی مضمون میں سے ایک تھ۔ آزادی کے بعد دو اردو اور بنگالی زبان ایک عرصے تک لازمی مضامین کے طور پر رہیں۔ تاہم اب مقابلے کے امتحان میں اردو ادب کا 200 نمبر کا اختیاری پرچہ ہے جبکہ انگریزی مضمون نویسی اور انگریزی گرامر لازمی مضمون کے طور پر ہے۔ اس میں انگریزی بولنے والے امیدواروں کو اردو بولنے والے امیدواروں پر ایک غیر منصفانہ برتری حاصل ہوتی ہے"(۴۲)

مقابلے کے امتحانات کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ انگریزی کے مقابلے میں اردو کو کم اہمیت دی جاتی ہے بلکہ لازمی نصاب کا حصہ ہی قرار نہیں دیا جاتا۔ جیسا کہ انگریزی کو قرار دیا جاتا ہے اور یہ تمام سٹوڈنٹس کے لئے یکساں

ہوتی ہے۔ مقابلے کے امتحانات میں بھی اردو کو لازمی مضمون کے طور پر شامل کرنا چاہیے تا کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو زبان کو بھی سمجھنے اور سیکھنے کا رواج قائم ہوں اور صرف اسے اختیاری مضمون کے طور پر نہ پڑھا جائے۔ بلکہ لازمی مضمون کے طور پر پڑھا جائے اور طالبعلموں کو اس بات سے آگاہی دی جائے کہ وہ اپنی زبان میں زیادہ سے زیادہ مہارت حاصل کریں تا کہ قومی زبان کو فروغ حاصل ہو سکے اور ہم حکومتی سطح پر اور اپنے دفاتر میں انگریزی کے مقابلے اردو کو ترجیح دیں۔

ڈاکٹر ممتاز منگلوری لکھتے ہیں۔

"آرٹس کے مضامین میں اردو ذریعہ امتحان قبول ہے مگر طالب علم کو
اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ دفتروں کی زبان انگریزی ہے اور پبلک
سروس کمیشن میں بھی انگریزی معیاری قابلیت سمجھی جاتی ہے اس لیے
آرٹس والے بھی انگریزی زبان کو ہی ترجیح دیتے ہیں" (۴۳)

بنیادی طور پر یہ منفی رویہ ہے کہ اردو ذریعہ تعلیم جو کہ موجود بھی ہے اور اس کو عوام میں اور پڑھے لکھے لوگوں میں اہم شمار نہیں کیا جاتا بلکہ انگریزی کے مقابلے میں اس کی حیثیت بہت کم رہ جاتی ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کے بغیر حکومتی سطح کے اعلیٰ منصب حاصل کرنے کے لئے جو امتحانات دینے پڑتے ہیں ان میں انگریزی زبان کا ہی اہم ہوتی ہے اور آپ کو تمام پرچے انگریزی زبان میں ہی حل کرنے پڑتے ہیں جس کی وجہ سے عام طور پر انگریزی میں تعلیم حاصل کرنی ہیں کو بہتر سمجھا جاتا ہے۔

۵۔ بنیادی طور پر انگریزی زبان کو اپنی قومی زبان پر اہمیت دینا بنیادی طور پر وہ تقلیدی رویہ ہے جو انگریز کے جانے کے بعد بھی یہاں موجود ہے۔ باحیثیت قوم ہمیں اس تقلیدی رویے سے دور رہنا چاہیے اور کسی کے پیچھے چلنے کی بجائے اپنے لئے نئے راستے بنانے چاہیے تا کہ ہم آنے والے وقت میں اپنی شناخت کے ذریعے آگے بڑھ سکیں۔ تقلیدی رویہ بنیادی طور پر قوم کو نفسیاتی طور پر کھوکھلا کر دیتا ہے اور اپنی شناخت کو قائم نہ رکھتے ہوئے دوسری مقتدر اقوام کے رنگ میں رنگ جاتا ہے جس سے اس کی اپنی شناخت ختم ہو جاتی ہے۔

خورشید ندیم لکھتے ہیں۔

"آج انگریزی کو اپنا لیا گیا۔ یوں تہذیبی حساسیت بھی ختم ہو گئی ہے۔
اب انگریزی اس طرح رچ بس چکی ہے کہ کسی زبان کا احساس بھی
باقی نہیں رہا۔ وطن کے ساتھ ایک فطری عصبیت وابستہ ہوتی ہے وہ

تو موجود ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ یہ کسی تہذیبی عصبیت

کا اظہار ہے۔ اب کوئی اردو نہیں سیکھنا چاہتا۔ "(۴۴)

بنیادی طور پر یہ منفی رویہ بہت ہی خطرناک ہے۔ اس لیے کے آہستہ آہستہ زبان کے تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے تہذیبی معاملات اور معاشرتی رویے بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ قومی شناخت اور اپنے تہذیبی ورثے کی حفاظت زبان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اس سے متعلق ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں کہ

"کسی ملک نے بھی کسی غیر ملکی زبان کو اپنے اعصاب پر سوار نہیں کیا ہوا۔ کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ انگریزی کے بغیر ہمارا ملک چل ہی نہیں سکتا یہ انگریز کی سامراجی دور کا فیضان ہے کہ اس کے اقتدار کا آفتاب تو گہنا گیا مگر اس نے پوری قومی زبان اور کلچر کی حفاظت کے لیے جہاں جہاں پیش بندیاں کیں وہ اس کے کام آرہی ہیں۔ ہمارے ہاں انگریز سے زیادہ انگریزی سے وفا کا عہد باندھے یوئے ہیں لہذا اردو کو ہمارے سہارے کی اتنی ضرورت نہیں جتنی ہمیں اس کی ضرورت ہے۔"(۴۵)

یہ منفی رویہ آہستہ آہستہ ہمیں اپنی شناخت سے دور کر رہا ہے۔ انہی رویوں سے بے روزگاری کے خوف نے تعلیم کو متاثر کیا ہے۔ زبانوں کے دوہرے عمل نے بچوں کی ذہنی صلاحیت کو ختم کر دیا ہے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ آج کے دور میں کوئی اردو میں تعلیم حاصل کرنا نہیں چاہتا بلکہ ایسے طالب علم جو اردو میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کو انگریزی زبان میں تعلیم حاصل کرنے والوں کی نسبت غیر اہم تصور کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر آج کل کا جدید علم انگریزی زبان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ تمام طالب علم انگریزی میں جدید علم حاصل کریں لیکن اپنی زبان اور شناخت کو قائم رکھتے ہوئے آگے بڑھیں۔ اس عمل سے ہم احساس کمتری کو کم کر سکتے ہیں اور بحثیت قوم جدید علم کے ساتھ جڑتے ہوئے اپنی شناخت کو قائم کر سکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ڈکشنری آف انگریزی لینگو تج، ٹرینڈ ریس پبلی کیشن، ۲۰۰۶، جلد اول

۲۔ انور سن رائے، مابعد نو آبادیاتی مطالعے، بی بی سی اُردو ڈاٹ کام، کراچی، ۲۰۱۳، ص ۴

۳۔ محمد رؤف ، برصغیر میں نو آبادیاتی دور کا آغاز و ارتقاء، مشمولہ ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ تاریخ اخلاق)، عکس کیشن، لاہور، ۲۰۱۹، ص ۱۷۵

۴۔ جی آر مری، نو آبادیاتی نظام اور نظام تعلیم، ۲۰۲۰thebalochistanpost.com

۵۔ عامر سہیل ، ما بعد نو آبادیات کی اہم اصطلاحات ، مشمولہ ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ تاریخ اخلاق)، عکس کیشن، لاہور، ۲۰۱۹، ص ۵۴۵

۶۔ جیلانی کامران ، انگریزی زبان اور ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار ، مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد ، ۱۹۸۵، ص ۱۵

۷۔ ایضاً، ص ۲۳

۸۔ ناصر عباس نیر، نو آبادیاتی تعلیمی دور: انگریزوں نے ہندوستان کو کیسے ذہنی غلام بنایا؟، تعلیمی زاویہ ڈاٹ کام، ۲۰۱۶

۹۔ جیلانی کامران ، انگریزی زبان اور ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار ، مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد ، ۱۹۸۵، ص ۶۲

۱۰۔ اکمل سومرو، نصاب کے ذریعے نو آبادیاتی ذہنیت کی آبیاری، اخبار اردو، اسلام آباد ۲۰۱۴، ص ۶۵

۱۱۔ طفیل احمد سید "مسلمانوں کا روشن مستقبل" حماد الکتبی شیش محل روڈ لاہور (س ن) ص: ۱۶۲-۱۶۴۔

۱۲۔ جیلانی کامران ، انگریزی زبان اور ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار ، مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد ، ۱۹۸۵، ص ۸۳

۱۳۔ پروفیسر ڈاکٹر غازی علم دین، انگریزی کا تسلط اور لسانی تعصب، مشمولہ اخبار اردو اسلام آباد، اگست ۲۰۲۰، ص ۲۱

۱۴۔ عامر سہیل ، ما بعد نو آبادیات کی اہم اصطلاحات ، مشمولہ ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ تاریخ اخلاق)، عکس کیشن، لاہور، ۲۰۱۹، ص ۵۴۶

۱۵۔ سید قمر عباس کاظمی ، مشمولہ ،ہندوستان اور یورپ میں نو آبادیات کا تاریخی پس منظر ،مرتب ،عامر سہیل ،نو آبادیات ومابعد نو آبادیات، عکس پبلی کیشن لاہور،۲۰۱۹، ص۳۶۱

۱۶۔ ریاض ہمدانی،ڈاکٹر،اردو ناول نو آبادیاتی مطالعہ ، فکشن ہاؤس لاہور،۲۰۱۸، ص۱۵۶

۱۷۔ Böröcz, József, and Mahua Sarkar. "Colonialism." Encyclopedia of Global Studies. SAGE, 2012. 229-34. SAGE Reference Online. Web. 22 Mar.p=1

۱۸۔ ناصر عباس نیر،ڈاکٹر،لسانیات اور تنقید،پورب اکادمی اسلام آباد،۲۰۰۹، ص۲۴

۱۹۔ محمد رؤف ، بر صغیر میں نو آبادیاتی دور کا آغاز و ارتقاء، مشمولہ ،نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ تاریخ اخلاق)، عکس کیشن،لاہور،۲۰۱۹، ص۱۷۶

۲۰۔ ایضاً ،ص۱۸۰

۲۱۔ طاہر کامران، کولونیل ازم: نظریہ اور برصغیر پر اس کا اطلاق، مشمولہ،نو آبادیات ومابعد نو آبادیات، عکس پبلی کیشن،لاہور،۲۰۱۹، ص۶۰۵

۲۲۔ جیلانی کامران ،انگریزی زبان اور ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار ،مقتدرہ قومی زبان ،اسلام آباد ،۱۹۸۵، ص۳۶۴

۲۳- Saigol, Rubina.(1993) .Educational: ,,Critical perspectives', Progressive Publishers, Lahore.(p.126)

۲۴۔ جیلانی کامران ،انگریزی زبان اور ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار ،مقتدرہ قومی زبان ،اسلام آباد ،۱۹۸۵، ص۶۲

۲۵۔ پروفیسر اسلوب احمد انصاری، جدید انگریزی تعلیم، اخبار اردو اسلام آباد ۲۰۰۰، ص۴۵

۲۶۔ جیلانی کامران ،انگریزی زبان اور ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار ،مقتدرہ قومی زبان ،اسلام آباد ،۱۹۸۵، ص۱۷۳

۲۷۔ معین الدین عقیل،ڈاکٹر، منتخبات اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد،۱۹۸۸، ص۳۲

۲۸۔ ایضاً، ص۳۲

۲۹۔ ایضاً، ص۳۳

۳۰۔ ایضاً، ص۴۹

۳۱۔ ایضاً، ص ۱۳۲

۳۲۔ عامر سہیل ،ما بعد نو آبادیات کی اہم اصطلاحات ،مشمولہ ،نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ تاریخ اخلاق)، عکس کیشن، لاہور، ۲۰۱۹ ص ۵۴۹

۳۳۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، منتخبات اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۸، ص ۳۲

۳۴۔ روش ندیم ،ڈاکٹر ،مشمولہ ،ہندوستان اور یورپ میں نو آبادیات کا تاریخی پس منظر ،مرتب ،عامر سہیل ،نو آبادیات ومابعد نو آبادیات، عکس پبلی کیشن لاہور، ۲۰۱۹، ص ۱۹۴

۳۵۔ مبشر حسن، ڈاکٹر، مشمولہ، شاہراہ انقلاب، نو آبادیات: تعارف و تجزیہ، 11 ٹیمپل روڈ لاہور، س ن، ص ۲۷۰

۳۶۔ رانا توفیق صدیقی، نو آبادیات اور مابعد نو آبادیات: بنیادی مباحث، ہم سب، ۷ مارچ ۲۰۲۲، ۳۶

۳۷۔ جیلانی کامران ،انگریزی زبان اور ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار ،مقتدرہ قومی زبان ،اسلام آباد ،۱۹۸۵، ص ۵۲

۳۸۔ ایضاً، ص ۵۳

۳۹۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، منتخبات اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۸، ص ۴۰

۴۰۔ خورشید ندیم، اردو یا انگریزی، مشمولہ، اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۲۳، ص ۳۲

۴۱۔ فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اردو اخبارات میں ذولسانیت کا رجحان، شمارہ ۱۹، ص ۱۰۹، دریافت نمل

۴۲۔ سفارشات برائے نفاذ اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۰۵، ص ۱۰

۴۳۔ ممتاز منگلوری، ڈاکٹر، ڈاکٹر سید عبد اللہ کی ادبی خدمات، مرتب، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۷، ص ۳۲۰

۴۴۔ خورشید ندیم، اردو یا انگریزی، مشمولہ، اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۲۳، ص ۳۲

۴۵۔ غلام حسین ذوالفقار، پروفیسر، اردو ایک نام محبت کا، مقدمہ ترتیب و تدوین ،سید روح الامین ،عزت اکادمی گجرات، ۲۰۰۵، ص ۲۲۹

باب: سوم

اردو کے مقابلے میں مادری زبانوں کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیح کے مضمرات کا جائزہ

اردو کے مقابلے میں مادری زبانوں کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیحات کے مضمرات کا جائزہ دو صورتوں میں پیش کیا جاسکتا ہے۔اول مادری زبان بطور زریعہ تعلیم اور دوم میں مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم کے مضمرات کو بیان کیا جا سکتا ہے۔

الف: مادری زبان بطور زریعہ تعلیم

پاکستان میں مادری زبانوں میں تعلیم ایک اہم موضوع ہے کہ پاکستان میں چالیس سے زائد زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہیں۔یہاں پر چھوٹی جماعتوں کی تعلیم کے لیے مادری زبانوں کو ثانوی زبان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کے مختلف دہی علاقوں میں رہنے والے بچے اردو زبان سے واقفیت کم رکھتے ہیں اور گھروں میں بھی عموماً مادری زبان استعمال کی جاتی ہے جس سے بچے واقفیت رکھتے ہیں اور سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ ان جماعتوں میں بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دی جاتی ہے تاکہ وہ آسانی سے بات کو سمجھ سکیں۔

تعلیم کے ان مدارج میں مادری زبان کا استعمال اہم ہے اس لئے کہ بچہ اس زبان کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں سمجھتا بلکہ اسے کوئی دوسری زبان سیکھنے اور سمجھنے کے لیے کافی محنت کرنی پڑتی ہے۔جس سے بچہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسری زبان کو سمجھ سکے۔مادری زبان کیونکہ بچہ اچھے سے سمجھ سکتا ہے اس لیے تعلیمی مدارج میں مادری زبان کے استعمال سے بچوں کی تعلیمی صلاحیت اور کارکردگی میں بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔اس لئے کہ مادری زبان میں سیکھنے کی صلاحیت بچے میں موجود ہوتی ہے اور سہولت کے ساتھ ایسی چیزیں سیکھ سکتا ہے جو کہ بنیادی تعلیم میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔مادری زبانوں میں تعلیم چونکہ سرکاری سطح پر نصابی صورت میں موجود نہیں ہے بلکہ معلم کلاس روم میں اپنی سہولت کے لیے اس زبان کو استعمال کرتا ہے۔

مادری زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان کا استعمال کیا جاتا ہے جو کہ آہستہ آہستہ بچہ سمجھتا ہے اور مادری زبان کو وسیلہ بنایا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے بچہ اردو زبان میں بھی بولنا اور لکھنا سیکھ جائے۔ یہ طریقہ قابل عمل ہے اور ابتدائی جماعتوں کے طالبعلموں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں عموماً سرکاری سکول جو دور دراز کے دیہاتوں اور گاؤں میں موجود ہیں ان میں یہی طریقہ کار رائج ہے جس سے استاد بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دیتا ہے۔ کیونکہ سرکاری سکولوں میں جو بچے آتے ہیں وہ عموماً اردو نہیں جانتے بلکہ اپنی علاقائی اور مادری زبان ہی بولتے ہیں۔ اسی علاقائی اور مادری زبان میں وہ تعلیم حاصل کرتا ہے اور اس قابل ہوتا ہے کہ اردو اور انگریزی زبان بھی بول سکے۔

اس حوالے ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں۔

"پاکستان کے دیہی علاقوں میں قائم سکولوں کی ابتدائی جماعتوں میں
۔۔۔مادری زبان سے حسب ضرورت استفادہ کیا جاتا ہے کیونکہ ان جماعتوں
میں پنجابی، سرائیکی، بلوچی براہوی پشتون، سندھی۔ چترالی، کوہستانی، بلتی، کشمیری
بچے بلعموم اپنی مادری زبان کے علاوہ کسی اور زبان کو سمجھنے اور بولنے سے
قاصر ہوتے ہیں "(۱)

مقامی زبانوں کی تعلیم کے حوالے سے کوئی لسانی پالیسی واضح نہیں کی گئی بلکہ اپنے طور پر اس طریقہ تعلیم سے کام لیا جارہا ہے جو کہ بچوں کو تعلیم دینے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ مادری زبان چونکہ بچے کی پہلی زبان ہوتی ہے اس لیے وہ اس زبان میں جلدی سیکھتا اور چیزوں کو سمجھتا ہے اور پھر عام طور پر گھروں میں بھی مادری زبان بولی جاتی ہے جس سے بچے کے اندر یہ زبان بولنے کا اعتماد پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنائیت سے اسے استعمال کرتا ہے۔ کمرہ جماعت میں استاد اردو پڑھاتے ہوئے جب کسی واقعے کی وضاحت کرتے ہیں تو اس کو مادری زبان میں سناتے ہیں تا کہ یہ واقعہ بچوں کے ذہن نشین ہو جائے اور یہ طریقہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔ مقامی زبانوں میں تعلیم کی منصوبہ بندی سے تعلیم کو زیادہ وسیع پیمانے پر پھیلایا جا سکتا ہے تا کہ لوگ اپنی زبان میں علم حاصل کر کے سوچنے سمجھنے کے قابل ہوں۔ مقامی زبانوں کی پالیسی وضع کرنے کی ضرورت ہے جس کی روشنی میں اداروں سے عملدرآمد کروایا جاسکے اور مقامی زبانیں جو کہ آہستہ آہستہ معدوم ہو رہی ہیں ان کی نشوونما بھی ہو سکے۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ حکومتی سطح پر ایسے انتظامات نہ کیے جائیں جو کہ مقامی زبانوں کو فروغ دیتے ہیں۔

اس سے متعلق ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہیں۔

"لسانی ترقی محض ادب کی ترقی سے وابستہ نہیں ہوتی۔ خاص مقاصد کی

زبان کے لیے خاص کام کرنا ہوتا ہے۔اس خاص کام کے لیے لسانی
پالیسی درکار ہے۔ایسا نہ کرنے والی زبان مرجاتی ہے۔ تعلیمی پالیسی لسانی
پالیسی نہیں ہوتی اور تعلیم ویسے بھی وفاق کا مسئلہ نہیں صوبائی معاملہ ہے۔
جس میں انگریزی اردو اور مقامی زبانوں کو اپنے اپنے مقام پر زندہ رہنے کا
موقع ملے۔پالیسی کی روشنی میں زبانوں کی ترقی کا قانون بنانا چاہیے۔"(۲)

بنیادی طور پر صوبائی حکومتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی تعلیمی پالیسیوں میں مقامی زبان میں تعلیم کے حوالے سے بھی پیش رفت کریں اور اسکولوں میں ایسا نظام تشکیل دیں جس کی بنا پر مقامی زبانوں کو بھی تعلیمی مقاصد کے لئے بہتر طریقے سے استعمال کیا جاسکے۔ اس حوالے سے منظم حکمت عملی مقامی زبانوں کے فروغ میں اہم ثابت ہوگی۔اس حوالے سے وفاقی حکومت کو بھی صوبائی حکومتوں کا ساتھ دیتے ہوئے ایسی پالیسیوں کو منظم کرنا چاہیے۔کیونکہ یہ عمل مقامی زبانوں کے ساتھ ساتھ قومی زبان کے ساتھ بھی مشروط ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مقامی زبانوں میں ہی تعلیم حاصل کر کے طالبعلم اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ دیگر زبانیں یعنی اردو اور انگریزی بھی پڑھ اور بول لیتے ہیں۔اس کی اصل وجہ مقامی زبانیں ہیں جو کہ کسی بھی طالب علم کی ابتدائی تعلیم کے لیے نہایت ضروری ہیں۔یہی طالب علم کی تعلیم کی ابتدائی زبان ہوتی ہے جو کہ وہ اپنے گھر میں بولتا اور سنتا ہے لیکن تعلیمی نظام میں اس زبان کو ثانوی زبان کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے اور قومی زبان مقامی زبان پر اولیت حاصل کرجاتی ہے۔جس کو سیکھنے کے لئے مقامی زبان سے ہی کام لیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سلیمان اطہر اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر عطش درانی درجہ بالا بیان میں اردو کی مختلف لسانی مہارتوں کی
تدریس کے دوران بچوں کی مادری زبان کے استعمال کے حامی نظر
آتے ہیں۔انہوں نے درست لکھا ہے کہ ابتدائی درجات میں پاکستانی
بچوں کو اردو زبان ایک مادری زبان کی طرح نہیں سکھائی جاسکتی بلکہ
ان جماعتوں میں ثانوی زبان کی مہارتیں سکھانے کے اصول وضوابط
ہی مفید ثابت ہوں گے۔چنانچہ طالب علموں کی تفہیم کے لیے درسی
اسباق میں موجود مشکل الفاظ ضرب المثال، محاورات اور سائنسی اصطلاحات
کی وضاحت کے لئے مادری زبان استعمال کی جاتی ہے"(۳)

مادری زبان سے ہی طالب علم سیکھنا شروع کرتا ہے اور درجہ بدرجہ علم کی طرف آگے بڑھتا ہے۔اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ طالبعلم مقامی زبان میں زیادہ سہولت سے سمجھ اور بات کو ذہن نشین کر سکتا ہے اس لئے تو دیہاتوں کے سکول میں زیادہ تر استاد مقامی زبان میں ہی تعلیم دیتے ہیں اور مختلف مضامین کے استاد مقامی زبان میں ہی تعلیم دیتے ہیں جس سے بچوں کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔اس عمل کو بہتر بنانا چاہیے اور پرائمری تک کی تعلیم میں مقامی زبان سے طالب علم کو دور نہیں رکھنا چاہیے بلکہ مقامی زبان بولنے پر بھی پابندی نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ اسکولوں میں اکثر اساتذہ بچوں کو مقامی زبان کی بجائے قومی زبان بولنے کا کہتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ قومی زبان بولی جائے لیکن بچوں کو مقامی زبان بولنے دی جائے اور اس پر کسی طرح کی پابندی عائد نہ کی جائے۔مقامی زبانیں بنیادی طور پر کسی بھی طالب علم کی ابتدائی تعلیم کا ذریعہ بنتی ہیں۔ پاکستان کی اہم مقامی زبانوں میں پنجابی ،سندھی ،بلوچی ،پشتو، کشمیری، بلتی ایسی زبانیں ہیں جو کہ عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ان علاقوں کے سرکاری سکولوں میں مقامی زبانوں کے ذریعے ہی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو کہ اردو اور انگریزی زبان سیکھنے کا وسیلہ بنتا ہے۔ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں۔"زیادہ بہتر یہ ہے کہ شروع شروع میں تدریس کے دوران بچوں کو مادری زبان کا استعمال کرایا جائے اور پھر باتدریج اردو زبان کے استعمال کی طرف بڑھا جائے۔بچوں کو ابتدائی جماعتوں میں زیادہ سے زیادہ زبان کے استعمال کی اجازت دی جاسکتی ہے خصوصاً سندھی پشتو، بلوچی، براہوی، شینا، کوہستانی، کشمیری، لسانی خطوں کے سکولوں میں معلم پرائمری سطح پر طالب علموں کو مادری زبان کے استعمال سے ہرگز منع نہ کرے۔"[۴] پنجاب کے سرکاری سکولوں میں مادری زبانوں کو ثانوی زبان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن ابتدائی کلاسوں میں طالبعلم زیادہ تر پنجابی زبان ہی بولتے ہیں۔ ایسا صرف پنجاب میں نہیں بلکہ پاکستان کے تمام صوبوں میں ہوتا ہے لیکن پھر بھی اس کے لئے کوئی مناسب منصوبہ بندی نہیں کی جاتی کہ تعلیمی پالیسی میں مقامی زبانوں کو شامل کر کے نصاب کا حصہ بنایا جائے تا کہ بچے اپنی زبان بولنے میں جھجک محسوس نہ کریں اور تعلیم حاصل کرنے کے لیے اپنی زبان کو ہی زیادہ سے زیادہ استعمال کریں۔

بنیادی طور پر ابتدائی جماعتوں میں طالب علم کو مادری زبان میں جو تربیت دی جاتی ہے وہ کورس میں شامل نہیں ہوتی اور طالب علم کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ مجھے جو زبان آتی ہے شاید یہ کم درجے کی ہے اور دوسری زبانیں اعلیٰ ہیں جن میں کتابیں لکھی گئی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اساتذہ اس بات پر توجہ دیتے ہیں کہ بچے اسکول میں مادری زبان کا استعمال نہ کریں بلکہ اردو اور انگریزی زبان کا استعمال کریں جس سے بچہ احساس کمتری میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ عمل بنیادی طور پر اسے اپنی زبان سے دور کرتا ہے جس سے طالب علم کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پر برا اثر پڑتا ہے۔

اس حوالے سے شفاعت احمد لکھتے ہیں۔

"قانون فطرت کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہو تا ہے کہ بچوں کی مادری زبان ان کی فطری زبان ہوتی ہے جسے وہ اپنے اظہار کا وسیلہ بناتے ہیں۔ خوشی و غم کے اظہار میں مادری زبان کا استعمال ہو تا ہے۔ مادری زبان انسانی جذبات کے اظہار کا سب سے موثر وسیلہ ہوتی ہے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت اور درس و تدریس میں ہم نے اس نظریے کو یکسر فراموش کر دیا ہے جس کا خمیازہ آج ہماری نسلیں بھگت رہی ہیں۔"(۵)

مادری زبان بنیادی طور پر کسی بھی فرد کے لیے اظہار کا ایسا وسیلہ ہے جس میں اس کی تہذیب پوشیدہ ہوتی ہے۔ فرد مادری زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ اس تہذیب اور ثقافت سے بھی آگاہ ہوتا ہے جو زبان کے ذریعے اس کے اندر ودیعت کی جاتی ہے۔ بنیادی طور پر مادری زبان سے دور کر کے بچے کے اندر اس فطری ارتقاء کے درمیان رکاوٹ پیدا کی جاتی ہے اور دوسری زبان سیکھنے کے عمل سے وہ اپنی صلاحیتوں کو زائل کر دیتا ہے اور بہت سے ایسے بچے پڑھائی میں سست روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کے اندر اپنی زبان سے دور ہونے کا احساس محرومی اور پڑھائی جانے والی زبان سے نا آشنائی بچے کی نفسیاتی صحت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ مادری زبانوں کو ابتدائی جماعتوں کے سلیبس میں شامل کیا جائے تاکہ انہیں اپنی زبان پڑھنے اور لکھنے پر بھی عبور حاصل ہو۔ اس عمل میں بنیادی طور پر ایسے طالب علم جو مادری زبان پڑھنا لکھنا نہیں سیکھتے وہ اس ادب سے نا آشنا رہ جاتے ہیں جو ان کی زبان میں موجود ہوتا ہے اس حوالے سے وسعت اللہ خان لکھتے ہیں۔

"پاکستان ایک کثیر السان ملک ہے لیکن یہاں علاقائی زبانوں کی اہمیت اور مقام پر چونسٹھ برس بعد بھی مباحثہ جاری ہے۔ آئین میں گو مقامی زبانوں کے تحفظ اور فروغ کا حق تسلیم کیا گیا ہے مگر سوائے سندھی کے کسی بھی علاقائی زبان کو سرکاری درجہ نہیں مل پایا۔ صوبہ خیبر پختون خواہ میں پشتو اور بلوچستان میں بلوچی ابتدائی تعلیمی درجات میں ضرور پڑھائی جاتی ہے جبکہ ملک کے سب سے بڑے صوبہ پنجاب میں پنجابی زبان کی ترویج و اشاعت کی سرکاری سطح پر کبھی بھی سنجیدگی سے ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور عوامی سطح پر پنجابی زبان اپنانے اور اس کے سٹیٹس کی بات بھی محض چند دانشوروں تک ہی محدود رہی۔"(۶)

یہ اس حوالے سے اہم بات ہے کہ تمام صوبوں کی صوبائی زبانوں کو بھی قومی زبانوں میں شامل کرنا چاہیے اس لیے کہ پاکستان میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن قومی زبان صرف ایک ہے۔اس حوالے سے بڑی زبانوں کو قومی زبان میں شامل کرکے ان کے ذریعے تعلیم دی جاسکتی ہے۔اس سے زبانوں کے وقار میں اضافہ ہو گا اور ان کی ترویج و اشاعت میں بھی مدد ملے گی۔بنیادی طور پر ان کو بطور ذریعہ تعلیم کے استعمال کیا جاسکے گا۔اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہماری صوبائی زبانیں بھی بڑی زبانوں میں شمار ہوتی ہیں۔پنجابی، سندھی، پشتو، سرائیکی ایسی زبانیں ہیں جن میں ہر طرح کا ادب تخلیق کیا گیا ہے۔یہ زبانیں اپنے ادب کلچر اور مزاج کے اعتبار سے بڑی زبانوں میں شمار ہوتی ہیں۔اسی طرح سرائیکی زبان بھی ملک کے سبھی صوبوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔یہ زبان بھی اپنے اندر کافی وسعت رکھتی ہے اور صوفیانہ شاعری کی وجہ سے مشہور ہے۔

یہ رویہ بھی اب دیکھنے میں سامنے آیا ہے کہ مادری زبانوں کی بجائے اردو اور انگریزی زبان کو سیکھنے کی طرف توجہ زیادہ دی جاتی ہے اور والدین بھی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے بچے اردو اور انگریزی زبان کو اچھی طرح سے سیکھ لیں۔یہاں کوشش کی جاتی ہے کہ مادری زبان کی بجائے ان زبانوں کو سکھانے پر زور دیا جائے کیوں کہ انہوں نے تعلیم انھی زبانوں میں حاصل کرنی ہے۔اس لیے بھی مادری زبان زبان پر دوسری زبانوں کو فوقیت دی جاتی ہے۔

وسعت اللہ خان لکھتے ہیں۔"سرائیکی زبان اگرچہ چاروں صوبوں میں بولی جاتی ہے لیکن اس کی ترویج و فروغ کا حال بھی پنجابی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔یہ مباحثہ بھی ہنوز جاری ہے کہ سرائیکی علیحدہ سے کوئی زبان ہے یا پنجابی کی ایک جنوبی شاخ ہے۔مادری زبان کا تحفظ مادری زبان بولنے والا ہی کر سکتا ہے مگر جہاں ماحول یہ ہو کہ ذرا سا بھی صاحبِ وسیلہ شخص یہ فرض کرکے اپنے بچوں سے اردو یا انگریزی میں بات کرنے کو ترجیح دیتا ہو"[۲۷] بنیادی طور پر مقامی زبانوں سے ہم جتنی دوری اختیار کریں گے تعلیمی معاملات میں بتدریج خرابیاں پیدا ہو گی۔اس حوالے سے کہ پاکستان میں جو لوگ وسائل رکھتے ہیں وہ اپنے بچوں کو مقامی زبانوں سے دور رکھتے ہیں بلکہ خود بھی بچوں کے ساتھ اردو یا انگریزی میں بات کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔اس عمل سے بنیادی طور پر بچہ اپنی مادری زبان سے دور ہو جاتا ہے اور اپنی باتوں کا کھل کر اظہار نہیں کر سکتا جس طرح مادری زبان میں کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مقامی زبانوں میں تعلیم کے فروغ پر توجہ دی جا رہی ہے لیکن حکومتی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے یہ معاملات دن بدن تاخیر کا شکار ہو رہے ہیں۔پرائیویٹ ایجوکیشن سسٹم میں مادری زبانوں کے استعمال پر پابندی لگائی جاتی ہے بلکہ یہ نظام سکول صرف انگریزی اور اردو زبان کو ہی اپنے اداروں میں بولنے کی اجازت دیتے ہیں۔جس کی وجہ سے مقامی زبان میں بچے ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتے اور نہ ہی ایک دوسرے کی مادری زبان کے بارے میں جان سکتے ہیں۔سکولوں میں اس نظام کو صرف اس لیے رائج

کیا جاتا ہے کہ بچے آپس میں اردو یا انگریزی زبان کے ذریعے بات کریں تاکہ وہ آسانی سے اردو یا انگریزی زبان بول سکیں اس لیے ان پر پابندی لگائی جاتی ہے کہ علاقائی زبان نہیں بولنی بلکہ اردو یا انگریزی میں بات کرنی ہے اس حوالے سے ضروری ہے کہ پرائمری سکولوں میں اس طرح کی پابندیاں طالب علموں پر عائد نہ کی جائیں بلکہ پرائمری سکولوں میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ علاقائی زبان بولنے پر پابندی لگانے کی بجائے اس میں بات کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

تعلیمی اداروں میں بچوں پر ایسی پابندیاں لگانے سے ان کی ذہنی صحت پر منفی اثر مرتب ہوتا ہے اور وہ زبانوں کے اس عمل سے اکتا جاتے ہیں۔ ایسے بچے جو اردو یا انگریزی زبان پر مکمل مہارت نہیں رکھتے وہ اپنے احساسات و جذبات اور خواہشات کا بھی کھل کر اظہار نہیں کر سکتے اس لیے کہ وہ زبان کو مکمل طور پر نہیں جانتے بلکہ بچے صرف اتنی بات کرتے ہیں جتنی انہیں اس زبان میں سمجھ آ رہی ہو۔ ان کے اندر یہ خدشہ بھی موجود ہوتا ہے کہ غلط بولوں گا تو مجھے سزا دی جائے گی یا تمسخر کا نشانہ بنایا جائے گا۔ ایسے بچے عموماً خاموش رہتے ہیں اور اپنے جذبات اور خواہشات کا اظہار زبان کی ناآشنائی کی وجہ سے نہیں کر سکتے۔

اس سے متعلق ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں۔

"جس طرح علاقائی زبانیں گروہی بولیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی
بلکہ افادی کا باعث ہوتی ہیں۔ اسی طرح قومی زبان بھی علاقائی
زبانوں کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتی بلکہ خود ان سے استفادہ کرتی
ہے اور اپنے ذخیرے میں ان اکائیوں کے لسانی سرمائے سے اضافہ کرتی ہے
اور ساتھ ساتھ اپنا وسیع دامن بھی ان کے لیے پھیلا دیتی ہے۔"(۸)

پاکستان کے مختلف دیہی علاقوں میں مقامی زبان ہی بولی جاتی ہے اور اسی مقامی زبان کی وجہ سے ہی وہ اردو اور انگریزی زبان سیکھ سکتا ہے پاکستانی کلچر میں مختلف علاقوں میں قومی زبان ہی بچے کو سکھائی جاتی ہے بلکہ گھر میں بھی مقامی زبان کی بجائے بچے کو قومی زبان سکھائی جاتی ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بچہ معاشرے میں رہتے ہوئے مقامی زبان تو سیکھ جاتا ہے لیکن اردو اور انگریزی زبان جس میں آگے چل کر اس نے تعلیم حاصل کرنی ہے اس زبان کو صرف سکولوں اور کالجوں کی حد تک ہی محدود رکھا جاتا ہے۔ اردو اور انگریزی زبان زیادہ تر دفاتر اور سکولوں کالجوں میں ہی بولی جاتی ہے۔ پاکستان کے مختلف دیہی علاقے اپنی اپنی علاقائی زبانوں کی وجہ سے اردو اور انگریزی زبان سے دور رہتے ہیں بلکہ یہاں کی مقامی زبانیں بھی اپنے اندر کافی وسعت رکھتی ہیں۔ پنجابی، سندھی اور سرائیکی ایسی زبانیں ہیں جو کہ پاکستان

میں عام طور پر بولی جاتی ہیں بلکہ یہ مقامی زبان اپنے اندر کافی وسعت رکھتی ہیں اور ان کے اندر بھی ایسا ادب تخلیق کیا گیا ہے جو کہ عالمی ادب میں شمار کیا جاتا ہے۔

پاکستان کی ان علاقائی زبانوں میں بھی اچھا ادب تخلیق کیا گیا ہے بلکہ عہد حاضر میں بھی علاقائی ادب میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ پنجابی، سندھی اور سرائکی زبان اپنے اندر کافی وسعت رکھتی ہیں اور اس کے بولنے والے بھی ان زبانوں کو اہمیت دیتے ہیں اور ان میں ادب تخلیق کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ زبانیں آج تک زندہ ہیں اور ان میں زندہ ادب تخلیق کیا جا رہا ہے۔ مقامی زبان بنیادی طور پر قومی اور بین الاقوامی زبان کو سیکھنے اور سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ مقامی زبان سے ہی بچہ اردو اور انگریزی زبان کی طرف راغب ہوتا ہے اور وہ اپنی مقامی زبان کے استعمال سے ہی ان زبانوں کو سیکھ سکتا ہے۔ سکول کے ابتدائی مدارج میں زیادہ تر اساتذہ مقامی زبان کے توسط سے ہی اردو اور انگریزی زبان سکھانے میں کامیاب ہوتے ہیں پاکستان کے مختلف علاقے جہاں پر علاقائی زبان کے ساتھ ساتھ گھروں میں قومی زبان سکھانے اور بولنے کا رواج موجود ہے ان بچوں میں قومی زبان بھی مقامی زبان کی طرح اثر انداز ہوتی ہے اور بچہ اپنی مقامی زبان کے ساتھ ساتھ قومی زبان کو بھی سیکھتا ہے اور سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جس زبان کی ضرورت ہوتی ہے وہ پہلے سے بچہ گھر میں بول رہا ہوتا ہے یہی وجہ ہے سے تعلیم حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے اداروں میں چونکہ اساتذہ بھی اردو زبان میں بات کرتے ہیں جس کی وجہ سے بچہ جلد اس زبان کی طرف راغب ہو کر تعلیمی معاملات کو احسن طریقے سے آگے بڑھاتا ہے۔

جنرل شفیق رحمان لکھتے ہیں۔

> "اردو کے فروغ سے نہ تو انگریزی زبان کو کوئی خطرہ ہے اور نہ علاقائی زبانوں
> کو۔ بلکہ اردو کی ترقی علاقائی زبانوں کے فروغ کا ایک اہم وسیلہ ہے اور
> سالمیت کی زبان ہونے کے ناطے بین الصوبائی تعلقات کو استوار کرنے میں
> اہم کردار ادا کرے گی۔ "(۹)

مقامی زبان کبھی بھی قومی زبان کے لیے خطرے کا باعث نہیں ہو سکتی اور نہ ہی قومی زبان سے مقامی زبانوں کو کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقامی زبانوں کے فروغ سے ہی قومی زبان اور بین الاقوامی زبانوں تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے ہمارے بنیادی تعلیمی نظام میں ابتدائی کلاسوں میں زیادہ تر مقامی زبانوں کے استعمال سے ہی اردو اور انگریزی زبان کو سکھایا جاتا ہے جو کہ قومی زبان کو سیکھنے کا ایک ایسا طریقہ ہے جس کے بغیر قومی زبان تک رسائی حاصل نہیں کی جا سکتی کیونکہ پاکستان میں بہت سے علاقوں میں آج بھی مقامی زبانوں میں ہی بچے کو سکھایا جاتا ہے جس

کی وجہ سے وہ قومی زبان سے دور رہتا ہے بلکہ قومی زبان کو صرف سکول میں ہی پڑھ اور سن سکتا ہے جبکہ گھروں کا ماحول اس کے برعکس اور مقامی زبان اور مقامیت کے ساتھ لاحق ہے یہی وجہ ہے کہ ہم مقامی زبانوں کو فروغ دے کر قومی زبان اور بین الاقوامی زبان تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس حوالے سے اگر وفاق کے سکولوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہاں کے سرکاری اسکولوں میں بنیادی طور پر اردو زبان ہی میں تعلیم دی جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر رہنے والے لوگ مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ اپنے بچوں کو شروع سے ہی مقامی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سکھاتے ہیں اس لیے کہ دارالحکومت کا ماحول ملک کے دوسرے علاقوں سے مختلف ہوتا ہے یہاں پر مختلف علاقوں کے رہنے والے لوگ رابطے کے لیے اردو اور بین الاقوامی یعنی انگریزی زبان کو ہی استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے بچے جب سکولوں میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اردو زبان کو اچھی طرح سے سمجھ اور بول سکتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو قومی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے اور ایسے بچے آسانی سے قومی زبان یا بین الاقوامی زبان کو سیکھ جاتے ہیں۔ جس طرح دیہی علاقوں میں زیادہ تر علاقائی زبان استعمال ہوتی ہے اسی طرح یہاں پر زیادہ تر اردو زبان کا استعمال کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اردو بولنا اور سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

اس بارے ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں۔

> "اس وقت اردو زبان کو دیگر پاکستانی زبانوں کے بالمقابل کھڑا کر کے دوسرے کا حریف بنا دیا گیا ہے۔ آج پنجابی طبقے کے علاوہ دیگر لسانی گروہوں کے افراد میں پاکستانی معاشرت میں رہتے ہوئے اپنی مفرد لسانی شناخت کا نظریہ جڑ پکڑ چکا ہے۔ دیگر پاکستانی زبانوں کے ادیب دانشور اور اہل علم حضرات علمی اور تعلیمی سطح پر اپنی اپنی مادری زبان کی ادبی ترقی اور علمی اور تعلیمی سطح پر اس کی ترویج و نفاذ کا مطالبہ کر رہے ہیں "(۱۰)

بنیادی طور پر اس مسئلے کو قومیت پرستی نے ہوا دی تھی قومیت پرستی کی وجہ سے علاقائیت اور کلچر زبان اور دیگر ایسے عوامل جو کہ کسی بھی قوم کے خدوخال کو واضح کرتے ہیں ان کو فروغ حاصل ہوا زبانوں کی سطح پر پاکستان میں اردو زبان کو کافی فروغ حاصل ہوا اور اب پاکستان کے کئی علاقوں میں اردو زبان مقامی زبانوں سے زیادہ سمجھی اور بولی جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قومی زبان ہے اور قومیت کا تصور اردو زبان کے ساتھ منسلک ہے اس لیے علاقائی زبانوں میں تعلیم دینا ممکن نہیں رہتا بلکہ اس کے لیے ہمیں قومی زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے کہ ابتدائی مدارج میں تو مقامی زبان کا

استعمال بادرجہ اتم کیا جاسکتا ہے لیکن جیسے جیسے تعلیمی مدارج آگے بڑھتے جاتے ہیں تو ہمیں علاقائی زبان سے ہٹ کر قومی اور بین الاقوامی زبان کی طرف راغب ہونا پڑتا ہے۔

علم صرف علاقائی زبان میں یا قومی زبان میں حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ علمی مدارج کو طے کرنے کے لیے ہمیں بین الاقوامی زبان کا بھی سہارا لینا پڑتا ہے تو علم کا یہ سلسلہ زبان کے معاملات سے آگے بڑھ کر فکری سطح پر خود کو مضبوط کرنے اور اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے کہ دنیا میں کس طرح کے معاملات پر غور و فکر کیا جارہا ہے اسی سے ہی پتہ چل سکتا ہے اور یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ ہم مقامی زبانوں کے ساتھ ساتھ اپنی قومی اور بین الاقوامی زبان سیکھنے پر بھی توجہ دیں اور ان میں موجود علم کی جانچ پرکھ کریں اسی سے ہی ہماری علمی ترقی ممکن ہو گی اور قوم خالصتاً علمی راہوں پر آگے بڑھے گی۔

ا۔مادری زبانوں کا مقام اور اہمیت

جب سے انسان اس قابل ہوا کہ اس نے بولنے پر قدرت حاصل کی اس وقت سے لے کر آج تک مقامی زبانوں کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکا۔ زمانہ قدیم سے اب تک اُن اقوام نے بڑی تیزی سے ترقی کی ہے جو کہ مختلف زبانوں اور خاص کر اپنی مادری زبان پر توجہ دیتی رہی ہیں۔ تاریخی تناظر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اپنی زبان پر عبور رکھنے والی اقوام نے تہذیب یافتہ معاشرے کے قیام کو یقینی بنایا ہے۔انھوں نے مادری زبانوں کو اہمیت دی اور اسی میں تعلیم کو ممکن بنایا۔ یہ تہذیب یافتہ معاشرے ایک قوم کے لیے ترقی کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ اپنی مادری زبانوں کے توثق سے اپنے کلچر، تہذہب اور زبان سے جڑے رہتے ہیں۔ بال جیسیکا اس سے متعلق لکھتے ہیں:

> "Language is not only a tool for communication and knowledge but also a fundamental attribute of cultural identity and empowerment, both for the individual and the group" (11)

مادری زبانوں کی مقام و اہمیت اس حوالے سے بھی مسلم ہے کہ یہ زبانیں اپنے اپنے علاقے کی شناخت کرواتی ہیں۔ یہ زبان ہی نہیں بلکہ کلچر، تہذیب اور ثقافت کو بھی بیان کرتی ہے۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف زبان بولی جاتی ہیں اور ان زبانوں کے ساتھ ساتھ ان کے کلچر رسومات اور ان کے معاملات زندگی دوسروں سے کئی حوالوں سے

مختلف ہو سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مقامی اور مادری زبان بنیادی طور پر کسی بھی شخص کی ابتدائی تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کوئی بھی فرد جس علاقے میں پیدا ہوتا ہے۔ اس علاقے کی زبان ثقافت کلچر اور رسم ورواج کو اسی طریقے سے سمجھتا ہے جس طرح اس علاقے کے لوگ چیزوں کو سمجھتے اور جانتے ہیں۔ یہ صرف اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب فرد کی تربیت ایک خاص علاقے میں ایک خاص وقت تک ہوئی ہو۔ یہ اثرات بنیادی طور پر لاشعور میں داخل ہو کر پوری زندگی انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ نفسیاتی اثرات فرد کی زندگی کو متاثر کرتے ہیں اور پوری عمر فرد ان معاملات سے نجات حاصل نہیں کر پاتا۔ مادری زبان کسی بھی فرد کے لیے شناخت کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ جب وہ کسی بھی اجنبی شخص کے ساتھ ملتا ہے تو وہ ضرور بتاتا ہے کہ میں فلاں علاقے سے فلاں زبان بولنے والا شخص ہوں۔ یہ بنیادی شناخت اور پہچان اس کے رویے سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

انسان کوئی زبان سیکھ کر پیدا نہیں ہوتا بلکہ جس ماحول میں پرورش پاتا ہے اور جس زبان کو اپنے ارد گرد سنتے ہوئے محسوس کرتا ہے اسی زبان کو وہ بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی زبان کے ذریعے وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اپنی بات کسی کو بتا سکے۔ مادری زبان چونکہ کسی بھی فرد کی پرورش میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور بچہ لاشعوری طور پر اس زبان کو سیکھتا رہتا ہے جو کہ اس کے ارد گرد بولی جا رہی ہوتی ہے۔ جب وہ بولنے کے قابل ہوتا ہے تو وہ اپنے ارد گرد ماحول میں بولے جانے والے لفظ ہی ادا کرتا ہے۔ یہ سمجھنے اور سیکھنے کا عمل بچے کے اندر فطری طور پر پیدا ہوتا ہے جو کہ بچے کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنے ماحول اور اپنے ارد گرد کے معاملات کو سمجھتے ہوئے بات چیت کر سکے اس حوالے سے مادری زبان کا مقام و اہمیت بڑھ جاتا ہے۔ ڈاکٹر سلیمان اطہر اس بارے لکھتے ہیں۔" دنیا میں کوئی بھی فرد اپنی ماں کے بطن سے کسی زبان کو سیکھ کر پیدا نہیں ہوتا پیدائش کے وقت اس کا ذہن ہر زبان سے نہ آشنا ہوتا ہے وہ پیدائشی طور پر کوئی زبان نہیں جانتا بلکہ وہ اپنے ماحول سے کوئی زبان بولنا سیکھتا ہے۔ وہ اپنے ماں باپ سے ابتدائی کلمات سنتا ہے اور سب سے پہلے وہی زبان بولنا سیکھتا ہے جو اس کے والدین بہن بھائی یا خاندان کے دیگر افراد بولتے ہیں۔ جب وہ کچھ چلنے پھرنے لگتا ہے تو گلی محلے اور گردو پیش معاشرے کے دیگر افراد کی گفتگو زبان سیکھنے کے عمل پر اثر انداز ہوتی ہے پانچ سال کی عمر تک بچہ اپنے گھر اور ماحول سے اتنی زبان سیکھ لیتا ہے کہ ضرورت زندگی کے حصول کے لیے والدین اور دوسرے لوگوں کے سامنے اپنا معافی الضمیر بیان کر سکے یہی زبان اس فرد کی مادری زبان کہلاتی ہے"[۱۲] ماہر تعلیم اور ماہر نفسیات اس بات کا بخوبی اندازہ لگاتے ہیں کہ مقامی زبان بچے کے اندر ایک ایسا تاثر پیدا کرتی ہے۔ جس کے زیر اثر وہ اپنے ماحول اور ارد گرد کے معاملات کو سمجھ سکتا ہے۔ وہ اسی مقامی زبان کے ذریعے ہی اپنے ماں باپ بہن بھائیوں اور مختلف معاشرے میں موجود رشتوں کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتا ہے مادری زبان کی اہمیت اس حوالے سے

مسلم ہے کہ کوئی بھی فرد جو کہ سوسائٹی میں آنکھ کھولتا ہے۔ اسی نظام کے تحت چیزوں کو سمجھتا اور زندگی میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے حوالے سے بات کی جائے تو معلوم ہو گا کہ بچے کی ابتدائی تعلیم عموماً ایسی زبان میں کی جارہی ہوتی ہے۔ جو کہ اس کی مادری زبان نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی مادری زبان کے توسط سے اس زبان کو سمجھ کر اس میں تعلیم حاصل کرتا ہے اور اپنی کورس کی کتابوں کو پڑھتا اور سمجھتا ہے۔

بنیادی طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مادری زبان ہی قومی زبان کو سیکھنے کا وسیلہ بنتی ہے۔ مقامی زبانوں کی اہمیت اس حوالے سے بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ دنیا بھر میں آج کل قومی زبانوں اور مقامی زبانوں کا دن منایا جاتا ہے جس کا مقصد مقامی اور مادری زبانوں کو زندہ رکھنا ہے دنیا بھر میں یہ دن 21 فروری کو منایا جاتا ہے تاکہ ہم اپنی قومی اور مادری زبانوں کو محفوظ بناسکیں۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان بچپن میں جو زبان اپنے اردگرد سے سیکھتا ہے۔ اسی زبان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور خواب دیکھنے کا عمل بھی اسی زبان کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ نفسیات کے ماہرین اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ بچہ پانچ سال میں جو زبان سیکھتا ہے اس کا اثر اس کی فکری عمل پر بھی پڑتا ہے اور وہ پوری عمر اسی ڈھانچے میں رہ کر اپنی فکر کو تشکیل پذیر کرتا ہے مقامی زبان فرد کو علاقائی کلچر ثقافت سے بھی روشناس کرواتی ہے۔ فرد زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے کلچر ثقافت اور رسم و رواج سے بھی جڑتا ہے اور یہی پہلی زبان ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنے اردگرد موجود چیزوں اور فکر کا اندازہ لگاتا ہے تعلیم کے ماہرین بھی اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ مقامی اور مادری زبان سیکھے بغیر کوئی بھی بچہ تعلیم کے اولین مدارج اور پہلی کلاسیں نہیں پڑھ سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ صرف اپنی مقامی زبان میں ہی بات چیت کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ پاکستان میں بہت کم ایسے علاقے موجود ہیں جہاں بچے کو علاقائی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سکھائی جاتی ہے اور وہ سکول جانے سے پہلے تک اردو زبان میں بات کر سکتا ہے۔ اس حوالے سے مختلف علاقوں میں یہ صورتحال ہمیشہ مختلف رہتی ہے اور پہلی کلاسوں کے اساتذہ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ وہ مقامی زبان کے سہارے ہی بچوں کو اردو زبان کی طرف راغب کرتے ہیں جن میں ان کا سارا سلیبس موجود ہوتا ہے۔ مقامیت کے ساتھ ساتھ قومی رویوں کو تعلیمی سطح پر فروغ دینے میں یہ اہم ہے۔

مادری زبان کی اہمیت اس حوالے سے بھی مسلم ہے کہ سکول جانے سے پہلے بچہ گھر میں اسی زبان کے ذریعے ہی اس قابل ہوتا ہے کہ وہ بات چیت کر سکے سکول میں پہلی کلاسیں پڑھتے ہوئے اساتذہ بھی عموماً بچوں سے اپنی مقامی زبان میں بات کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے مقامی زبان سے زیادہ آشنا ہوتے ہیں اور اپنی بات کو اچھے طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنیادی تعلیم کے نظام میں مادری زبان نہایت اہم رول ادا کر سکتی ہے۔ اس حوالے سے

ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں۔"مادری زبان کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ فرد اس میں بڑی روانی سے اپنا مافی الضمیر بیان کر سکتا ہے وہ اس زبان میں سہولت اور آسانی محسوس کرتا ہے فرد اپنے مسائل کے حل کے لیے مادری زبان میں ہی سوچ و بچار کرتا ہے اور اس کے استعمال میں آزادی اور بے ساختگی کا مظاہرہ کرتا ہے حتیٰ کہ وہ خواب بھی اپنی مادری زبان میں دیکھتا ہے مادری زبان بولنے والے افراد سے مکالمہ کرتے ہوئے کسی فرد کا جوش مسرت اور خوشی دیدنی ہوتی ہے"(۱۳) یہ بات اپنے اندر گہری فکر کی متقاضی ہے کہ انسان کوئی ایسی زبان جانتا ہو جس میں وہ اپنے خیالات کو بہتر طریقے کے ساتھ بیان کر سکے۔ بنیادی طور پر جدید علم اور جدید علمی ماحول میں انسان پر یہ واضح کر دیا ہے کہ زبان بنیادی طور پر انسان کے علم کو بڑھانے اور اس سے معلومات دینے کا ذریعہ بنتی ہیں۔انسان اپنی مادری زبان میں اپنے معافی الضمیر کو سہولت کے ساتھ اس لیے بیان کرتا ہے کہ اس نے ایک عمر تک اس زبان کو بولا اور اسے سمجھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کا سوچنے کا عمل اسی زبان کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔ آج کے جدید دور میں زبان فرد کے علمی رویے کو بڑھانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں اور فرد ایک سے زیادہ زبانیں سہولت کے ساتھ بول اور سمجھ رہا ہوتا ہے لیکن اپنے معافی الضمیر کو اسی زبان میں بیان کرتا ہے جو اس کی مادری زبان ہوتی ہے۔ قوم پرستی کے رویوں کے ابھرنے کے ساتھ ہی یہ رویے سامنے آئے کیونکہ آج تمام لوگ ایک قوم کا حصہ بھی ہوتے ہیں اور وہ قوم بھی ایک زبان ایک کلچر اور تہذیب کے ساتھ جڑی ہوتی ہے جس سے اس قوم کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کے بارے میں بنیادی آگاہی ملتی ہے۔

بنیادی طور پر ایک ہی زبان بولنے والے افراد جب اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ اپنی علاقائی زبان میں گفتگو کر کے اور اپنی علاقائیت کو فروغ دے کر انہیں خوشی محسوس ہوتی ہے یہ خوشی اپنے علاقے کلچر اور سماج سے انسیت اور محبت کی وجہ سے جنم لیتی ہے جو کہ غلط نہیں ہے اور اپنے اندر ایسی خوبصورتی رکھتی ہے جو کہ ملنے والوں کو آپس میں یکجا کر دیتی ہے تمام زبانیں بولنے والے جب بھی مقامی لوگ ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں تو ان کا رویہ نہایت دوستانہ اور مخلصانہ ہوتا ہے جس کی بنیادی وجہ زبان کلچر اور رسم و رواج کا ایک ہونا ہے۔

یہ رویے قوم پرستی میں بھی نظر آتے ہیں اور جب کوئی ایک ملک کا آدمی دوسرے ملک میں رہتا ہے تو وہ اپنی مقامیت کی بجائے قومیت کو فروغ دیتا ہے اور ان قومی رویوں کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے جس کی وجہ سے قوم کی شناخت اور پہچان ہوتی ہے۔ وہ اس پہچان کو نمایاں کرنے کے لیے اپنے کلچر سماج اور اپنی روایات سے جڑ کر بات چیت کرتا ہے اور اس کے رویے میں بھی یہ چیز نظر آتی ہے لیکن یہ عمل مثبت طریقے سے اپنے خوبصورتی اور اپنی اندر کے عمل کو واضح کرتا ہے قوم پرستی کے رویے غلط رویے نہیں بلکہ قومی رویے کے طور پر سامنے آتے ہیں جو کہ ایک لمبے عرصے میں کسی بھی ملک میں رہنے کے ساتھ نمایاں ہوتے ہیں۔ حب الوطنی کے جذبات کسی بھی قوم یا علاقے میں اس لیے پیدا کیے

جاتے ہیں تاکہ وہاں پر منظم طریقے سے لوگوں کو ایک طریقہ کار پر اکٹھا کیا جاسکے۔ یہ لوگ دل کی گہرائیوں سے اس جگہ اور اس علاقے سے محبت کریں تاکہ یہاں پر تعمیری معاملات آسانی کے ساتھ آگے بڑھ سکیں۔ بنیادی طور پر ملکوں کے قیام نے اس بات کو واضح کیا کہ ملکی اور قومی محبت بھی انسان کے اندر علاقائی طور پر موجود ہوتی ہے انسان جس ملک میں پیدا ہوتا ہے اس ملک سے محبت کے جذبات فطری طور پر انسان کے اندر پیدا ہوتے ہیں ایسا بھی ہے کہ بہت سے لوگ مختلف ممالک کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کی محبت اس جگہ کے ساتھ زیادہ ہوتی ہے جہاں ان کے بچپن کے دن گزرے تھے بنیادی طور پر یہی قوم پرستی کی بنیاد بنا۔

یہ رویے کسی بھی فرد کے اندر فطری طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا اس لیے بھی درست ہے کہ کسی بھی معاشرے میں جب فرد پرورش پاتا ہے تو وہاں کے رویے لاشعوری طور پر اس کے اندر منتقل ہوتے ہیں جو کہ زندگی میں گاہے بگاہے فرد کے سامنے آتے ہیں۔ یہ رویے زندگی میں کسی نہ کسی طرح سے فرد کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔ قوم پرستی کے رویوں کو بنیادی طور پر اس لیے غلط قرار دیا جاتا ہے کہ اس سے علاقائیت کے سامنے قومی فکر نہیں آپاتی بلکہ قوم پرستی کے رویے قومی رویے کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ کسی ایک نظام کے اندر رہتے ہوئے ہمیں منظم انداز میں اپنی زبان کو فروغ دینا چاہیے۔ مقامیت کی نفی کرنے کی بجائے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی اہمیت کو سمجھا جائے اور اس کو قومی سطح پر اتنا منظم کر دیا جائے کہ یہ خطرہ پیدا نہ ہو کہ کوئی بھی زبان کسی دوسری زبان کی وجہ سے ختم ہو سکتی ہے۔ محمد حسن عباسی اور مایا کھیملانی اس بارے لکھتے ہیں:

> "These examples from the law, education, medical and administrative domains show that there is little or no space for indigenous languages. Pakistan is considering a decisive change in the education system and efforts are being made to make Urdu the official language, along with the teaching of mother tongue in the provinces. The first step will be to name all the local languages in a unified government document. The next step is to introduce mother tongue education

at the primary level along with Urdu and English as
compulsory subjects." (14)

دراصل علاقائیت ملکیت کے سامنے بہت کم حیثیت رکھتی ہے۔جب ہم ملکی مفاد ملکی ترقی اور ملکی تحفظ کا سوچتے ہیں تو اس میں ملک کے اندر رہنے والی تمام اقوام کی زبانیں ایک درجہ پر موجود ہوتی ہیں۔ تمام زبانیں بولنے والے لوگ اپنے ملک کے تحفظ اور اپنے ملک کی سلامتی کا سوچتے ہیں اور ایک زبان بولتے ہیں۔ یہ مقامی زبانوں کی افادیت کا اہم پہلو ہے جس میں اردو زبان اور ملکی سالمیت کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ یہاں کے رہنے والے لوگ اب علاقائی حدود سے نکل کر ملکی معاملات اور اس کے تحفظ کے بارے میں سوچتے بلکہ اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

زبان کا یہ انسان کو اس فکر کے ساتھ استوار کرتا ہے جو کہ اس کے ارد گرد موجود ہوتی ہے۔ یہ فکری ڈھانچہ اس فرد کے لیے نہایت اہم ہے جو کہ اسی فکر میں تشکیل پذیر ہوا ہے۔ تعلیم کے ماہرین اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ بچہ اپنے عمر کے پہلے پانچ سال میں جو زبان کلچر رسم ورواج رہن سہن اور اپنے ارد گرد کی معلومات سے ہی اپنے مستقبل کو ترتیب دیتا ہے۔ یہ عمل لاشعوری طور پر ظہور پذیر ہوتا ہے اور اپنی جڑوں کو اس قدر مضبوط کر دیتا ہے کہ کوئی بھی فرد اپنی زندگی میں اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان چیزوں سے فکری طور پر آزاد ہو سکتا ہے بلکہ اس کی زندگی میں ان چیزوں کی عمل پذیری ہر وقت جاری رہتی ہے اور فرد اسے نہ سمجھتے ہوئے بھی انجام دیتا رہتا ہے۔

قوم پرستی کے رویے اس وقت سامنے آئے جب مختلف ممالک نے اپنی اپنی سرحدوں کی حدود بندی کی اور پھر ملک میں ایسے رویوں کو پروان چڑھایا گیا۔ جس سے ملک کی محبت اور ملک کی اور ملی سلامتی کو ہی اپنا نصب العین بنایا گیا ان رویوں کی وجہ سے قوم پرستی اور ملکی محبت پروان چڑھی۔ جس کی وجہ سے تمام ممالک کے اندر یہ خصوصیات درجہ بدرجہ ظاہر ہونے لگی۔ آج دنیا میں تمام اقوام اپنے قومیت کے رویے سے ہی جانی جاتی ہیں۔ جس میں کسی بھی ملک اور قوم کے لوگوں کی یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ملک میں رہنے والے تمام لوگ ان رویوں سے آگاہ ہو کر اس کے مطابق زندگی گزاریں اس میں بہت سی خصوصیات ایسی موجود ہوتی ہیں جو ملک کی مختلف اقوام میں پائی جاتی ہیں اس سے ان تمام اقوام کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور کسی ایک ایسے مرکز پر لایا جاتا ہے جس میں وہ تمام اقوام اپنے آپ کو ایک ملک یا ایک قوم میں متحد دیکھتے ہیں بنیادی طور پر قوم پرستی کے ان رویوں نے مختلف ممالک کے درمیان کشیدگی کی صورتحال بھی پیدا کی ہے لیکن اچھے اقوام نے اپنے ممالک کی نگہداشت بڑی خوبی کے ساتھ کی ہے اور ایسے معاشروں کو پروان چڑھایا ہے جو کہ قوم پرستی کے ذریعے اپنی پہچان کرواتے ہیں۔

اس بارے ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں۔

" جہاں خطاب کرنے والا عوام تک اپنے خیالات پہنچانا چاہتا ہے اور عوام کی طاقت میں کسی نہ کسی سطح پر یقین رکھتا ہے وہاں اردو سے کام لیا جائے گا اور جہاں قوم پرستی کا اظہار مقصود ہو گا وہاں پنجابی سندھی بلوچی پشتو سرائیکی اور دوسری زبانیں استعمال ہوں گی اہم بات یہ ہے کہ پاکستان میں طاقت کی کشمکش انہی تین طبقات کے درمیان ہے اور اہم تر بات یہ ہے کہ ان کی طاقت ان کی منتخب کردہ زبان کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ پاکستان میں لسانی کشمکش ایک حقیقت ہے اس لیے اس کی تلخ درجائی سے آنکھیں بند نہیں کرسکتے "(۱۵)

قوم پرستی نے لوگوں کو ایک زبان کلچر اور رسم ورواج کے ساتھ جوڑا ہے جس کے ساتھ وہ صدیوں سے جڑے ہوئے تھے اور ان کے آباؤ اجداد بھی ایسے ہی کلچر اور تہذیب کے اندر رہتے آئے تھے۔ پاکستان میں بولی جانے والی مادری زبان بنیادی طور پر ایسی زبانیں ہیں جو اپنے ساتھ ادب اور کلچر کو بھی لے کر آئی ہیں پنجابی، سندھی، بلوچی کشمیری اور سندھی زبان میں اعلٰی ادب تخلیق ہو چکا ہے اور اس زبان کے سمجھنے اور بولنے والے اپنی مادری زبانوں میں اس ادب کو تخلیق کررہے ہیں اور پاکستان میں مختلف ادارے بھی مقامی زبانوں کے حوالے سے کام کررہے ہیں۔ اس حوالے سے ادارۂ فروغِ قومی زبان نے بھی کئی سطح پر کام کیا ہے اور مقامی زبانوں کو محفوظ کرنے اور ان کے ادب کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے کتابوں کا ایک سلسلہ جس میں انہوں نے مختلف مقامی علاقوں کی زبانوں کے ادب کو تاریخ کی صورت میں یکجا کیا ہے۔ یہ کام بھی اپنے اندر مقامی زبانوں اور اس کے ادب کو محفوظ کرنے کا ذریعہ ہے جس کی طرف قومی سطح پر توجہ دی جارہی ہے۔ پاکستان کی مادری اور علاقائی زبانوں کے حوالے سے ادارۂ فروغِ قومی زبان نے جو اقدام کیے ہیں وہ سراہے جانے کے قابل ہیں۔

انہوں نے پاکستان کی تمام علاقائی زبانوں کی تاریخ اور اس کے ادب کو محفوظ کرنے کے لیے ایک کتابی سلسلہ تشکیل دیا ہے۔ جس میں پاکستان کی مختلف زبانوں اور اس کے ادب کے حوالے سے بنیادی آگاہی دی گئی ہے۔ جو کہ حکومتی سطح پر ایک ایسا کام ہے جو کہ قوم کو یکجا کرنے اور قوم کی مختلف زبانیں اور ورثے کو محفوظ کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے یہ اقدام احسن ہے اس حوالے سے ادارۂ فروغِ قومی زبان کی خدمات سراہے جانے کے قابل ہیں۔

اس سے متعلق افتخار عارف لکھتے ہیں

" پاکستان میں قومی زبان اردو کے ساتھ ساتھ دوسری پاکستانی زبانیں بھی اپنے

اپنے علاقوں میں بولی جاتی ہیں۔ یہاں مختلف علاقوں میں رائج پنجابی سندھی پشتو بلوچی سرائیکی، کشمیری، براہوئی اور دیگر زبانوں کی تاریخ بہت پرانی ہے کیسی عجیب بات ہے کہ ہم انگریزی اور بعض دیگر بیرونی زبانوں کے پس منظر سے تو بخوبی واقف ہوتے ہیں مگر خود اپنی زبانوں کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں۔ ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے کی زبان کے ادب سے اس طرح واقف نہیں ہوتے جیسے ہونا چاہیے کون نہیں جانتا کہ پاکستان کی تمام زبانیں آپس میں قریب آئیں گی تو اس سے قومی ہم آہنگی اتحاد اور یکجہتی پیدا ہو گی۔ ادب دلوں کو جوڑتا ہے اور رابطوں کو مستحکم کرتا ہے"[۱۶]

پاکستان میں علاقائی زبان بنیادی طور پر بڑی زبانوں کے طور پہ سامنے آتی ہیں۔ جن میں کافی ادب تخلیق کیا گیا ہے اور ادب کی مختلف اصناف میں مختلف طریقوں سے علمی اور تخلیقی موضوعات کو برتا گیا ہے۔ یہ زبان بنیادی طور پر ایسی زبانیں ہیں جن میں ماضی کا قدیم علم شامل ہے اور انہی زبانوں کے توسط سے ہی ان خطوں کی پہچان ہے۔ اس حوالے سے پنجاب اور سندھ کی سرزمین پنجابی اور سندھی زبان کے حوالے سے نمایاں اور اہم ہے جہاں پر اس زبان میں اعلیٰ ادب کے ساتھ ساتھ اس کو تعلیمی مدارج میں بھی اہمیت دی جاتی ہے اور ابتدائی کلاسوں میں بنیادی طور پر اساتذہ اسی بنیاد بھی مقامی زبان کے ذریعے ہی ان کو اردو اور دوسری زبانوں سے روشناس کرواتے ہیں۔ یہ ان زبانوں کی خاصیت ہے اس لیے قومی سطح پر بھی ان زبانوں میں جو ادب تخلیق کیا جا رہا ہے اور ان زبانوں کی ترویج و اشاعت کے لیے کہ یہ معدوم نہ ہوں اس حوالے سے کئی ایسے کام سرانجام دیے گئے ہیں جو کہ ان زبانوں کے ارتقا کا سبب بنتے ہیں نہ کہ یہ زبانیں اپنی معدومیت کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

یہ زبان بنیادی طور پر اپنی ساخت میں مضبوط اور توانا ہیں قومی اور بین الاقوامی زبانیں بنیادی طور پر تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور ایک سے زیادہ بھی قومی زبانیں کئی ممالک میں دیکھنے میں آئی ہیں۔ جن میں علاقائی زبانوں کے ساتھ ساتھ قومی زبانوں میں بھی مختلف زبانوں کو شامل کیا گیا ہے۔ یہ رویہ اپنی مقامی زبانوں کے فروغ اور اپنے مقامی زبانوں کی اہمیت کو واضح کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ قوم پرستی کے رویوں میں یہ رویہ بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ کسی بھی خطے کے رہنے والے اپنی زبان اور کلچر کے علاوہ دوسری زبان اور اس کے کلچر کو کیوں اپنائیں گے تو بنیادی طور پر قوم پرستی کے رویوں نے ایسے ہی سوالات کا جواب دیا اور پاکستان بننے کے بعد پاکستانیت اور پاکستانیت سے جڑے رویے یہ سلیبس کی بنیادی کتابوں کا حصہ بھی اسی لیے ہیں کہ ہم ایک قوم کے طور پر سامنے آئیں۔

مادری زبان کے یہ رویے قومی زبان کو فروغ دیتے ہوئے نظر آتے۔ یہاں پر مادری زبان کے رویے اپنے کلچر اور رسم و رواج میں اس قدر پیوست ہیں کہ وہ کسی دوسری زبان کی طرف راغب نہیں ہو پاتے بلکہ وہ اپنی علاقائی زبان اور اپنے کلچر کو ہی فروغ دیتے ہیں لیکن ملکی شناخت انہیں اس بات سے آگاہ کرتی ہے کہ ہم تمام مقامی زبانوں کے ہوتے ہوئے بھی اپنے قومی رویوں کے ساتھ جڑ سکتے ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد مادری زبانوں نے خاص طور پر ملکی اور قومی نظریے کو تحفظ فراہم کیا ہے اور مقامی اور علاقائی زبانوں میں تعلیم کی بجائے اردو میں تعلیم کو مفید جانا گیا اور لوگوں کے اندر اس بات کی خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اپنے بچوں کو اپنی ملکی اور قومی زبان سے آشنا کریں۔ یہ رویہ ملک کے کئی علاقوں میں سامنے آیا کہ بچے کو گھر میں ہی اردو کی تعلیم دی جاتی ہے بلکہ پنجاب کے تقریباً سبھی علاقوں میں اردو زبان گھر میں بچوں کے ساتھ بولی جاتی ہے جس کی وجہ سے بچے اپنی مادری اور علاقائی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان کو بھی بخوبی جانتے ہیں یہ رویہ اس حوالے سے نہایت اہم ہے کہ اس سے ملی اور ملکی نظریے کو بہتر طریقے سے تعلیم میں شامل کیا گیا اور بچے کی بنیادی تعلیم میں ملی اور ملکی محبت اور ملک کی سلامتی اور اس کے تحفظ کو ابھارا گیا جس میں اردو زبان کی فضا بھی ہموار ہوئی اور ہم نے اسے قومی زبان کے طور پر قبول کیا اپنے تعلیمی نظام کا حصہ بنایا یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کے کئی علاقوں میں اردو زبان بچوں کو گھروں میں سکھائی جاتی ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ بچے کے ابتدائی سالوں میں اس کے ساتھ اردو میں ہی گفتگو کی جائے تاکہ وہ اپنی زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی ملکی زبان بھی سمجھ اور بول سکے جس میں اس نے تعلیم حاصل کرنی ہے

مادری زبانوں کی اہمیت اس حوالے سے بھی مسلم ہے کہ وہ قومی زبان کو فروغ دینے اور قومی رویوں کو تشکیل دینے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ مختلف علاقوں کے رہنے والے لوگ مختلف زبانیں بولنے کے باوجود بھی ایک ایسی زبان سے آشنا ہوتے ہیں۔ جو کہ انہیں اس ملکی اور قومی رویے کے ساتھ مخصوص کرتی ہے اور یہ فکر بنیادی طور پر فرد کے اندر ایسے رویے پیدا کرتی ہے۔ جس سے وہ قومیت کی تشکیل پذیری کو سمجھتا ہے اور مقامی اور مادری زبانوں کے ہوتے ہوئے اس زبان کو بھی فروغ دیتا ہے جو کہ ملکی سطح پر موجود ہوتی ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں۔

"دنیا میں ہر فرد اپنی مادری زبان کسی رسمی تعلیمی ادارے میں داخلہ لے کر نہیں سیکھتا بلکہ وہ اپنے اہل خانہ گردونواح کے ماحول اور معاشرے کے دیگر افراد کی گفتگو کو سنتا اور سمجھتا ہے اس گفتگو میں مستعمل الفاظ اور صورت گری کو لاشعوری طور پر پہچان کر ان کی نقالی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ضرورت زندگی کے حصول کے

لیے انہیں بار بار استعمال کرتا ہے۔ اس طرح الفاظ کے مسلسل استعمال تکرار اور اعادہ سے وہ اپنی مادری زبان سیکھ جاتا ہے۔"(۱۷)

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فرد اپنی زندگی کے پہلے سالوں میں جو کچھ سیکھتا ہے اس کا اثر زندگی بھر اس کے کردار میں موجود رہتا ہے۔ بنیادی طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ فرض غیر رسمی طور پر اپنی مقامی زبان کو سیکھتا ہے اور اپنی ضرورت کے مطابق اس کو استعمال کرتا ہے۔ اس میں یہ بات اہم ہے کہ فرد اپنی ضرورت کو مد نظر رکھ کے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اسے کس طرح کے الفاظ بولنے چاہیے۔ جس سے وہ اپنا مافی الضمیر اچھے طریقے سے بیان کر سکتا ہے یہ اثر چونکہ بچپن میں انسان محسوس کرتا ہے۔ اس لیے اس کا اثر دیرپا ہوتا ہے اور شخصیت میں یہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ قومی رویے بنیادی طور پر اس کی اس شخصیت کو چھپا کر ایک ایسی شخصیت کو نمایاں کرتے ہیں جو کہ اس نے زبان کے ذریعے سیکھے ہیں۔

یہ عمل بنیادی طور پر ہمارے تعلیمی نظام کے ساتھ جڑا ہے اور یہیں یہ پروان چڑھتا ہوا قومیت کی سطح پر آتا ہے جہاں فرد علاقائیت کے ساتھ ساتھ قومیت اور ملکیت کے مطلب کو سمجھتا ہے۔ یہ رویے بنیادی طور پر اس کے اندر وطنیت کی فضا کو ہموار کرتے ہیں اور ہمارا نصاب بنیادی طور پر اسی وطنیت اور قومی رویے پر تشکیل پذیر ہوتا ہے۔ جس کو سمجھتے ہوئے کوئی بھی طالب علم آگے بڑھتا ہے اور وہ اپنی علاقائی زبان اور علاقائی کلچر کی وجہ سے اس قابل ہوتا ہے کہ وہ دوسری زبان اور اس کی عمل پذیری کو سمجھ سکے یہی وجہ ہے کہ قوم پرستی کے رویے ابھرنے کے ساتھ ہی مقامی زبانوں کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی چونکہ قومیت کے رویے بھی انہی زبانوں کی وجہ سے ظہور پذیر ہوں گے کیونکہ علاقائی زبان ایسی زبان ہے جو کہ سب سے پہلے کسی بھی فرد کے سامنے آتی ہے اور وہ کچھ الفاظ کے ذریعے اپنے معاملات کو. بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں سے ہی کسی فرد کی تربیت کا عمل شروع ہوتا ہے اور وہ اپنی زبان میں چیزوں کو سمجھتے سمجھتے اس صورتحال کو جانچ لیتا ہے کہ وہ اپنی بات کو جس قدر وضاحت کے ساتھ بیان کرے گا۔ اسی قدر اس کی بات کو بہتر طریقے سے سمجھا جائے گا۔

اس عمل کے ذریعے فرد کے اندر مختلف تاثرات اور رویے بھی رونما ہوتے ہیں جو کہ وہ اپنے ارد گرد محسوس کرتا ہے۔ یہ عمل لاشعوری طور پر فرد کے اندر ایسے رویوں کو جنم دیتا ہے جو اس کے ارد گرد بھی موجود ہوتے ہیں اور وہ انہی تاثرات سے پہلے آگاہ ہوتا ہے جس کا مشاہدہ وہ اپنے ارد گرد کرتا ہے یہی عمل اسے تعلیمی سلسلے سے جوڑتا ہے ۔جہاں وہ سکول میں جا کر کسی زبان کے ذریعے ایک ایسی زبان سے آشنا ہوتا ہے۔ جو کہ وہ روانی سے بول اور سمجھ نہیں سکتا اور نہ ہی اس میں گفتگو کر سکتا ہے بلکہ وہ کورس کی سطح پر استاد کی زیر نگرانی اس زبان کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

نفسیات کے ماہرین اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ بچوں کے اندر مختلف زبانیں اور کام کرنے کی صلاحیت بہت زیادہ ہوتی ہے کچھ بچے ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ ایک سے دوسری زبان سیکھتے ہوئے کچھ وقت لگاتے ہیں اور عمومی طور پر ان بچوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں جن کا سیکھنے اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ وہ دوسرے بچوں کی نسبت ہر کام کو جلدی سیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہی عمل بچے کے اندر مادری زبان کے ذریعے پیدا ہوتا ہے جو کہ اس کو مختلف تجربات سے گزارتا ہے اور بچہ دوسری زبان سیکھتے ہوئے بھی ان چیزوں کو ملحوظ رکھتا ہے کہ وہ اپنی بات دوسرے کو سمجھا سکے۔

مادری زبانوں کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ مختلف زبانوں کے ماہرین نے مقامی زبانوں میں تعلیم کے رویے کو فروغ دینے کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں۔ لیکن ان پر من و عن عمل نہیں کروایا جا پارہا اور نہ ہی کوئی ایسا لائحہ عمل ترتیب دیا جا سکا ہے۔ جس کے ذریعے اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ تمام علاقوں کے پرائمری سکولوں میں جو بنیادی تعلیم دی جائے گی وہ مادری زبان میں ہو گی اور اس کے لیے نصاب بھی مختص کیا جائے لیکن اس حوالے سے حکومتی سطح پر کوئی عملداری سامنے نہیں آئی اور نہ ہی کوئی ایسا رویہ ابھرا ہے۔ جس کے ذریعے مادری زبانوں میں تعلیم کے سلسلے کو فروغ دیا جا سکے۔ اب تک کہ جو رویے سامنے آرہے ہیں وہ قومی رویے ہیں اور ایسے معاملات کو زیادہ بیان کیا جاتا ہے جو ہمیں قومیت کے حوالے سے اور ملکی سالمیت کے نقطہ نظر سے ان کو شامل کیا گیا ہے۔ تاکہ مختلف علاقوں کے رہنے والوں کو ایک پرچم تلے اکٹھا کیا جا سکے یہ رویہ تعلیم میں بھی نظر آتا ہے۔ میلون سوسن اس سے متعلق لکھتے ہیں:

> "By the time children begin school, they have begun gaining confidence in their ability to Communicate meaningfully in their mother tongue. They have built a foundation of knowledge and experience through observing and interacting with peers and adults in their community. The language, knowledge and experience that children bring to school form an important foundation for their learning in the classroom." (18)

بنیادی طور پر مادری زبان جو کہ بچے کی تعلیم کا وسیلہ بن سکتی ہے اس کی بجائے نئی زبان سیکھنے پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے حالانکہ عمر کے ایسے حصے میں بچے کو ایک زبان اس قدر سکھا دی جائے کہ وہ بات کو بیان کر سکے اور اس میں مختلف چیزوں کو سیکھ سکے۔ اس کے بعد ہی کسی ایسی زبان کی طرف راغب کرنا چاہیے جو کہ اس کی علاقائی یا مادری زبان نہیں ہے بلکہ وہ زبان ملکی اور قومی رویوں کو تشکیل دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔ مادری زبان میں تعلیم کا رویہ موجود ہے۔ سرکاری سطح پر اگر مادری زبانوں کو سکولوں میں کورس کا حصہ بنا دیا جائے تو اس سے طالب علموں کو فائدہ حاصل ہو گا۔

پاکستان کی تعلیمی پالیسی کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اول اور دوم کی کلاسوں میں صرف اردو نصاب ہی موجود ہے اس نصاب کو پڑھانے کے لیے اساتذہ زیادہ تر مادری اور علاقائی زبان ہی استعمال کرتے ہیں لیکن بچوں کی تمام کتابیں اردو زبان میں لکھی ہوتی ہیں استاد بنیادی طور پر مادری اور علاقائی زبان کے ذریعے بچے کو اس قابل کرتے ہیں کہ وہ اردو زبان بولنے پڑھنے اور لکھنے کے قابل ہو جائے کیونکہ ان کا تمام سلیبس اردو زبان میں ہی موجود ہوتا ہے۔ علاقائی یا مادری زبان میں کورس کی کتابیں موجود نہیں ہوتی۔ اس حوالے سے پاکستان کے مختلف صوبوں میں یہ تحریکیں بھی اٹھائی گئی ہیں کہ ہر صوبے میں اس صوبے کی زبان کو اہمیت دی جائے اور بچے کو بنیادی تعلیم مادری یا علاقائی زبان ہی میں دی جائے جس سے بچے کے اندر سمجھنے اور سوچنے کی صلاحیت بڑھتی ہے اور وہ اچھے طریقے سے اپنے کورس کی کتابوں کو پڑھ اور سمجھ سکتا ہے مادری زبان میں سلیبس نہ ہونے کی وجہ سے بچے آہستہ آہستہ اپنی مادری زبان سے دور اور ہو جاتے ہیں اور اس کا اپنی مادری زبان سے رشتہ صرف بولنے تک ہی محدود ہو تا ہے۔ ان کے بچوں کو مقامی زبانوں میں تعلیم دی جائے تا کہ وہ اچھے انداز سے زندگی کے معاملات کو سمجھ سکیں اور پھر قومی رویوں کے فروغ کے قومی زبان کے ساتھ جڑیں جو ملکی اور قومی رویوں سے آشنا کرواتی ہے۔

۲۔ ذریعہ تعلیم کے طور پر مادری زبانوں کی افادیت: (عمومی پہلو)

ذریعہ تعلیم کے طور پر مادری زبانوں کی افادیت کے عمومی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو مادری زبان کی اہمیت اور اس کی تعلیمی افادیت کے ان نمایاں عمومی پہلوؤں کا علم ہو گا جس کی وجہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ مادری زبان علم کا اصل ذریعہ ہے چونکہ بچہ اسی زبان میں سیکھتا ہے اور پھر اسی زبان کو بروئے کار لا کر علمی مدارج طے کرتا ہے۔

ذریعہ تعلیم کے طور پر مادری زبانوں کی افادیت کے عمومی پہلو کے درجہ ذیل نکات اہم ہیں۔

ا۔مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنا بنیادی طور پر علم حاصل کرنے کا فطری طریقہ کار ہے۔جس سے کوئی بھی بچہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اپنے ارد گرد کے ماحول سے کچھ سمجھ کر اسے اپنے الفاظ میں بول سکے۔مادری زبان ہی بچے کی بنیادی تعلیم کا ذریعہ بنتی ہے۔جس میں بچہ اپنی ضرورت کے مطابق مادری زبان کے الفاظ کو جمع کر کے اپنا مطمع نظر بیان کرتا ہے۔یہ طریقہ کار ہمارے معاشرے میں اسی طرح سے اپنایا جاتا ہے اور بچوں کو پہلے مادری زبان ہی سکھائی جاتی ہے جس سے بچہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اپنی خواہش اور ضرورت کے مطابق اپنی مادری زبان کو استعمال کرتے ہوئے اپنا معافی الضمیر بیان کرسکے۔

پاکستان کے دیہی علاقوں میں پرائمری تک کی تعلیم کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پر اردو زبان کے علاوہ علاقائی زبان بھی سکول میں بولی جاتی ہے۔چھوٹے بچے جو ابھی اردو زبان سے ناآشنا ہوتے ہیں۔استاد زیادہ تر ان سے مقامی زبان میں ہی بات کرتے ہیں اور اپنی بات کو سمجھا پاتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے دیہی علاقوں میں بچوں کو صرف مقامی زبان ہی گھروں میں سکھائی جاتی ہے۔کم علاقے ایسے ہیں جہاں بچے مقامی زبان کے ساتھ ساتھ گھروں میں اردو بولنا بھی سیکھتے ہیں۔جہاں بچے گھروں میں اردو بولنا سیکھتے ہیں۔وہاں بنیادی تعلیم اور نصاب کی کتابیں بچوں کے لیے پڑھنا اور سمجھنا آسان ہوتی ہیں۔نسبتاً ان بچوں کے جو کہ گھروں میں صرف مقامی زبان بولتے اور سنتے ہیں یہ ایک سطح پر ضروری بھی ہے کہ پرائمری سکولوں میں مادری زبان اور علاقائی زبان کو بھی فروغ دیا جائے۔بچوں کی بنیادی تعلیم میں مادری زبان کو شامل کرتے ہوئے انہیں قومی زبان اردو کی طرف راغب کیا جائے تاکہ وہ اپنی مقامی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سمجھ اور بول سکیں۔

بنیادی سلیبس جو کہ کلاسوں میں پڑھایا جاتا ہے اردو زبان میں موجود ہوتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ سرکاری سطح پر مادری زبان کو ذریعہ تعلیم کے طور پر استعمال کیا جائے اور بچے کی بنیادی تعلیم میں اسے لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جائے تاکہ بچہ مادری زبان کو سیکھتے ہوئے اردو زبان کو بھی سمجھ اور بول سکے۔اس عمل سے ایسے بچوں کا بھی اندازہ ہوگا جو کہ مادری زبان کے علاوہ دوسری زبان جلدی یا دیر سے سمجھتے ہیں۔اس سے ان کی کارکردگی کو بہتر بنانے میں بھی مدد ملے گی اور تعلیمی معاملات بہتر طریقے سے چلائے جاسکیں گے۔

مادری زبانوں میں افادیت کا پہلو یہ ہے کہ اسے بنیادی نصاب کا حصہ بنایا جائے اور بچوں کی اولین کلاسوں میں مقامی یا مادری زبان کو مضمون کے طور پر پڑھایا جائے۔پاکستان میں صوبائی حوالے سے سکول کی تعلیم کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسی بھی صوبے کے کسی بھی بورڈ میں مقامی زبان یا مادری زبان کو شامل ہی نہیں کیا گیا بلکہ علاقائی زبان کو ثانوی تعلیم کی حیثیت سے علاقائی یا مادری زبان کا استعمال کیا جاتا ہے تاکہ بچوں کو بنیادی تعلیم دینے میں سہولت ہو اور

بچے ان چیزوں کو اپنی مادی زبان کے ذریعے سیکھ سکیں جو کہ ان کے سلیبس کا حصہ ہیں پاکستان کے چاروں صوبوں پنجاب، سندھ، بلوچستان، خیبر پختون خواہ میں کہیں پر بھی مادری زبان کو علم کے ذریعے کے طور پر نہیں لیا گیا بلکہ کسی نے یہ کوشش بھی نہیں کی اس حوالے سے مختلف مباحث تو کیے جاتے ہیں لیکن ثانوی زبان کے طور پر ہی علاقائی یا مادری زبان کو لیا جاتا ہے اور سکول کے پہلی اور دوسری جماعت کے بعد اس زبان کا استعمال کلاس میں نہیں ہوتا بلکہ انہیں اردو زبان کے ذریعے تعلیم دی جاتی ہے۔

فطری عمل یہ ہے کہ بچہ بچپن میں جو زبان سیکھتا ہے۔ وہ زبان عمر بھر اس کے ساتھ رہتی ہے۔ جب بچہ مقامی زبان میں بنیادی تعلیم حاصل کرے گا تو اس سے مقامی اور مادری زبانوں کی بھی ترویج واشاعت ہو گی اور یہ زبانیں اپنی معدومیت کی بجائے تعمیریت کی طرف بڑھیں گی اس لیے کہ یہ جدید تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہوتی چلی جائیں گی اور ہمارے بولنے کے ساتھ ساتھ لکھنے اور پڑھنے میں بھی اس کا استعمال عام ہو گا۔

پروفیسر سعید احمد خالد لکھتے ہیں:

"پرائمری تعلیم کے مختلف اداروں میں جماعتوں کا جائزہ اور اس کے اساتذہ سے نصاب پر بات چیت کے بعد اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ درسی کتب کے حوالے سے ہمارا نصاب تعلیم قومی امنگوں تقاضوں بچوں کی ذہنی استطاعت اور رجحان اور مقامی حالات اور فضا سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتا" (۱۹)

مادری زبانیں علم حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہیں اور انہی کے ذریعے بنیادی تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس حوالے سے اگر حکومت صرف ایسے متن کو کورس میں شامل کرے گی جو صرف قومی امنگوں اور قومی صورتحال کو واضح کرے گا اور اس طرف توجہ نہیں دے گی کہ بچے اس عمر میں کس طرح سیکھتے اور سمجھتے ہیں اور کورس کس طرح کا ہونا چاہیے کہ بچوں کو سیکھنے اور سمجھنے میں اسانی ہو یہ نقطہ انتہائی اہم ہے اور اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے مادری دبان چونکہ بچے گھر سے سیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ کول اکر بھی اپنا مطمع نظر بہتر طریقے سے بیان کر سکتے ہیں۔ اگر وہ اپنی زبان کے علاوہ کسی اور زبان کو بولیں گے تو ان کے اندر ایک جھجک اور ڈر کا عنصر نمایاں رہے گا۔ اس لیے کہ اس بات کو نہیں سمجھ پا رہا ہو گا کہ وہ جو کچھ بول رہا ہے اس کا مطلب کیا ہے اس لیے کہ زبان کو سیکھنے اور سمجھنے کے لیے ہر بچے کے اندر اپنی قابلیت موجود ہوتی ہے۔ ہر بچہ اپنے طریقے سے سیکھتا اور سمجھتا ہے۔ جس بنا پر ہمیں مقامی اور مادری زبانوں کو بھی سلیبس کا حصہ بنانا چاہیے تا کہ بچے اپنی مادری زبانوں میں بھی اسی طرح تعلیم حاصل کر سکیں جس طرح وہ کسی اور زبان میں کرتے ہیں۔

۲۔ذریعہ تعلیم کے طور پر مادری زبان میں تعلیم کے حوالے سے یہ پہلو اہم ہے کہ مادری زبان میں علم حاصل کرنے سے بنیادی طور پر مقامی اور مادری زبان سے آگاہی ہو گی۔ چونکہ مادری زبان ہمارے نصاب کا حصہ نہیں ہے ۔اس لیے مادری زبان بولنے کی حد تک تو استعمال کی جاتی ہے لیکن زیادہ تر لوگ مادری زبان میں لکھ اور پڑھ نہیں سکتے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے سسٹم میں بنیادی طور پر مادری زبان کا کوئی نصاب متعین نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے بنیادی پرائمری تعلیم میں مادری زبان کو لازمی نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ تاکہ اسے لکھنا اور پڑھنا بھی ایسے ہی آسان ہو جیسے بولنا آسان ہوتا ہے۔ اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ پاکستان کی بڑی علاقائی اور مادری زبانیں اپنے اندر کافی وسعت رکھتی ہیں اور ان زبانوں میں شاعری اور نثر کے حوالے سے ادب بھی تخلیق کیا گیا ہے۔

پرائمری نظام سکول میں بچے کو مادری زبان سیکھانے کے حوالے سے نصاب میں کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ اس لیے کہ پرائمری نظام میں مادری زبان کو بطور مضمون شامل ہی نہیں کیا گیا۔ سکول میں نہ بچے کو کوئی بنیادی آگاہی دی جاتی ہے کہ جو علاقائیت پر مبنی زبان کے بڑے مراکز اہم جگہیں اور تاریخی مقامات سے کسی بھی طرح کی آگاہی نہیں دی جاتی بلکہ اردو زبان میں تعلیم کے سلسلے کو شروع کیا جاتا ہے۔ جو بچہ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اس لیے اس کے اندر یہ رویہ پیدا ہوتا ہے کہ میں دوسرے بچوں کی نسبت سمجھنے کی صلاحیت کم رکھتا ہے۔ اس سے بچے احساس کمتری اور ایسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو ذہنی طور پر ان کو مفلوج کرتی ہیں۔ اگر مقامی زبانوں میں تعلیم کے اس سلسلے کو آگے بڑھایا جائے تو ممکن ہے کہ بچے زیادہ سے زیادہ نئی چیزوں کو سیکھ پائیں۔ بنیادی طور پر ہمارا پرائمری سسٹم کی بنیاد اردو زبان پر رکھی گئی ہے اردو زبان کے ذریعے ملک کی اور قومی سطح پر ایسا نصاب بنایا گیا ہے جو کہ ملک جو کہ ملی اور ملکی فلسفے کو نمایاں کرتا ہے۔ بچے کو پاکستان کے حوالے سے اس کی بنیادی تاریخی جگہوں کے حوالے سے اور سیر و سیاحت کے حوالے سے زیادہ تر معلومات دی جاتی ہیں ان میں ملی نغموں کو بھی شامل کیا جاتا ہے جو کہ ملی اور ملکی جذبے کو نمایاں کرتے ہیں۔ محمد حسن عباسی اور مایا کھیملانی اس برے لکھتے ہیں:

> "The pandemic introduced a new reality. The first case of Corona virus was reported on February 26th, 2020 in Pakistan and preventive measures and strict lockdown were imposed by the government in March 2020 when the number of cases increased. When it came to disseminating information about the virus the major issue

was lack of alternative vocabulary in the local languages."(20)

مقامی زبانوں کو عموماً بول چال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کم ایسا ہوتا ہے کہ ہم انہیں پڑھ اور لکھ بھی سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو مقامی زبانوں کی اہمیت صرف بولنے تک محدود رہ جاتی ہے جو کہ ناکافی ہے۔ ان زبانوں کو زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان میں پڑھنا اور لکھنا سیکھا جائے اور ادب تخلیق کیا جائے تا کہ یہ زبانیں بھی عہد کے ساتھ ساتھ نئے موضوعات کو اپنے اندر جگہ دے سکیں۔ اس حوالے سے ضروری ہے کہ حکومتی سطح پر ان کی ترویج و اشاعت کی جائے اور ممکن بنایا جائے کہ پاکستان کی اہم مادری اور قومی زبانوں میں تعلیم دی جائے اور بنیادی پرائمری نظام سکول میں مادری زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جائے۔

بنیادی طور پر مادری زبان کی ترویج و اشاعت کے عمل کے لیے یہ ضروری ہے کہ بنیادی تعلیمی نظام میں مادری زبانوں کی تعلیم کو ممکن بنایا جائے اور بچوں کو اس طرف راغب کیا جائے کہ وہ اپنی مادری زبان کے علم اور ادب سے آشنا ہوں اس سے یہ ممکن ہو گا کہ آنے والے دور میں یہی بچے اس کے علم و ادب میں آگاہی کا سبب بنیں گے۔ ضروری ہے کہ مادری زبانیں جو کہ پاکستان میں بولی جاتی ہیں ان کو سرکاری سطح پر تعلیمی نظام میں شامل کیا جائے۔

اس بارے ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں

" اردو الفاظ کے معنی و مفاہیم اور لسانی مہارتوں پر عبور حاصل کرنے کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے عام طور پر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ جن طالب علموں کی مادری زبان اردو ہے۔ انہیں اردو سکھانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں رہتی۔ وہ اپنے گھر کے ماحول سے اردو بول چال سیکھ لیتے ہیں حالانکہ یہ مفروضہ لسانیات کی مبادیات اور اس کے اصول و ضوابط سے لاعلمی پر مبنی ایک غلط مفروضہ ہے۔ "(۲۱)

۳۔ مادری زبان ذریعہ تعلیم کے حوالے سے یہ پہلو بھی اہم ہے کہ اپنی مادری زبان میں انسان اچھے طریقے سے سوچ سمجھ سکتا ہے کیونکہ اسی زبان کے ذریعے ہی اس نے بولنا سیکھا ہوتا ہے اور اپنے ارد گرد سے اسی زبان کے ذریعے ہی اس نے اپنے معانی اس ضمیر کو بیان کرنے کی صلاحیت حاصل کی ہوتی ہے۔ جس کی بنا پر ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ

انسان اپنی مادری زبان میں سوچنے اور سمجھنے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے بانسبت یہ کہ وہ کسی دوسری زبان کو سیکھے اور اس میں بولنے اور سمجھنے کی مہارت حاصل کرے۔

بنیادی طور پر انسان مادری زبان کے استعمال پر زیادہ قدرت رکھتا ہے اور ایک لمبا عرصہ اس زبان میں بولنے کے بعد وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی بات کو مادری زبان میں بیان کرے۔ اس لیے اہم ہے کہ بچے کی بنیادی تعلیم میں مادری زبان کو شامل کیا جائے اور ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے اسے بنیادی تعلیمی نظام کا حصہ بنایا جائے تا کہ وہ یہ زبان بولنے کے ساتھ ساتھ لکھنا اور پڑھنا بھی سمجھے اور اس کے علاوہ دوسری زبان اردو یا انگریزی جو کہ قومی سطح پر نصاب کا حصہ ہے اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لیے مادری زبان کا استعمال کیا جائے تا کہ بچہ اس زبان کے الفاظ کو اپنی مادری زبان میں پڑھ اور سمجھ سکے۔ اس سے بچے کے اندر سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

ماہرین نفسیات کے مطابق بچہ اس عمر میں ایک سے زیادہ زبانیں سہولت کے ساتھ سیکھ سکتا ہے لیکن ان میں کچھ بچے ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ نفسیاتی طور پر یہ صلاحیت کم رکھتے ہیں بلکہ دوسری زبان کو آہستہ آہستہ سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ کلاس میں دوسرے بچوں کی نسبت دوسری زبان کو سہولت کے ساتھ بولنے لکھنے یا پڑھنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مادری زبانوں کو عہد کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا جائے اور ان زبانوں کو جدید ٹیکنالوجی کا حصہ بنایا جائے جس میں یہ زبان آسانی سے استعمال کی جا سکتی ہیں اور ان کے فروغ میں بھی یہ نمایاں حیثیت کی حامل ہوں گی۔ مادری زبانوں کو جب تک عہد کے ساتھ ہم آہنگ نہیں کیا جائے جدید تقاضوں کے مطابق اپنی مادری زبانوں کو سلیبس کا حصہ بنایا جائے اور اس کے فروغ کے لیے حکومتی سطح پر کوشش کی جائے تا کہ ان زبانوں کے افادی پہلو سامنے آ سکیں اور ان کے علم کو بہتر طریقے سے آنے والی نسل تک پہنچایا جائے۔ تا کہ قدیم علمی ورثے سے ہم آہنگ ہو سکیں۔

۴۔ ذریعہ تعلیم کے حوالے سے مادری زبانوں کا یہ اہم پہلو ہے کہ مادری زبانوں سے آشنائی کی وجہ سے ہم اپنے مادری زبان کے ادب سے آگاہ ہو سکیں گے۔ یہ عمل بنیادی طور پر مادری زبان کو فروغ دینے کے ساتھ ہی عمل میں آئے گا اور مادری زبان کے حوالے سے بنیادی آگاہی بھی ممکن بنائی جائے گی۔ اس حوالے سے اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ نظام سکول میں مقامی زبانوں کے حوالے سے کوئی بھی مضمون نہیں پڑھایا جاتا جبکہ کالج سطح پر اے بی اے اور ایم اے کی سطح پر مقامی زبانیں پڑھائی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو عموماً ایسے ہی طالب علم مقامی زبانوں کی طرف بڑھتے ہیں جن کو ان میں دلچسپی ہوتی ہے یا وہ ان کے ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

بنیادی طور پر مقامی زبانوں میں تعلیم کا رواج بہت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے مترادف ہے۔مادری زبانوں میں افادیت کا یہ پہلو نمایاں ہے کہ اس میں تعلیم بچے کے لیے نہایت اہم ہے۔اس لیے کہ ایک زبان جو کہ وہ اپنے گھر میں سیکھتا بولتا اور سمجھتا ہے اسی میں تعلیم حاصل کرے۔اپنی زبان کو بولتے ہوئے بچے کے اندر احساس کمتری اور جھجک جیسی کوئی چیزیں موجود نہیں ہوتی بلکہ وہ اچھے انداز میں اپنی بات کو استاد کے سامنے یا اپنے ساتھی طالب علموں کے ساتھ بیان کر سکتا ہے مادری زبان کے توسط سے ہی اس عمل کو یقینی بنایا جاسکتا ہے اور اور بنیادی تعلیمی سسٹم میں اس کو شامل کر کے طالب علموں کو سہولت فراہم کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی زبان میں تعلیم حاصل کریں اس سے پاکستان میں شرح خواندگی بڑھ جائے گی۔

مادری اور علاقائی زبانوں میں تعلیم دینے سے شرح خواندگی بڑھ جائے گی اور زیادہ سے زیادہ بچے تعلیم حاصل کرنے کی طرف بڑھ سکیں گے اس حوالے سے حکومتی سطح پر ایسے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے جو کہ مقامی اور علاقائی زبانوں میں بچوں کو تعلیم دے سکیں۔اس عمل سے شرح خواندگی بڑھنے کے ساتھ ساتھ تعلیم کی طرف رجحان بڑھے گا اور ایسے لوگ جو کہ دوسری زبانیں نہیں سیکھ پاتے وہ اپنی زبان میں ہی تعلیم حاصل کر سکیں گے۔جس کی وجہ سے انے والے ادوار میں تعلیمی صورتحال زیادہ بہتر طریقے سے سامنے ائے گی اور مقامی زبانوں میں تعلیم کی وجہ سے اس کا رجحان بڑھ جائے گا۔مادری زبانوں کی افادیت اس حوالے سے بھی مسلم ہے کہ یہ زبان قدیم سے بولی اور سمجھی جا رہی ہیں بلکہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو، کشمیری ایسی زبانیں ہیں جو کہ صدیوں پہلے سے موجود ہیں اور ان میں بیشتر ادب بھی لکھا گیا ہے جو کہ صرف اس صورت میں سامنے آئے گا جب ہم اپنی مادری زبانوں کو اہمیت دیں گے اور اپنے بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دیں۔

ب:مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم کے مضمرات

مادری تعلیم بطور ذریعہ تعلیم کے مضمرات کو پہلوؤں سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

ا۔افادی پہلو

ا۔مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم کا افادی پہلو یہ ہے کہ مادری زبانوں میں تعلیم کی وجہ سے شرح خواندگی میں اضافہ ہو گا اور لوگ اپنی مقامی زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے کوشش کریں گے۔حکومتی سطح پر اس حوالے سے اگر کوئی منظم انتظام کیا جائے تو مادری زبانوں کے ذریعے ہم شرح خانگی کو بڑھا سکتے ہیں۔یہ عمل علم میں اضافے کا

باعث ہو گا اور عوام میں بھی تعلیم حاصل کرنے کا شعور بڑھے گا۔ اس لیے کہ اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرنا نسبتاً دوسری زبانوں سے کہیں آسان ہوتا ہے اس لیے کہ فرد اپنی مادری زبان میں جلدی سیکھتا ہے۔

صوبائی سطح پر مادری زبانوں میں تعلیم دینے کے عمل کو منظم کرنے کے لیے سلیبس ترتیب دینا چاہیے تاکہ تاکہ مادری اور علاقائی زبانوں میں تعلیم کے اس سلسلے کو آگے بڑھایا جاسکے۔ مضبوط حکمت عملی مادری زبانوں کے فروغ میں اہم ثابت ہوگی اور ان کے ذریعے تعلیم دینے کا سلسلہ پاکستان میں شرح خاندگی کو بڑھانے اور تعلیم میں اضافے کا سبب ہو گا مادری زبانوں کی افادیت کا یہ پہلو نمایاں ہے کہ ایک خطے میں بسنے والے لوگ اپنی زبان اور کلچر سے محبت رکھتے ہیں اگر انہیں اپنی زبان اور اپنے کلچر کے مطابق تعلیم دی جائے تو وہ نہایت خوش اسلوبی سے تعلیم کی طرف راغب ہو سکیں گے ایسی بچے جو اپنی مادری یا علاقائی زبان کے علاوہ دوسری زبانیں مشکل سے سیکھتے ہیں انہیں بھی آسانی ہوگی کہ وہ کوئی اور زبان سیکھنے کی بجائے اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کریں مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے سے بچے کے اندر خود اعتمادی اور اپنی زبان سے انسیت اور محبت پیدا ہوگی جس سے وہ بہتر طریقے سے تعلیم حاصل کرنے کی طرف راغب ہو سکے گا۔ ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں۔" پاکستان کے مختلف لسانی گروہوں کے بچوں کی لسانی ضروریات کے مطابق نہیں پڑھایا جارہا بچوں کی مادری زبان کی معاشرت اور ثقافت کو کلی طور پر نظر انداز کر کے سکولوں میں اردو لازمی ایسے پڑھائی جارہی ہے کہ گویا یہ ان کی مادری زبان ہو اور وہ ان زبانوں کی لسانی معاشرت میں پرورش پارہے ہوں اردو زبان کی تدریس کے لیے سکولوں میں مطلوبہ لسانی سہولتوں اور اعلیٰ تربیت یافتہ تدریسی سٹاف کا شدید فقدان ہے"[۲۲] مادری زبانوں کے حوالے سے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے سکولوں میں مقامی زبان کو بطور مضمون کے پڑھایا جائے۔ اس لیے کہ اساتذہ اردو یا انگریزی زبان میں بچوں کو جب پڑھاتے ہیں تو مختلف لسانی گروہوں سے تعلق رکھتے ہوئے تمام بچے اس کو نہیں سمجھ پاتے۔ جس کی وجہ سے اساتذہ کو بھی مادری یا علاقائی زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مادری زبان میں تعلیم کے عمل کو فروغ دیا جائے۔ تاکہ ہر خطے کے لوگ اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرسکیں یہ عمل تعلیم میں اضافے کا سبب ہو گا اور شرح خواندگی میں اضافہ ہو گا اور لوگ تعلیم کی طرف راغب ہوں گے۔

۲۔ مادری زبانوں میں تعلیم حاصل کرنا نسبتاً دوسری زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے سے زیادہ اسان اور بچے کے لیے آسان اور سہولت کا باعث ہے۔ اس لیے کہ بچہ اپنے گھر اور ارد گرد کے ماحول سے جو زبان سیکھ رہا ہے وہی زبان اسے سکول میں جا کر پڑھنی بولنی اور سمجھنی ہے جس کی وجہ سے اس کے اندر کسی طرح کی جھجک یا ڈر پیدا ہوئے بغیر وہ تعلیم حاصل کر سکے گا۔ بنیادی طور پر جب ہم بچے کو مقامی اور مادری زبان کے علاوہ جب کسی دوسری زبان سے آگاہ

کرتے ہیں یا سکھانے کی کوشش کرتے ہیں تو بچے کو اس کے لیے کافی محنت کرنا پڑتی ہے اور اس کے اندر یہ عنصر پیدا ہو جاتا ہے کہ جو وہ بول سمجھ یا لکھ رہا ہے کیا وہ ٹھیک ہے یا غلط۔ اس سے بچے کے اندر ایک خوف اور جھجک کا عنصر نمایاں ہو جاتا ہے جو کہ اس کی بقیہ صلاحیتوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

ِ مادری زبانوں کی افادیت اس حوالے سے مسلم ہے کہ یہ بچے کے لیے آسان تعلیم کا ذریعہ ہو سکتی ہیں اس لیے کہ جب بچہ اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرے گا تو اسے بولنے میں کسی طرح کی رکاوٹ محسوس نہیں ہو گی اور طالب علم اچھے طریقے سے تعلیم کی طرف بڑھ سکے گا مادری زبانوں میں تعلیم کے حوالے سے یہ افادیت کا نمایاں پہلو ہے کہ بچہ سکول انے سے پہلے ہی بہت سی چیزوں سے آگاہ ہو گا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس زبان میں اس نے تعلیم حاصل کرنی ہے وہ زبان اس نے اپنے گھر اور اپنے ارد گرد کے ماحول سے سیکھ لی ہے اس لیے سکول میں داخلے کے بعد اسے کسی قسم کی دشواری نہیں ہو گی اور وہ اپنے اساتذہ اور ساتھی طالب علموں سے بہتر طریقے سے بات چیت کر سکے گا یہی وجہ ہے کہ مادری زبانوں کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا مہذب اور ترقی یافتہ اقوام کی تعلیمی نظام کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ وہ بچے کو مقامی زبانوں میں سکھاتے اور پڑھاتے ہیں جس کی وجہ سے بچے کے اندر سیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت بڑھنے لگتی ہے۔

۳۔ مادری زبان میں افادیت کا اہم پہلو یہ ہے کہ مادری زبان عموماً بات چیت کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اپنی مادری زبان میں لکھ یا پڑھ سکتے ہیں۔ صرف وہی لوگ مادری زبانیں پڑھ یا بول سکتے ہیں جنھوں نے مقامی ادب کے حوالے سے اپنی مادری زبان میں کتابیں پڑھنے یا کچھ لکھنے کی مشق کی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ ہم کوئی زبان بولنا تو جانتے ہوں لیکن لکھنا اور پڑھنا نہ جانتے ہوں۔ مادری زبانوں کے ساتھ بھی عموماً یہی رویہ رکھا جاتا ہے علاقائی لوگ اپنی مادری زبان میں بات چیت تو کر سکتے ہیں لیکن اور سارے معاملات دوسری زبانوں یا ملکی زبان میں سر انجام دیے جاتے ہیں۔ اگر مقامی زبانوں میں تعلیم کے سلسلے کو شروع کیا گیا تو ہماری روزمرہ روٹین میں بھی مادری زبان لکھنے اور پڑھنے میں آئے گی جس کی وجہ سے عام لوگوں میں بھی زبان سے آشنائی کا عمل شروع ہو گا۔ لوگ اپنی زبان کی تاریخ کلچر اور رسم و رواج سے بھی آگاہی حاصل کر سکیں گے مادری زبانیں چونکہ علم کا بنیادی ذریعہ ہے اور اسی سے ہی کوئی فرد اپنے ارد گرد کی زندگی کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے۔ اگر اسے مادری زبان میں ہی تعلیم دی جائے تو وہ اسانی کے ساتھ اپنے ارد گرد کے ماحول کو سمجھتے ہوئے تعلیم سے اپنا رشتہ استوار کر سکے گا۔

اس سے متعلق ڈاکٹر انجم رحمانی لکھتے ہیں:

"ہر صوبے میں اردو اور بچوں کی مادری زبانیں پرائمری سطح پر ساتھ

ساتھ پڑھائی جائیں۔ ثانی اور اعلیٰ ثانی سطحوں پر انگریزی زبان کی طرح
اردو لازمی بھی ثانوی زبان کی حیثیت سے پڑھائی جائے۔ مڈل کی سطح پر
دیگر پاکستانی زبانیں ایک اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جائیں۔"(۲۳)

۴۔مادری زبان میں تعلیم دینے کا عمل اس حوالے سے بھی اہم ہو گا کہ مادری زبان کی ترویج واشاعت ہو گی اور زبانوں کے معدوم ہونے کا خطرہ جو ہمیشہ ملکی اور بین الاقوامی زبان کی وجہ سے لاحق رہتا ہے اس کے خطرات کم ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ مقامی زبان میں تعلیم دینے کا سلسلہ جاری ہو گا۔ جس کی وجہ سے طالب علم نہ صرف اس زبان کو بول بلکہ پڑھ اور لپ بھی سکیں گے جس کی وجہ سے یہ زبان ان کی روزمرہ زندگی میں بھی شامل ہو جائے گی۔ اس طرح اس زبان کا ادب بھی پڑھا اور سمجھا جائے گا بلکہ طالب علم اس طرف راغب ہوں گے کہ وہ اپنی زبان میں ادب تخلیق کر سکیں۔ یہ عمل اپنی زبان کو اہمیت دینے کے حوالے سے بھی خاص ہے کہ ہم اپنی مادری زبانوں کو اہمیت دیں گے اور اس میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور استعداد کو بڑھائیں گے۔ جس کی وجہ سے ہماری فہم و فراست میں بھی اضافہ ہو گا۔ زبانوں کے معدوم ہونے کا خطرہ صرف اس وجہ سے لاحق رہتا ہے کہ وہ صرف گولی جاتی ہیں لکھنا اور پڑھنا ان میں کم بلکہ ناپید ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے زبان بولنے والے جب ناپید ہونے لگتے ہیں تو زبان معدوم ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں لکھے گئے ادب کو سمجھنے والا کوئی موجود نہیں ہوتا ہے جس کی وجہ سے زبان ناپید ہونے کے عمل کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔ ذریعہ تعلیم کے مادری زبانوں کی افادیت کا یہ پہلو خاص ہے کہ اس سے زبان کی ترویج و اشاعت ہو گی اور زبان اپنے اندر کئی نئے طرح کے موضوعات کو جذب کرے گی اور اس سے زبان کا دامن بھی وسیع ہو گا اور زبان کی ترقی کا عمل بھی شروع ہو گا۔ اس لیے اس کی ترویج و اشاعت پر کام جاری ہو گا۔ خالد رضا، عبدالنصیر، عبدالحلیم صدیق اور منظور احمد اس بارے لکھتے ہیں:

"The mother tongue education can help them that obstacles can be removed and can strengthen the career of the child. The teacher can easily advocate the students in mother tongue. It starts with what is familiar and builds in new knowledge. In early age, students can fluently and confidently express their knowledge in both the mother language and later in other languages. It sets the basic

trend for the future development of regional education"(24)

مادری زبانوں کو جدید دور سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کو ٹیکنالوجی کے استعمال میں بھی لایا جائے اور ملکی سطح پر ایسے سافٹ ویئر بنائے جائیں جس میں مقامی اور علاقائی زبانوں کو بھی لکھا جاسکے۔ اس کی وجہ سے زبان کا عمل ہماری روزمرہ زندگی کے ساتھ ہم آہنگ ہوگا اور ہم مادری زبانوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر زندگی بسر کریں گے۔ یہ ضروری ہے کہ جدید علم حاصل کرنے کے لیے ملکی اور بین الاقوامی زبانوں کو سیکھنا پڑتا ہے۔ لیکن بنیادی علم کے لیے مادری زبانوں کا علم نہایت ضروری ہے۔ جس کی وجہ سے زبان اپنے ارتقائی عمل سے بھی گزرتی رہیں گی اور اس کے بولنے سمجھنے اور سیکھنے والے اس میں نت نئے طرح کے موضوعات کا اضافہ کرتے رہیں گے جو ہماری قومی ترقی کا باعث بنے گا۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ زندہ قوم اپنی زبان کلچر اور ثقافت کو ہمیشہ زندہ رکھتی ہیں اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہو پاتا ہے۔ جب اپ اپنی مادری زبانوں کو اہمیت دیں گے کیونکہ کوئی بھی ملک مختلف اقوام کے کلچر سے مل کر تشکیل پاتا ہے۔

ہمارے ملک میں 40 سے زائد گولیاں بولی جاتی ہیں اور بڑی زبانیں جو کہ صوبائی سطح پر موجود ہیں اپنا پورا اثر اور تاریخ رکھتی ہیں ان کے ادب اور تاریخ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ یہ زبان اس خطے میں ایک عرصے سے بولی جارہی ہیں اور ان کو سمجھنے والے اردو کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ مادری زبان کی افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی ترویج واشاعت کا منظم انتظام کریں اور اسے اپنے تعلیمی نظام میں شامل کرکے اس خطرے کو دور کیا جائے کہ کوئی بھی زبان ملکی یا بین الاقوامی زبان کی وجہ سے ختم ہو سکتی ہے مادری زبانوں کے حوالے سے عموماً یہ بحث سامنے اتی ہے کہ اگر ان کی ترویج واشاعت کا صحیح بندوبست نہ کیا گیا تو یہ ناپید اور ختم ہو جائیں گی بلکہ اس میں لکھنے اور پڑھنے والوں کی تعداد بھی آہستہ آہستہ کم ہو جائے گی۔ ضروری نہیں ہے کہ مقامی اور مادری زبانوں کو تعلیم کا حصہ بنایا جائے تاکہ یہ زبان اپنے اندر وسعت اور گہرائی پیدا کر سکیں اور ہماری روزمرہ زندگی کے ساتھ ایسے پیوست ہو جائیں کہ ہم اپنی مادری زبانوں میں وہ سب کام کر سکیں جو ہم دوسری زبانوں میں انجام دیتے ہیں۔

۵۔ مادری زبانوں کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مادری زبان بنیادی طور پر فرد کی زندگی میں داخل ہونے والی وہ پہلی چیز ہے جو اسے اپنی خواہشات کا اور ضروریات کا اظہار کرتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ سیکھنے کا عمل ہے جو فطری طور پر بچہ اپنے ارد گرد کے ماحول سے سیکھتا ہے جس میں ایک چیز مادری زبان بھی ہوتی ہے۔ وہ اپنے ارد گرد سے جو زبان جو لفظ سیکھ رہا ہوتا ہے لاشعوری طور پر وہ الفاظ اس کے ذہن میں پیوست ہو جاتے ہیں اور وہ جب اس

عمر تک پہنچتا ہے کہ وہ بھی کوئی لفظ ادا کر سکے تو وہ انہی الفاظ کا سہارا لیتا ہے جو اس کے ارد گرد بولے جا رہے ہوتے ہیں ۔ محمد گلفراز عباسی، ڈاکٹر مسعود عباسی، ڈاکٹر ظفر اقبال خٹک، ڈاکٹر غلام اصغر اور ڈاکٹر محمد جاوید خان اس سے متعلق لکھتے ہیں:

> "In the English medium schools in Pakistan, the children sometimes show better in English as compared to those who have mother tongue as medium. But in this way, gradually, the students employing mother tongue medium develop their abilities in a fast manner; whereas the speed of those who have English as medium slows down. Their knowledge of culture also lags behind. In this way, it looks that the mother tongue as a medium of instruction gave better results." (25)

یہ بنیادی طور پر ایک فطری عمل ہے جس سے بچہ گزرتے ہوئے اپنے ارد گرد کو سمجھتا ہے اور انہی جیسا کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا اس ماحول میں وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ اس اثنا میں اگر بچہ اپنی مقامی زبان میں تعلیم حاصل کرے گا تو اس کی افادیت کا نمایاں پہلو یہ ہو گا کہ وہ پہلے سے زبان کو سمجھتا ہو گا اور اس زبان کو سمجھتے ہوئے اسے جو کچھ سکھایا یا پڑھایا جائے گا۔ وہ اسے بہتر طریقے سے سمجھ پائے گا بانسبت ایک ایسی زبان کے جو اس میں سکول میں ہی اکر سیکھی ہے مقامی زبانوں کا یہ عمل بنیادی طور پر بچے کی تعلیم و تربیت میں فطری کردار ادا کرتا ہے اور بچہ اپنی زبان میں ہی چیزوں کو سمجھتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ جس سے اس کے اندر کی صلاحیتیں مزید واضح ہو کر الفاظ کی صورت میں اس کے سامنے آتی ہیں۔ اس لیے کہ وہ اب چیزوں کو سمجھتے ہوئے ان کے اثر کو بھی قبول کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ کس چیز سے کس طرح کے اثرات پیدا ہو رہے ہیں۔

یہ عمل بنیادی طور پر بچے کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ معاشرے میں فعال کردار ادا کر سکے اور اپنی ضرورت اور خواہش کے مطابق زبان کو استعمال کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی زبان بچے کی تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں جو کہ عمر بھر اس کے ساتھ رہتا ہے۔ مادری زبانوں میں سیکھنے کا یہ فطری طریقہ کار بنیادی طور پر سکول کی تعلیم میں اہم ثابت

ہو گا اس لیے کہ بچہ جو زبان بول رہا ہے۔ اسی زبان میں اپنی کتابیں دیکھے گا اور اپنی زبان کو پڑھنے اور لکھنے کی کوشش کرے گا جو کہ ہمارے تعلیمی نظام میں موجود نہیں ہے۔ اگر اولین کلاسوں میں بچوں کو یہ تربیت دی جاتی ہے تو وہ اپنی مقامی زبانوں سے اور اپنی مادری زبانوں سے محبت کریں گے اور ان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بھی بڑھائیں گے ۔ جس سے معاشرہ مثبت طریقے سے اگے بڑھ سکے گا مادری زبانوں کا ذریعہ تعلیم کے طور پہ یہ عمل نہایت کار گر ہو گا اور یہاں کے لوگ جو تعلیم سے دور ہیں۔ وہ مقامی زبانوں میں تعلیم کی وجہ سے علم کے قریب آ سکیں گے اور تعلیم حاصل کر سکیں گے۔

٦۔مادری زبانوں میں تعلیم کا افادی پہلو یہ ہے کہ علاقے کے لوگ اپنے زبان کلچر اور رسم و رواج سے جڑ پائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ زبان کے حوالے سے اپنے خطے کی تاریخ کا بھی علم ہو گا اور اس سے علمی اگاہی کے وسائل بڑھیں گے۔ بنیادی طور پر جب ہم اپنی ماتری زبانوں میں تعلیم حاصل نہیں کرتے تو ہم جس زبان میں تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ اس زبان کے رسم و رواج کلچر اور ماحول سے جڑت محسوس کرتے ہیں۔ جب ہم مقامی زبانوں میں تعلیم حاصل کریں گے اور اپنے مقامی کلچر رسم و رواج کہ بارے میں تعلیم حاصل کر سکیں گے۔

بنیادی طور پر جب ہم اپنی مادری زبان میں علم حاصل نہیں کرتے تو لاشعوری طور پر بہت سی اپنی کلچر اور ثقافت کی چیزوں کو کھو دیتے ہیں بلکہ ان پر کسی طرح کی نظر نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے مقامی کلچر آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے اور ملکی اور بین الاقوامی کلچر کے لے اثرات معاشرے پر پڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ صرف اسی وقت ہوتا ہے جب ہم اپنی مادری زبانوں کے ادب کلچر تاریخ سے جڑتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ماضی میں ہمارے اباؤاجداد میں کس طرح کے کارنامے سر انجام دیے ہیں۔ مادری زبانیں بنیادی طور پر پاکستان میں بڑی زبانوں کے طور پر سامنے آتی ہیں پنجاب اور سندھ پاکستان کے بڑے صوبے ہیں۔ جہاں پر پنجابی اور سندھی زبان بولی جاتی ہے۔ اردو اور سندھی زبان کا اثر اردو زبان پر کافی زیادہ ہے اس لحاظ سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ پاکستان کی مادری اور مقامی زبانیں بھی بڑی زبانوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ان مقامی زبانوں کی افادیت یہ ہے کہ یہ ہمیں اپنے کلچر زبان رسم و رواج کے ساتھ پیوست رکھتی ہے مقامی زبانوں کے فروغ سے ہی سیکھنے کا یہ عمل وقوع پذیر ہوتا ہے اور زندگی کے دیگر شعبہ جات جس میں بھی ہم اپنی مادری زبان کو استعمال کرتے ہیں مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ مادری زبانیں بنیادی طور پر اپنے اندر کافی وسعت رکھتی ہیں۔ ان زبانوں میں لکھا گیا ادب بھی اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے۔ مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ لوگ کہانیاں اور لوگ داستانیں بھی بنیادی طور پر مادری اور علاقائی زبانوں سے ہی اخذ کی جاتی ہیں جو کہ ادب میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ مادری زبانوں کی افادیت یہ ہے کہ یہ اپنے ادب اور اپنے کلچر سے فرد کو جوڑتی ہے اور اس میں فرد اپنائیت محسوس

کرتا ہے اور اسے لگتا ہے کہ وہ ایک نظام کا حصہ ہے۔ جس میں رہتے ہوئے وہ اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ مادری زبانوں کے طفیل ہی فرد اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اپنے ارد گرد کے ماحول کو سمجھ سکے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں۔

"مڈل اور ہائی سکولوں کے پنجابی طلبہ اردو شاعری کی تشریح نہیں کر سکتے وہ امتحانی نقطہ نظر سے امدادی کتب سے تشریح رٹ کر کام چلاتے ہیں پنجابی اساتذہ مشکل مضامین مثلا ریاضی فزکس کیمسٹری بیالوجی اور جنرل سائنس وغیرہ کی تدریس و تفہیم کے دوران اور دیگر تعلیمی امور کی انجام دہی کے لیے بلا جھجک پنجابی زبان کا استعمال کرتے ہیں حتی کہ چھوٹے شہروں میں قائم کالجوں میں بھی غیر رسمی تدریسی امور کے دوران عام طلباء کی آسانی کے لیے کسی حد تک پنجابی زبان مستعمل ہے"(۲٦)

مادری زبانوں کے حوالے سے یہ کہنا بجا ہے کہ سکول کے بنیادی نظام میں بچے کیونکہ مختلف لسانی طبقات سے تعلق رکھتے ہوئے یہاں آتے ہیں اور یہاں پر جب کسی دوسری زبان میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ طالب علم اپنے خیالات سوچنے کی بجائے وہ کسی امداری کتاب سے مدد لیتے ہوئے چیزوں کو یاد کرتے ہیں یا رٹا لگانے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے کہ وہ ان زبان میں سوچنے کے عمل سے واقف نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کے ذہن میں جملے اس طرح سے ترتیب پاتے ہیں کہ کسی ایک خیال کو منظم انداز میں بیان کر سکیں۔ اس لیے کوشش کی جاتی ہے کہ ان کو امدادی کتب سے چیزیں یاد کروائی جاتی ہیں ان تمام چیزوں کو یاد کرنے اور مشکل مضامین کو پڑھانے کے لیے بھی اساتذہ مادری اور مقامی زبانوں کا استعمال کرتے ہیں۔ جس سے بچے اچھی طرح سے اس بات کو سمجھ لیتے ہیں جو کسی اور زبان میں کہی گئی ہوتی ہے۔ بنیادی طور پر نئی زبان سیکھنے کے ساتھ ضروری ہے کہ اس کے ذخیرہ الفاظ کو بھی بڑھایا جائے اور الفاظ کو روزمرہ گفتگو میں استعمال کیا جائے تاکہ ان کے استعمال پر قدرت حاصل ہو سکے۔ جب ارد گرد کے ماحول میں وہ زبان نہیں بولی جاتی اور اس زبان کے بولنے والے کم ہوتے ہیں تو بچے عموماً وہ زبان سکولوں ہی میں پڑھتے ہیں۔ جبکہ بولنے کے عمل میں وہ اپنی مادری اور علاقائی زبانوں کا استعمال کرتے ہیں مادری زبانوں کو غیر رسمی طریقہ تدریس میں جس طرح سکولوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ضروری ہے کہ اس حوالے سے منظم حکمت عملی کے تحت اس قوم کو آگے بڑھایا جائے کیوں کہ مقامی زبان ہی بنیادی طور پر سیکھنے کے عمل کو بہتر کرتی ہیں۔

۲۔ محدودیت کا تناظر

مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم میں محدودیت کا تناظر کئی حوالوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

ا۔مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم محدودیت کے تناظر میں علم کے حوالے سے بات کی جائے تو اس میں محدود علم کا تناظر موجود ہے۔جو کہ صرف علاقائیت کے ساتھ ہی جڑا ہوا ہے اس کے ذریعے محدود علم کا تناظر سامنے آتا ہے۔ اس لیے کہ مقامی یا مادری زبانوں میں جو ادب اور زبان کے حوالے سے کام کیا گیا ہوتا ہے۔مادری زبان میں طالب علم انہیں تک محدود رہتا ہے اس کے ساتھ ساتھ چونکہ وہ دوسری زبانیں نہیں جانتا۔اس لیے وہ دوسری زبانوں سے استفادہ بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کی فکر کو اپنی زبان میں شامل کر سکتا ہے بلکہ اس فکر میں طالب علم صرف اپنی زبان تک محدود رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ جدید علوم کا حصہ نہیں بن پاتے اور اس کی وجہ سے علم کے ذرائع بھی محدود رہتے ہیں۔جن میں رہتے ہوئے کوئی بھی طالب علم اپنے علمی مدارج پورے کرتا ہے۔اس کے برعکس یہ لازمی ہے کہ طالب علم اپنی قومی اور بین الاقوامی زبان سے بھی آشنائی رکھے مادری زبانوں میں جو ادب لکھا گیا ہے۔وہ علمی ضروریات کو پورا نہیں کرتا بلکہ اس میں جو کچھ موجود ہے وہی آپ کی دسترس میں ہوگا اور آپ اس سے آشنائی حاصل کر سکتے ہیں۔یہ علم کا محدود تناظر ہے جو کہ صرف علاقائی یا مادری زبان تک محدود رہنے سے سامنے آتا ہے عہد حاضر میں یہ ضروری ہے کہ مادری زبانوں میں تعلیم دی جائے لیکن مادری زبانوں کے ساتھ ساتھ انہیں ملکی اور بین الاقوامی زبانوں پر بھی اس قدر عبور ہونا چاہیے کہ دوسری زبانوں میں ہونے والے علمی معاملات کو سمجھ کر اپنی زبان میں بیان کیا جا سکے۔

یہی وجہ ہے کہ مادری زبانوں کے ساتھ ساتھ جدید معاشروں میں کثیر اللسان معاشرے موجود ہیں اور فرد اپنی زندگی میں دو سے تین زبانیں آسانی سے بول سکتا ہے۔صرف مادری زبان تک محدود رہتے ہوئے تعلیم حاصل کرنا آج کے دور میں ممکن نہیں ہے اس لیے کہ آج کا جدید معاشرہ علم کے لحاظ سے بین الاقوامیت سے جڑا ہوا ہے جہاں پر دنیا بھر کے مفکرین کسی ایک مسئلے پر مختلف زبانوں میں سوچتے اور پھر ایک زبان میں اظہار کرتے ہیں۔بنیادی طور پر مادری زبان کی تعلیم ہمیں محدود نقطہ نظر دیتی ہے جس میں تعمیریت کم ہے۔تعمیریت کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے ملکی اور بین الاقوامی ادب کے ساتھ منسلک ہوتے ہوئے آج کے معاشرے میں اپنا کردار ادا کریں۔تاکہ جدید معاشروں کا قیام عمل میں آئے یہی وجہ ہے کہ حکومت نے سرکاری سکولوں کا جو سلیبس متعین کیا ہے۔اس میں سرکاری زبان اور بین الاقوامی زبان دونوں کو شامل کیا گیا ہے اور اس کے ابتدائی سلیبس میں یہ بات شامل کی گئی ہے کہ بچے کو ملکی اور بین

الاقوامی دونوں طرح کی زبانوں سے آگاہ کیا جائے۔ اس کے لیے ہمارے سکولوں میں جو سلیبس متعین کیا گیا ہے وہ بھی اردو اور انگریزی زبان میں موجود ہے۔

۲۔مادری زبان تک محدود رہنے سے جدید تعلیم اور جدید علوم سے ناواقفیت ہی رہے گی اس کے لیے کہ جدید علم اور جدید تعلیم سے جڑنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں بین الاقوامی زبان پر عبور حاصل ہونا چاہیے۔ اگر ہم بین الاقوامی اور قومی زبانوں پر عبور نہیں رکھتے ہوں گے تو ہمیں علم کے محدود ذرائع ہی ہاتھ آئیں گے لیکن جدید تعلیم اور جدید مضامین جو کہ صرف بین الاقوامی زبانوں میں ہی پڑھائے جاسکتے ہیں۔ صرف مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے سے ہم جدید علوم اور ان کے ماخذات تک رسائی حاصل نہیں کرسکتے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مادری زبانوں کے علاوہ بین الاقوامی زبان میں بھی مہارت حاصل کرنی چاہیے تاکہ جدید علوم پڑھتے ہوئے ان ماخذات تک رسائی حاصل کی جاسکے اور ان کو سمجھا جاسکے صرف مادری زبان میں تعلیم ہمیں تعلیم کے اصل مقصد سے آشنا نہیں کرتی بلکہ کچھ چیزوں تک محدود رکھتی ہے جو کہ علاقائیت اور مادری زبان تک ہی محدود ہوتی ہیں۔

یہ محدودیت کا تناظر جدید تعلیم اور جدید علوم سے ناواقفیت کی بنا پر موجود ہے اس لیے کہ مقامی زبان اپنے اندر اس قدر وسعت نہیں رکھتی اور اس کے لکھنے اور سمجھنے والے کم ہونے کی وجہ سے اس کا تناظر محدود رہتا ہے اور ایک خاص علاقے تک اس کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ملک کی قومی زبان اور بین الاقوامی زبان سے بھی آگاہی رکھتے ہوں تاکہ ہم جدید معاشروں کے قیام کو یقینی بنائیں اور اپنی علاقائیت کے ساتھ ساتھ بین الاقوامیت اور جدید موضوعات پر بھی بات کرنے کے قابل ہوں۔ جس طرح سے سائنس کمپیوٹر اور جدید ٹیکنالوجی کا علم ہمیں صرف بین الاقوامی زبان میں ہی ملتا ہے علاقائی زبانوں میں اس کے حوالے سے بہت ہی کم معلومات حاصل ہو گی۔ اس بنا پر صرف علاقائی یا مادری زبان جاننے سے ہم جدید علوم سے واقف نہیں ہوسکتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی مادری زبانوں کے ساتھ ساتھ بین الاقوامیت کی طرف بھی توجہ دیں تاکہ جدید علوم اور جدید نظام تعلیم کا حصہ بن سکیں۔

مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم کا محدود تناظر کو چھوڑ کر ایک وسیع فکر کی طرف راغب ہوں جس میں جدید علوم اور جدید تعلیم سے واقفیت کو حکومتی سطح پر یقینی بنایا جائے تاکہ عوام جدید علوم اور جدید تعلیم کا حصہ بن سکے۔ یہ عمل ملک کی سالمیت اور ملک کی ترقی کا سبب ہو گا۔ ملک میں رہنے والے لوگ اپنی علاقائی زبانوں کے ساتھ ساتھ قومی زبان اور بین الاقوامی زبان سے آشنائی رکھنے کے سبب ان کا معیار زندگی بہتر ہو گا اور یہ ایک بہتر قوم کے طور پر سامنے آسکیں گے۔

۳۔ مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم کے ایک محدودیت کا پہلو یہ ہے کہ اس سے علاقائیت اور قومیت کو فروغ حاصل ہو گا کیونکہ مادری زبان میں تعلیم اور صرف اسی سے آشنائی اس کو دوسری اقوام کی زبانوں اور ادب سے ناآشنا رکھے گی جس کی وجہ سے یہ اقوام جو کہ صرف مادری زبان میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں ان سے نسبتاً پیچھے رہ جائیں گی ۔اس لیے کہ آج کل کے معاشرے کثیر اللسان معاشرے ہیں جن میں ایک سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں ضروری ہے کہ علاقائیت اور قومیت کو فروغ دینے کی بجائے قومی رویوں کو فروغ دینا چاہیے ۔ قومی رویوں کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے تمام صوبوں میں ایسی زبان میں تعلیم دی جائے جو کہ ہماری قومی زبان ہے تو اس لحاظ سے موجودہ سکولوں کا سلیبس اردو اور انگریزی زبان میں موجود ہے جو کہ محدودیت کے تناظر کو دور کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ ہمیں اپنی زبانیں سیکھنے کے ساتھ ساتھ جدید زبانوں کی طرف بھی راغب ہونا چاہیے کیونکہ ان کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ جدید تعلیم تک رسائی حاصل کی جائے یا جدید موضوعات جو کہ آج دنیا میں علوم جو پڑھے جا رہے ہیں ۔ان سے واقفیت حاصل کی جائے یہ ممکن ہے کہ ہم اپنی علاقائیت کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی بھی علم کی طرف بھی توجہ دیں۔ مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم کا یہ محدود پہلو ہے کہ اس سے صرف علاقائی اور مادری زبان کی فکر ہی سامنے آتی ہے۔اس سے احساس برتری بھی کچھ اقوام میں پیدا ہو جاتی ہے جو کہ اس قوم کے لیے رسوائی کا سبب بنتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم قومی رویوں کو خراب کرنے کی بجائے علاقائیت اور قومیت کی فضا سے نکل کر ملکیت اور بین الاقوامیت کے ساتھ بھی اپنا تعلق استوار کریں تا کہ جدید معاشروں کا حصہ بن سکیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں۔" دیہی معاشرے میں بسنے والے اکثر افراد کو یہ علم نہ ہوتا تھا کہ ان کی مادری زبان کا نام کیا ہے۔انیسویں صدی سے کثیر اللسانی معاشروں میں زبان کو کسی مثالی گروپ کی شناخت اور پہچان کے لیے ایک مہلک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ جب کسی کثیر اللسان ملک میں شامل مختلف جغرافیائی اور لسانی اکائیوں کے مابین ملک قدرتی اور غیر قدرتی وسائل مثلاً بجلی پانی گیس ریلٹی اور محصولات وغیرہ کی تقسیم ہوتی ہے ۔عوامی فلاح و بہبود کے مختلف ترقیاتی کاموں کے لیے قومی اور صوبائی سالانہ بجٹ میں رقوم مختص ہوتی ہیں۔"(۲۷) بنیادی طور پر پاکستان میں صوبائیت اور زبان کے حوالے سے کئی طرح کے مصائب کو سرکاری سطح پر اجاگر کیا گیا ہے لیکن ان مسائل پر ٹھیک طریقے سے توجہ تک نہیں کی گئی اور پھر ان باتوں پر توجہ دی گئی ہے جو کہ ان کے اپنے مفادات سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس بات پر کبھی توجہ نہیں دی گئی کہ مادری زبانیں اگر اتنی ہی اہم ہیں تو صوبائی سطح پر سکولوں کے نصاب میں اس کو شامل کیوں نہیں کیا جاتا یہ بات اس لیے بھی اہم ہے کہ اس حوالے سے ابھی تک کوئی سنجیدہ اقدامات نہیں کیے گئے بلکہ ان پر صرف مباحث ہی کیے گئے ہیں۔ پاکستان میں تمام صوبوں کے سرکاری سکولوں کی زبان اردو اور انگریزی ہے جبکہ مقامی

یامادری زبان صرف ثانوی تعلیم کے طور پر استعمال ہوتی ہے جہاں پر چھوٹی کلاسوں کے بچے اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ اردو زبان میں بات کر سکیں تو اس کے لیے اساتذہ بھی ان بچوں سے مقامی یامادری زبان میں بات کرتے ہیں تاکہ یہ اس قابل ہو سکیں کہ اردو زبان سیکھیں اور بولیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے سلیبس میں اردو زبان میں جو کچھ شامل ہوتا ہے اسے اچھی طرح سے ذہن نشین کر سکیں۔

۴۔مادری زبانوں کے حوالے سے یہ بات کی جاتی ہے کہ صوبائی سطح پر اس کا انتظام کرنا چاہیے کہ تمام صوبوں میں تعلیم کا بنیادی نظام مادری زبان کے ساتھ منسلک ہونا چاہیے لیکن یہ ایک محدودیت کا تناظر ہے اس لیے کہ علاقائی زبان میں تعلیم ایک خاص حد تک بچے کے علمی سفر کو مکمل کر سکتی ہے۔ لیکن جدید معاشروں اور جدید ممالک میں ایک سے زیادہ زبان جاننا ضروری ہوتا ہے بنیادی طور پر بین الاقوامی زبان جاننا آج کل نہایت ضروری ہے اس لیے کہ بین الاقوامی زبان میں ہی زیادہ تر علمی مضامین کو بیان کیا جاتا ہے۔

سائنس اور جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ مضامین انگریزی زبان میں ہی پڑھائے جاتے ہیں اردو یا علاقائی زبانوں میں ان مضامین کو پڑھنا نہایت مشکل بلکہ پیچیدہ عمل ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پھر ایسے ماہرین ترجمہ نگاروں کا انتخاب کیا جائے جو اس علم کو مادری زبانوں میں ترجمہ کر سکے اور پھر یہ ترجمہ اس زبان میں تعلیم حاصل کرنے والے پڑھیں اور جدید موضوعات کو اپنی زبان میں سمجھ سکیں۔ یہ ایک دشوار عمل ہے کیونکہ اتنی زیادہ مضامین کا ترجمہ کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ تحقیقی سطح پر کئی حوالوں سے ناممکن نظر آتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ بین الاقوامی زبان تک رسائی حاصل کر سکیں تاکہ آپ بنیادی کتابوں کو پڑھیں اور خود ان سے کچھ سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہی کوشش ہمیں جدید علم سے ہم آہنگ کرے گی۔ ہم اپنی مادری زبانوں تک یا صرف مادری زبان تک محدود نہ رہیں یہ ضروری ہے کہ ہم دوسری اہم زبانوں سے بھی آگاہی رکھتے ہوں تاکہ علمی مدارج کو احسن طریقے سے مکمل کیا جا سکے۔
صوبائی سطح پر ایسی کوششیں جو کہ صرف علاقائی زبانوں کے حوالے سے کی جا رہی ہیں یہ اپنے اندر کئی مفادات کے پہلو رکھتی ہیں مادری اور علاقائی زبان بنیادی طور پر صوبائیت کے تصور کو نمایاں کرتی ہیں۔ اس لیے پاکستان کے مختلف صوبوں میں نظام تعلیم کے حوالے سے یہ باتیں کی جاتی ہیں کہ صوبائی سطح پر صوبائی زبان میں تعلیم دی جائے لیکن یہ عمل محدودیت کے تناظر کو سامنے لاتا ہے اس لیے کہ علاقائیت اسی وجہ سے فروغ پا رہی ہے اور مختلف نئے صوبوں کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ یہ محدودیت کا تناظر بنیادی طور پر ملکی سالمیت کو نقصان پہنچاتا ہے اور علاقائیت کو فروغ دیتا ہے جس کی وجہ سے ملکی اور ملی جذبے معدوم ہو جاتے ہیں اور علاقائیت کی فضا ہموار ہوتی ہے جو بنیادی طور پر محدودیت کو واضح کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سلیمان اطہر، ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۱۲، ص ۲۲۶

۲۔ ڈاکٹر عطش درانی، اردو اور لسانی پالیسی، طاہر پرنٹنگ پریس اسلام آباد، ۲۰۱۲، ص ۶۶

۳۔ سلیمان اطہر، ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۱۲، ص ۲۲۹

۴۔ ایضاً، ص ۲۲۸

۵۔ شفاعت احمد، مادری زبان میں ابتدائی تعلیم کی اہمیت اور قومی تعلیمی پالیسی، مشمولہ، آواز آن لائن، ۱۸ جون ۲۰۲۳، وقت تین بج کے بارہ منٹ،

۶۔ وسعت اللہ خان، علاقائی زبانیں کیا، اردو بھی سرکاری زبان نہیں، بی بی سی اردو ڈاٹ کام، کراچی ۲۱ فروری ۲۰۱۲،

۷۔ ایضاً، ۲۱ فروری ۲۰۱۲

۸۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، منتخبات اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۸، ص ۱۳۹

۹۔ جنرل شفیق رحمان، قومی زبان کی ترقی میں صوبوں کا حصہ، مشمولہ، روداد سیمینار قومی زبان کی ترقی میں صوبوں کا حصہ، مرتبہ، اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۵، ص ۱۷

۱۰۔ سلیمان اطہر، ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۱۲، ص ۱۵۴

۱۱۔ Ball, Jessica. (2008) Enhancing learning of children from diverse language backgrounds: Mother tongue-based bilingual or multilingual education in early childhood and early primary school years. M.P.H., Ph.D. University of Victoria) Pp2 – 9

۱۲۔ سلیمان اطہر، ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، پاکستان ۲۰۱۲، ص ۲۱

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۱

۱۴۔ Muhammad Hassan Abbasi ,Maya Khemlani David,Pandemic,Law,and

Indigenous Language in Pakistan,IARS" International Research Journal,vol.11,num.1,pp.10-16,2021

۱۵۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، قومی زبان اور پاکستانی زبانیں، مشمولہ، اردو اخبار، اسلام آباد، مئی ۲۰۱۷،ادارہ فروغ قومی زبان، ص ۱۱

۱۶۔ افتخار عارف، دیباچہ، مختصر تعریف زبان و ادب پشتو، از ڈاکٹر حنیف خلیل، ادارۂ فروغِ زبان ادب، اسلام آباد ،۲۰۰۹، ص اول

۱۷۔ سلیمان اطہر، ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان ۲۰۱۲، ص ۲۲۴

۱۸۔ Malone, Susan. (2007). Mother Tongue-Based Multilingual Education: Implications for Education Policy, Presented at the Seminar on Education Policy and the Right to Education: Towards more Equitable Outcomes for South Asia's Children. Kathmandu, September 2007, p8

۱۹۔ سعید احمد خالد، پروفیسر، پرائمری تعلیم، دوسرا ایڈیشن، صوبائی تعلیمی کونسل بلوچستان، کوئٹہ، ۱۹۹۱، ص ۲۴۶

۲۰۔ Muhammad Hassan Abbasi ,Maya Khemlani David, Pandemic, Law and Indigenous Language in Pakistan, IARS" International Research Journal, vol.11, num.1, pp.10-16, 2021

۲۱۔ سلیمان اطہر، ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان ۲۰۱۲، ص ۲۵۵

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۵۵

۲۳۔ انجم رحمانی، ڈاکٹر، پاکستان میں تعلیم : ایک تحقیقی جائزہ ،بیکن بکس ملتان ، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۳۶۹

۲۴۔ Khalid Raza, Abdul Nasir, Abdul Haleem Sadiq & Manzoor Ahmed, Education in Mother Tongue: Its Importance and Significance, Bi-Annual Research Journal "BALOCHISTAN REVIEW" ISSN 1810-2174 Baluchistan Study Centre, UoB, Quetta (Pakistan) VOL. XXXII. NO.1, 2015

۲۵۔ Muhammad Gulfraz Abbasi, Dr. Muhammad Masood Abbasi, Dr.Zafar Iqbal Khattak, Dr.Ghulam Asghar, Dr. Muhammad Javed Khan, Education Through Mothertongue In Pakistan: A Case Study Of Pahari Language, PJAEE, 18(10) (2021)

۲۶۔ سلیمان اطہر، ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان ۲۰۱۲، ص ۱۱۱

۲۷۔ ایضاً، ص ۱۱۳

باب: چہارم

اُردو کے مقابلے میں دیگر زبانوں کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیح: خدشات اور ان کے ازالے کے ممکنہ اقدامات

الف: خدشات

اُردو کے مقابلے میں بطور ذریعہ تعلیم دیگر زبانوں کی وجہ سے اردو کو ممکنہ خطرات لاحق ہیں جن کے خدشات کو واضح کیا جا سکتا ہے۔ ان میں پہلا ذریعہ بین الاقوامی زبان کا استعمال ہے اور دوسری سطح پر مقامی زبانوں کے مطالعہ سے ان خدشات کو واضح کر سکتے ہیں جو اردو زبان میں ذریعہ تعلیم کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

بنیادی طور پر یہ خدشات اُردو زبان کے حوالے سے مخصوص ہیں اس لیے کہ جب دیگر زبانوں کو زیادہ فوقیت دی جائے گی اور اردو کے حوالے سے ان اقدامات کو بروئے کار نہیں لایا جائے گا جس کی وجہ سے اردو زبان میں لسانی بگاڑ میں توازن پیدا کیا جاسکے۔ ان خدشات کو واضح کرنے کے لیے بنیادی طور پر دیگر زبانوں کے عوامل سے ہی اس بات کو ممکن بنایا جائے گا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انگریزی زبان جو کہ بین الاقوامی زبان کے طور پہ دنیا میں جانی جاتی ہے اس کے اثرات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں نظام تعلیم میں زیادہ توجہ انگریزی زبان سکھانے پر دی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بین الاقوامی زبان ہے۔ موجودہ علم کو انگریزی زبان کے ذریعے ہی بہتر طریقے سے سمجھا جا سکتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے نظام تعلیم میں انگریزی زبان میں ہی تعلیم دی جاتی ہے جو اردو کی تدریس کے حوالے سے بہت کم سامنے آتی ہے۔ تمام مضامین کو انگریزی میں پڑھانے کا نظام پاکستان کے تمام صوبوں میں نظر آتا ہے۔

طالب علموں پر توجہ دی جاتی ہے کہ وہ انگریزی زبان کو بہتر طریقے سے سیکھیں کیونکہ ان کا تمام تر سلیبس انگریزی زبان میں ہے اور پھر انہیں انگریزی زبان میں ہی چیزوں کو سمجھنا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اردو زبان پر بہت ہی کم توجہ دی جاتی ہے بلکہ اس کو ایسی زبان کے طور پر لیا جاتا ہے جو کہ ہمیں پہلے سے آتی ہے حالانکہ ایسا بول چال کی حد تک تو ممکن ہے لیکن لکھنے میں زبان کو سیکھنا اس کے لسانی معاملات کو بہتر طریقے سے جاننے پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی جس کی وجہ سے اس کا اثر زبان سیکھنے والوں پر بھی پڑتا ہے کہ وہ زبان کو درست طریقے سے نہیں سیکھ پاتے۔ ہمارے

ہاں زیادہ تر والدین بھی انگریزی زبان میں تعلیم کو بہتر سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بچے انگریزی زبان بولیں اور اسی میں ہی تعلیم حاصل کریں۔

اردو زبان سے نہ آشنائی کی وجہ سے بہت سی ایسی غلطیاں ہوتی ہیں جو کہ آہستہ آہستہ زبان کا حصہ بنتی چلی جاتی ہیں اور ان کو کوئی غلطی تصور ہی نہیں کرتا۔ ایسا اردو زبان کی معدومیت کو آواز دینے کے مترادف ہے۔ جب تک زبان کو صحیح قواعد کے طریقے سے سمجھ کر نہیں بولا جائے گا تب تک زبان سیکھنے کا عمل نامکمل رہے گا۔ بین الاقوامی زبان کی وجہ سے اردو کی معدومیت کے خطرات اس حوالے سے بھی ممکن ہیں کہ تعلیمی نظام میں اردو زبان اُردو اور اسلامیات کے لیے ہی زیادہ تر استعمال کی جاتی ہے اور تمام مضامین بچے عموماً انگریزی زبان میں ہی پڑھتے ہیں۔ اپنی زبان کو مکمل گرامر کے اصولوں کے ساتھ نہیں سیکھا جاتا اور نہ ہی اساتذہ اس بات پر توجہ دیتے ہیں کہ وہ اردو زبان کو بہتر طریقے سے بچوں کو سکھائیں بلکہ اسے آسان مضمون کے طور پر لیا جاتا ہے جس کی تیاری عموماً بچے پیپروں کے دنوں میں ہی کرتے ہیں۔

اس وجہ سے اردو کی معدومیت اور اس کی لسانی معاملات میں کئی خدشات واضح ہوتے ہیں جس کی جھلکیاں عموماً ٹی وی سکرین یا سوشل میڈیا پر بھی نظر آتی ہیں۔ جس میں مذکر مونث اور واحد جمع، جملے کی ساخت کا خیال اس طرح سے نہیں رکھا جاتا جس طرح کے اردو کے رائج گرامر میں ہونا چاہیے بلکہ ہم اپنی دیگر مقامی زبانوں کے انداز میں اردو کے جملے بولتے اور لہجے کو استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ زبان میں خدشات ظاہر کیے جاسکتے ہیں۔

یہ عمل زبان کو معدومیت کی طرف بڑھا رہا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنی زبان کے ذخیرہ الفاظ کو مکمل طریقے سے استعمال نہیں کرتے جس کی وجہ سے کئی ایسے الفاظ ہیں جو کہ استعمال نہ کرنے کی وجہ سے عام لوگوں کو سمجھ نہیں آتے اور ہماری گفتگو کا حصہ نہیں بن پاتے۔ اس عمل سے ہی کوئی زبان ترقی کرتی ہے اور اپنے اندر ابلاغ کے مواقع زیادہ سے زیادہ پیدا کرتی ہے۔ الفاظ کا کم استعمال کرنا اور انہیں گفتگو کا حصہ نہ بنانا بھی زبان کو کمزور بناتا ہے جس کی وجہ بین الاقوامی زبان ہے چونکہ ہم بولتے ہوئے زیادہ تر الفاظ کا ذخیرہ بین الاقوامی زبان سے حاصل کرتے ہیں اور اردو کے ایسے ہی الفاظ استعمال کرتے ہیں جو کہ عام روزمرہ روٹین میں بولے جاتے ہیں اردو کے الفاظ کا یہ استعمال بنیادی طور پر زبان کو معدومیت کی طرف لے کر جاتا ہے اور اس میں ابلاغ کے وسائل آہستہ آہستہ کم ہوتے جاتے ہیں جس کی وجہ سے زبان میں تعمیری عمل پیدا نہیں ہوتا۔

خورشید ندیم اس سے متعلق لکھتے ہیں:

"پاکستان کے داخلی نظام کی زبان بھی انگریزی تھی کوئی علم حاصل کرنا چاہے یا اچھی نوکری اس کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ انگریزی زبان سیکھے۔ اس طرح معاشرے کی ذہانتیں اردو سے دور ہوتی گئی جب انگریزی اشرافیہ کی بزبان بن گئی تو لازم تھا کہ دوسری زبانیں احساس کمتری کا شکار ہو جائیں۔ آجایک پاکستانی نادرست اردو بولنے کو عیب نہیں سمجھتا کوئی انگریزی بولنے میں غلطی کرے تو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔یہی نہیں وہ اپنے اس عیب کو برتر ہونے کے احساس کے ساتھ بیان کرتا ہے آدمی شرم سے ڈوب مرتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کے بچے اردو کی عبارت کو رومن میں لکھتے ہیں۔ آج انگریزی کو اپنالیا گیا ہے یوں تہذیبی حساسیت بھی ختم ہوگئی ہے۔اب انگریزی اس طرح رچ بس چکی ہے کہ کسی زبان کا احساس ہی باقی نہیں رہا۔"(۱)

بنیادی طور پر ہمارے نصاب میں اردو کے مقابلے میں دیگر زبانوں کی فوقیت ظاہر ہوتی ہے جس سے ممکنہ خدشات اور بھی بڑھ جاتے ہیں۔ اسی میں بین الاقوامی زبان میں تمام تر مضامین کا ہونا ایک ایسا المیہ ہے جو کہ بچوں کو بین الاقوامی زبان کے ساتھ تعلق قائم کرنے پر اکساتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ زبان ابھی تک بھی ہمارے صرف کلاس روم کی زبان کے طور پر ہی سامنے آتی ہے۔عام بول چال اور ہمارے ماحول میں اردو زبان کا اثر واضح نظر آتا ہے۔ ہمارے ہاں مقتدر عوام میں اردو بولنا زیادہ پسند بھی نہیں کیا جاتا اور اسے علمی آگاہی کا ذریعہ نہیں سمجھا جاتا اور اس بات کو عام لوگوں میں دیکھا گیا ہے کہ جو انگریزی زبان جانتا ہے اسے علمی حوالے سے بھی بہتر سمجھا جاتا ہے۔کیونکہ وہ ایک ایسی زبان کے ساتھ جڑا ہے جو کہ بین الاقوامی ہے۔علاقائی زبان کی نسبت قومی زبانوں کو اتنی اہمیت نہیں دیتے جس بنا پر اردو اس حوالے سے بہت پیچھے رہ جاتی ہے۔

اردو کی تعلیم پر توجہ نہیں دی جاتی اور اس کے قواعد کو تدریسی سطح پر اتنا وضاحت سے نہیں پڑھایا جاتا۔ جس کی وجہ سے اس میں مختلف اغلاط کے پیدا ہونے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح اردو کے قواعد کے اصول ایک نہ ہونے کی وجہ سے مختلف صوبوں میں اس کی تعلیم بھی مختلف طریقوں سے دی جاتی ہے جو کہ نہ درست اردو بولنا سکھاتے ہیں۔

اسی طرح علاقائی زبانوں کے لوگ جب اردو میں ادب تخلیق کرتے ہیں تو جملوں کی ساخت کو اپنی زبان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس میں مختلف طرح کی اغلاط پیدا ہوجاتی ہیں۔اس حوالے سے کئی محققین نے ان اخلاق کی نشاندہی کی ہے۔ جس میں پروفیسر ڈاکٹر شمیم کوثر نے بلوچی زبان کے حوالے سے مختلف

جملوں کی نشاندہی کی ہے جس میں علاقائی لوگ جو اردو میں ادب تخلیق کر رہے ہوتے ہیں۔ اس میں بھی وہ واضح طور پر نظر آتی ہیں اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اردو قواعد اور گرامر کے اصول بھی ایک طرح سے نہیں پڑھائے جاتے اور نہ ہی ان پر توجہ دی جاتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں غلط اردو بولنا قابل فخر سمجھا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی زبان سے ہٹ کر بین الاقوامی زبان کو ہی حرف آخر سمجھنے لگے ہیں اور اسی میں موجود علم کی طرف ہی توجہ دیتے ہیں جو کہ ایسا رویہ ہے جو ہماری زبان اور ادب کے لیے مختلف خدشات کو واضح کرتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر شمیم کوثر اس سے متعلق لکھتی ہیں:

"معاشرت کے بیان میں افسانوں میں اس زبان کو استعمال کیا گیا ہے کوئٹہ سے باہر کے علاقے جیسے چمن میں بچوں کا لہجہ یہی ہوا کرتا ہے جو کانوں کو بھلا لگتا ہے۔ مثلاً" تم کدھر سے آیا ہے۔ تم کو بولا تھا ام میڈم کو گاڑی میں اٹھالایا تھا۔" اس زبان کا ذکر ڈاکٹر فاروق احمد پروفیسر انور رومان کی کتب میں ہے اور افسانوں میں بہت ملتا ہے۔ خادم مرزا، آغا گل، عارف ضیا، افضل مراد، اسد ویس اور کئی لکھاریوں نے اسی تہذیبی قدر کو اجاگر کیا ہے، وقت کے ساتھ ساتھ مزاج اور ماحول میں تبدیلی تعلیمی آگاہی ذریعہ ابلاغ کا کردار خواتین میں تعلیم کا رواج عام سماجی رویوں کا بدلنا وغیرہ اساتذہ سے میل جول اور رہنمائی اور آمدورفت کے ذرائع میں پیشرفت نے اس لہجے میں تصرف بھی کیا اور اضافہ بھی یوں آج اور کل کے لہجے زبان اس کے زیر و بم میں بہت فرق آگیا ہے۔"(۲)

اردو کے مقابلے میں دیگر زبانوں کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیحات کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہمارے بنیادی سکول نظام میں پہلی جماعتوں میں زیادہ تر مقامی زبان کا ہی استعمال کیا جاتا ہے اور مقامی زبان کے ذریعے ہی بچے کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ اردو یا انگریزی زبان کو بھی سیکھنے کے قابل ہو سکے لیکن اس سارے عمل میں بچہ مقامی زبان کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی زبان کو سیکھتا ہے کیونکہ اس کا تمام سلیبس انگریزی زبان میں ہے اس لیے زیادہ توجہ دی جاتی ہے کہ بچہ انگریزی زبان لکھ اور بول سکے۔ اردو زبان چونکہ ہماری قومی زبان ہے اور عام طور پر گھروں میں یا باہر کہیں نہ کہیں اردو بولنا ہم جانتے ہوتے ہیں۔ اس لیے اس پر اتنی توجہ نہیں دی جاتی اور نہ ہی اس کے گرامر اور قواعد کو اتنی ڈیٹیل کے ساتھ بچوں کو پڑھایا جاتا ہے کہ وہ درست اردو بول سکیں۔

مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں اردو زبان کو مختلف طریقے سے بولا اور لکھا جاتا ہے اس سے مختلف خدشات پیدا ہوتے ہیں اور اردو کا درست استعمال صحیح طور پر سامنے نہیں آتا آج کل یہ رویہ دیکھنے میں آتا ہے۔ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں اردو بولنے والے اپنے لہجوں سے پہچانے جاتے ہیں جس طرح سے خیبر پختون خواہ میں پختون جب اردو بولتے ہیں تو ان کے لب و لہجے اور جملے کی بناوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیبر پختون خواہ سے یا گلگت ،بلتستان سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لیے کہ ان کی اردو میں زیادہ اثر ان کی اپنی زبان اور اس کی ساخت کا ہوتا ہے جس کے مطابق یہ اردو بولنے کی کوشش کرتے ہیں ان خدشات کے پیش نظر اا اردو کے معدوم ہونے اور اردو کے درست استعمال پر مختلف سوالات اٹھائے جاسکتے ہیں۔

ا۔اُردو کی معدومیت

اردو زبان کی معدومیت کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ مختلف زبانوں کا اثر اردو زبان کے لیے اس سطح پر خطرے کا باعث ہے۔ اردو زبان کی تدریس اور اس کے لسانی اور قواعد کے معاملات کو ایک طرح سے طالب علموں کے سامنے پیش کیا جائے۔ایک ایسا نصاب مقرر کیا جائے۔ جس سے طالب علم ایک ہی طرح سے اردو کو سمجھ سکیں جس کی بنا پر یہ نتائج سامنے آئیں گے کہ اردو ہر صوبے میں ایک ہی طرح سے لکھی اور بولی جائے گی۔ لہجوں کا فرق بنیادی طور پر زبان کو بدصورت نہیں بلکہ اس کی خوبصورتی کو بڑھاتا ہے لیکن اس کے قواعد اور لسانی معاملات کا غلط استعمال زبان کے ساختیاتی نظام کمزور کرتا ہے۔اس کو مضبوط کیا جائے اور بچوں کی تدریس اردو کے حوالے سے یقینی بنائی جائے۔ ہمارے ہاں یہ رویہ سامنے آتا ہے کہ اردو کو سمجھنا اور طالب علموں کے لیے اس میں نمبر لینا آسان ہوتے ہیں۔

اردو کی تدریس پر اساتذہ انتہائی کم توجہ صرف کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری اپنی زبان ہے اور بچے بھی یہ زبان کسی حد تک بول اور سمجھ لیتے ہیں تو انہیں ان چیزوں کے سکھانے کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا کچھ قواعد کے معاملات جاننا ضروری ہوتے ہیں۔ جس سے لکھنے کا عمل تحریری طور پر بہتر ہوتا ہے اور درست اردو ہی لکھنے میں سامنے آتی ہے۔ ہمارے ہاں بین الاقوامی زبان پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔اس کے قواعد اور گرامر کو بہتر طریقے سے پڑھایا اور بچوں کو ذہن نشین کروایا جاتا ہے جبکہ اردو کے حوالے سے یہ عمل مقبول نظر آتا ہے جو کہ اس زبان کی معدومیت کے خدشات کو مزید بڑھادیتا ہے۔زبان کوئی جامع چیز نہیں بلکہ ایک مجرد چیز ہے جو کہ ہمیشہ ارتقا کرتی رہتی

ہے۔ یہ اس زبان کے بولنے والوں پر منحصر ہے کہ وہ اس زبان کا استعمال کتنی خوبی سے اور اپنے تمام تر ذخیرہ الفاظ کے ساتھ کس طرح اسے ابلاغ کا حصہ بناتے ہیں۔ اسی سے ہی زبان اپنا دامن وسیع کرتی ہے اور اس میں ابلاغ زیادہ سے زیادہ واضح ہوتا چلا جاتا ہے جس سے بولنے والے فخر محسوس کرتے ہیں۔ انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم جو کچھ بول رہے ہیں جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ ہمارا ابلاغ مکمل طور پر زبان کے ذریعے ارتقاپذیر ہو رہا ہے۔ اگر یہ عمل ٹھہر گیا ہے تو ضروری ہے کہ اس زبان کے الفاظ کو زیادہ سے زیادہ گفتگو کا حصہ بنایا جائے تاکہ وہ سمجھے اور بولے جائیں۔

ہماری زبان اردو میں سب سے اہم معدومیت کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں بولنے والوں کا ذخیرہ الفاظ اردو میں بہت ہی کم ہوتا ہے جبکہ ہم بین الاقوامی زبان کے الفاظ اس حد تک اور کثرت کے ساتھ کرتے ہیں۔ اردو کے ایسے الفاظ جنہیں استعمال ہونا چاہیے وہ سامنے نہیں آپاتے اور نہ ہی ان کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ اس سے زبان کے ابلاغ کا عمل سکڑتا چلا جاتا ہے اور ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید ہماری زبان میں وہ الفاظ موجود ہی نہیں ہیں جو کہ ہمارے خیالات کو تقویت دے سکیں دراصل یہ سیکھنے کا عمل ہے جو کہ ہمارے ہاں اردو کے حوالے سے مقصود نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری لکھتے ہیں

> "زبان خلا میں پیدا نہیں ہوتی زبان کی کوکھ سے زبان جنم لیتی ہے۔ زبان کا جنم لینا کیا ہے؟ حالات و ظروف کے مطابق بدل بدلا کر اس کا نیا روپ اختیار کرنا۔ زبان برابر بدلتی رہتی ہے اور حالات کے مطابق نئے روح بدلتی ہے۔ جہاں تک زبان کے بولنے والوں کا تعلق ہے یعنی زبان زبانوں پر ہے۔ شکست و ریخت اور ٹوٹ پھوٹ کا سلسلہ اس میں برابر جاری رہے گا۔ زبان ترشتی چھلتی چھلاتی اور کٹ کٹا کر سڈول بنتی رہے گی۔ زبان کے بولنے والوں کا تعلق منقطع ہوا نہیں کہ جمود آیا اور ٹھٹھری۔ ردوبدل زبان کی زندگی ہے اور یہی اس کا ارتقا ہے۔ زبان کا ارتقا اس کی زندگی ہے۔"(۳)

کسی بھی زبان کا ارتقائی عمل اسی طرح سے جاری وساری رہتا ہے یہ ضرور ہوتا ہے کہ زبان کے بولنے والے کم ہو جاتے ہیں لیکن زبان کسی نہ کسی شکل میں زندہ رہتی ہے۔ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اس کے لسانی معاملات کو بہتر بنایا جائے اور اس کے معدوم ہونے کے خدشات کو دور کرنے کے لیے ایسے اقدامات کیے جائیں جو اس زبان کے ارتقائی عمل میں اضافے کا باعث بنے۔ جس طرح سے حکومتی سطح پر ان کے خدشات کو دور کرنے کے لیے اردو کا ایک نصاب بنایا جا سکتا ہے جو کہ تمام صوبوں میں ایک ہی طرح سے پڑھایا جائے اور اس کی تدریس کو یقینی بنایا جائے تاکہ تمام

صوبوں کے رہنے والے ایک ہی طرح سے اردو کے قواعد اور لسانی معاملات کو سمجھتے ہوئے بولیں وہ معاملات جو کہ مقامی زبانوں یا بین الاقوامی زبان کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں وہ دور ہو جائیں ۔ان خدشات کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں اپنے تدریسی نظام کو بہتر بنانا ہو گا اور اردو کی تدریس کو ہر سطح پر یقینی بنانا ہو گا کیونکہ یہ ہمارا قومی فریضہ ہے اور قومی زبان ہونے کے ناطے ہمیں اس زبان میں بھی علم کو یقینی بنانا چاہیے اور اپنی زبان کو وسعت دینی چاہیے بین الاقوامی زبان کے اثرات نے بنیادی طور پر اردو میں ایک ایسا طبقہ پیدا کر دیا ہے جو کہ درست اردو بولنا نہیں جانتا اور اس بات پر وہ فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے بچے اردو ٹھیک بولنا نہیں جانتے بلکہ انگریزی زبان میں مہارت رکھتے ہیں۔ یہ طبقہ بنیادی طور پر مقتدر ہے اس لیے اس کے لہجے اور اس کے جملے جو کہ اردو میں ادا کیے جاتے ہیں عوام بھی اسی طرح سے بولتی ہے تو ضروری ہے کہ ہم اس عمل کو یقینی بنائیں تاکہ اردو کی معدومیت کے حوالے سے جو خطرات پیدا ہو رہے ہیں وہ پیدا نہ ہوں اور ان کو روکا جاسکے۔

نفاذ اردو کے حوالے سے مقتدرہ قومی زبان میں سفارشات برائے اردو نفاذ کے حوالے سے ایک کتابچہ شائع کیا تھا جس میں انہوں نے بتایا تھا کہ کس طرح سے ملکی معاملات میں اردو کو نافذ کیا جاسکتا ہے۔اس حوالے سے انہوں نے اردو کو پاکستان کی سرکاری زبان کا درجہ دینے کے لیے چند مزید اقدامات کے حوالے سے اس کتابچے میں تحریر کیا ہے۔

> "اردو سینٹ قومی اسمبلی اور تمام صوبائی اسمبلیوں کے بہت سے وسائل میں استعمال ہو رہی ہے۔ یہ اس حقیقت کی واضح دلیل ہے کہ اردو پاکستان میں رابطے کی زبان ہے۔ کسی بھی صوبے سے تعلق رکھنے والا معزز سینٹر اگر سینٹ میں جہاں ہر صوبے کی برابر نمائندگی ہوتی ہے۔ اردو میں بات کرے تو اس کی بات سمجھ لی جاتی ہے۔ وقت کی ضرورت یہ ہے کہ اس غیر سرکاری کاروائی کو قانونی حیثیت دی جائے تاکہ اردو کو ان ایوانوں کی سرکاری زبان بنایا جاسکے۔ "(۴)

اردو زبان کے ارتقا اور سرکاری حوالے سے اس کی حیثیت کو مسلم کرنے کی کوششیں کی گئی ہے لیکن اس میں خاطر خواہ کو کوئی بہتری نظر نہیں آئی۔ ضروری ہے کہ ہم اپنی اس قومی زبان کی حفاظت کریں اور اسے معدومیت کے ان خدشات سے بچائیں جو کہ زبانوں کے اندر ارتقا پذیر ہوتا ہے چونکہ ایک جگہ ایک سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ وہاں ان زبانوں کا استعمال زیادہ کیا جاتا ہے۔ جس کے حلقہ احباب زیادہ ہوں۔ بنیادی طور پر ہمارا سارا تعلیمی نظام بین الاقوامی زبان کے زیر اثر ہے اور ہمارا پرائمری تعلیمی نظام مقامی زبانوں کے زیر اثر رہا ہے جس کی وجہ سے اردو پر وہ توجہ مقصود رہی جو کہ بین الاقوامی زبان پر صرف کی گئی ہے۔ بنیادی طور پر مقامی زبانیں بھی اس حوالے سے اہم کردار ادا

کرتی ہیں کہ سکولوں میں یہ علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں بعض اوقات ان زبانوں کے بولنے پر پابندی عائد کی جاتی ہے ۔لیکن کہیں نہ کہیں مقامی زبان استعمال ہو رہی ہوتی ہیں عام گھروں میں اور پھر گلی محلوں میں بھی مقامی زبان کا راج ہوتا ہے۔اردو بولنے والے بنیادی طور پر اتنے بڑے طبقے سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ شہروں میں یا مختلف صوبوں میں رابطے کے طور پر اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ہماری یہ قومی زبان تو ہے لیکن اس کے ساتھ یہ عمل اس کی حیثیت کو کم کرتا ہے اور اس کے لسانی معاملات کو کمزور کرتا ہے جس کا اثر زبان پر پڑتا ہے اس کی معدومیت کے پیش نظر ایسے اقدامات کیے جائیں جو کہ تمام صوبوں میں اس کی حیثیت کو واضح کریں اور وہاں کے تعلیمی نظام اور تدریسی عملے کو تربیت یافتہ بنایا جائے تاکہ درست اردو بولی اور سمجھی جاسکے۔

ڈاکٹر عبدلستار ملک اس موضوع پر لکھتے ہیں۔

"لسانیات کے باب میں ہمارا رویہ مجرمانہ ہے اردو دنیا میں اگر کوئی لسانیات کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو محض برائے برکت اور اضافی طور پر چونکہ اسے اردو دنیا میں اپنا مقام مقرر رکھنے اور روزگار کے لیے ادب کے کسی شعبے میں دسترس باہم نہیں پہنچانا چاہتی ہوتی ہے نتیجہ یہ ہے کہ ہم ابھی تک اردو میں صوتیہ ہی متعین نہیں کرپائے اور بالکل ابتدائی مباحث میں الجھے ہوئے ہیں یہ اس سے بڑھ کر افسوس کا مقام کیا ہوگا کہ اردو کو علمی اور ادبی مقام اختیار کیے صدیاں بیت چکی ہیں اور ہمارا یہ عالم ہے کہ ابھی تک اردو حروف تہجی کی تعداد پر متفق نہیں ہوسکے "(۵)

مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ محققین نے اس حوالے سے اہم باتوں کا ذکر کیا ہے جو کہ لسانی حوالے سے اپنے اندر کئی خصوصیات رکھتی ہیں۔کیونکہ اردو کا لسانی نظام اس قدر مستحکم انداز میں تدریس میں شامل نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بنیادی اصولوں کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔بلکہ ہمارے زیادہ تر اساتذہ ان باتوں کا خیال نہ رکھتے ہوئے ہی تدریس کرتے ہیں۔

اساتذہ شاید اس طرف کم توجہ دیتے ہیں اور طالب علم بھی اپنی زبان ہونے کی وجہ سے کم توجہ دیتے ہیں۔یہ ہماری قومی زبان ہے جو ہم آہستہ آہستہ سیکھ لیتے ہیں۔اساتذہ بھی گرامر اور قواعد سے شاید خود بھی آگاہ نہیں ہوتے جس کی وجہ سے بچوں کو بھی اس کی تدریس نہیں ہو پاتی اور نہ ہی اس کے قواعد اور گرامر کے معاملات پر توجہ دی جاتی

ہے۔ یہ رویہ ایسا ہے جس سے اس کا لسانی نظام متاثر ہوتا ہے اور مختلف صوبوں میں اس کے بولنے والے مختلف انداز سے اس کو پیش کرتے ہیں جو کہ پھر مقامی ادب کا حصہ بھی بن جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے جس سے اردو زبان کی معدومیت میں خدشات کو نمایاں کیا جارہا ہے۔ اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ دیگر زبانوں نے اردو کے معیار کو کم کرنے کی بجائے اس کی حیثیت کو کم کیا ہے۔ معیاری اردو بولنا یا لکھنا اہم ہے جو کہ ہماری قومی ذمہ داری بھی ہے لیکن اس پر توجہ صرف نہیں کی جاتی اور نہ ہی اس کے لسانی اور قواعد کے معاملات کو اتنی تفصیل کے ساتھ نصاب کا حصہ نہیں بنایا جاتا۔ جس کی وجہ سے بنیادی غلطیاں زبان کی تفہیم کے عمل کو روک دیتی ہیں۔

زبان میں تفہیم کا عمل اس وقت بالکل ختم ہو جاتا ہے جب اس کے ذخیرہ الفاظ کو درست طریقے سے استعمال نہ کیا جائے۔ ہمارے یہاں بچوں کے اردو کے ذخیرہ الفاظ کو بڑھانے پر توجہ نہیں دی جاتی بلکہ کلاس میں الفاظ معنی بھی بہت کم لکھوائے جاتے ہیں ایسا ہم اساتذہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کو یہ زبان آسان لگتی ہے اور یہ خود اس کو آسانی سے پڑھ لیتے ہیں۔ گھر والوں کا رویہ بھی اردو کے حوالے سے عموماً یہی ہوتا ہے۔ نصاب کے طور پر اردو پر توجہ بہت ہی کم دی جاتی ہے۔ یہ عمل زبان کی معدومیت کی طرف لے کر جاتا ہے۔ جس سے مختلف خدشات پیدا ہو سکتے ہیں جس طرح سے ہمارے مختلف صوبوں میں جملہ بنانے کے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے ہیں اور تذکیر و تانیث اور واحد جمع کو بھی مقامی زبان کے زیر اثر رہتے ہوئے تعمیر کیا جاتا ہے جس کا اثر واضح طور پر زبان پر نظر آتا ہے یہ عمل بنیادی طور پر کسی بھی زبان کو کمزور کرتا ہے۔

۲۔ اُردو میں لسانی بگاڑ

لسانی بگاڑ بنیادی طور پر اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ ہمارے تعلیمی نظام میں اردو زبان اور اس کے لسانی اور قواعد کے معاملات کو کسی ایک سلیبس کی صورت میں پیش نہیں کیا گیا اور نہ ہی بچوں کو سکھایا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اردو زبان میں لسانی بگاڑ تذکیر و تانیث واحد جمع اور جملے کی ساخت کے حوالے سے کئی طرح سے تبدیل ہوا ہے جس پر مقامی اور بین الاقوامی زبان کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ ہمارے ہاں چونکہ تدریسی نظام میں حکومتی سطح پر اردو کے حوالے سے کوئی ایسا نصاب متعارف ہی نہیں کروایا گیا جس کی وجہ سے یہ معاملات واضح طور پر سامنے آرہے ہیں۔ سوشل میڈیا اور مقامی چینلز پر اردو بولنے والے اور اردو اشتہارات کی زبان بالکل ایسی ہے جو کہ اس کے قواعد کے

معاملات سے آزاد نظر آتی ہے۔یہ بنیادی طور پر لسانی بگاڑ اس کے غیر تربیت یافتہ تدریسی عملے کی وجہ سے سامنے آیا ہے۔اس لیے کہ ہم بچوں کو بین الاقوامی زبان کے اصول و قواعد سمجھاتے ہیں۔اس کی گرامر اور اس کا بول چال سکھاتے ہیں تاکہ بچہ غلطیاں نہ کرے لیکن اردو کے معاملے میں یہ صورتحال بالکل برعکس نظر آتی ہے اور اس کی تدریس میں جو خامیاں بھرتی جاتی ہیں وہ اس ممکنہ خرچے کے طور پر سامنے آتی ہیں جو کہ لسانی بگاڑ کا سبب بنتا ہے مختلف صوبوں میں اردو کو مختلف انداز سے پڑھایا جاتا ہے اور پھر مقامی زبانوں کے اثرات سے اردو بولنے کا رواج عام ہو گیا ہے ۔اب ہمارے ہاں غلط اردو بولنا اس لیے بھی قابل فخر سمجھا جانے لگا ہے کیونکہ اس کے برعکس ہم انگریزی زبان زیادہ اچھے سے بولنا اور سمجھنا شروع ہو گئے ہیں یہاں کے عوام کا رویہ بھی انگریزی کی طرف زیادہ مائل ہے کیونکہ ایسے لوگوں کو قابلیت کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔

زبان کیوں کہ مجرد نہیں ہے اس لیے یہ اپنے ارتقائی عوامل سے گزرتی رہتی ہے اور اس کے بولنے والے چاہے جیسے بھی اس کو بول رہے ہوں یہ اپنا عمل جاری رکھتی ہے جس کی وجہ سے اس میں کچھ بنیادی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ جب ان مسائل کو سمجھ لیا جاتا ہے تو یہ زبان کے ارتقائی عمل میں اضافے کا بھی سبب بنتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہاں اردو رابطے کے زبان کے طور پر استعمال ہو رہی ہے اور اس کے بولنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔یہ ارتقائی عمل جاری و ساری رہتا ہے لیکن زبان کے عمل میں ابلاغ کو وسیع تر معنوں میں اسی وقت پیدا کیا جا سکتا ہے جب اس کے تدریسی عمل کو بہتر بنایا جائے۔یہی عمل زبان اور ابلاغ کو بہتر کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔اس حوالے پر وفیسر طاہر فاروقی لکھتے ہیں۔

> " اردو ادب نے ڈیڑھ سو سال میں جو ترقی کی وہ اس سے پہلے کے کئی سو سال میں بھی نظر نہیں آتی حالانکہ ڈیڑھ سو سال سے انگریزی زبان کا سرکاری اور دفتری سکہ چل رہا تھا اس طرح اب انگریزی زبان کی جگہ اردو زبان لے لے گی گزشتہ 24 سال پر ہی نظر ڈالیں اس مختصر مدت میں کیا اردو اور کیا پاکستانی علاقائی زبان نے سب نے علمی ادبی اعتبار سے ایسی اور اتنی ترقی کی ہے جو کہ اس سے پہلے کے 30 40 سالوں میں نظر نہیں آتی۔اس بات کی طرف بھی آپ کی توجہ کروانا ضروری سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں جو اردو پھلے پھولے گی۔اس کا ذخیرہ الفاظ اور اسلوب بیان وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہے گا۔یہ بات اردو کے لیے ضرر رساں نہیں مفید ہے۔زبان ایک نامیاتی جنس ہوا کرتی ہے اور اس

میں ایسا ہونا اور ہوتے رہنا لازمی ہے۔"(۱۲)

زبان کے ارتقائی عمل کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ زبان وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ یہ اپنے اندر نئے الفاظ کو جذب کرتی ہے اور ابلاغ کے نئے مواقع میسر آتے ہیں لیکن زبان کے لسانی معاملات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی بھی زبان کو اس کے مکمل قواعد کے ساتھ سمجھا جائے۔ تاکہ اس میں جملے کی ساخت اور الفاظ کی نشست و برخاست ایک خاص طریقے سے پیش کیا جاسکے۔ جیسا کہ اس زبان میں پیش کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو زبان کا سٹرکچر تبدیل ہوتا ہے اور اس کے لسانی معاملات مختلف جگہ پر مختلف طریقوں سے استعمال ہوتے ہیں۔

مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ بین الاقوامی زبان کے زیادہ استعمال کی وجہ سے اردو کا لسانی نظام کافی متاثر ہوا ہے ہم جملے کی ساخت کو انگریزی جملے کی ساخت کی طرح بنا کر اس انگریزی زبان کے الفاظ اس حد تک استعمال کرتے ہیں کہ جملے کا ڈھانچہ بنیادی طور پر انگریزی زبان سے لگا کھاتا ہے۔ پاکستان کے مختلف صوبوں میں اردو کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہاں اردو ثانوی زبان کے طور پر ہی استعمال کی جاتی ہے اور سکولوں میں اس پر اس حد تک توجہ نہیں دی جاتی اور نہ ہی اس کے لسانی اور قواعد کے معاملات کو تفصیل سے سمجھایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اردو زبان کی ساخت متاثر ہوتی ہے زبان میں لسانی بگاڑ بنیادی طور پر مختلف طریقوں سے سامنے آتا ہے۔ لسانی بگاڑ بنیادی طور پر جملے کی ساخت تذکیر و تالیف واحد جمع اور جملے کی ساخت پر قائم ہوتا ہے لیکن اگر اسے درست طریقے سے استعمال نہ کیا جائے اور ان قواعد کا خیال نہ رکھا جائے جو کہ اردو کے لیے مستعمل ہیں تو زبان میں کافی فرق پیدا ہو جائے گا۔

یہ بات درست ہے کہ زبان کا تعمیری عمل یکساں جاری رہتا ہے اور یہ اپنے اندر ابلاغ کے کئی نئے ذرائع کو پیدا کرنے کے لیے اپنی ساخت میں کچھ وقت کے ساتھ تبدیلیاں کرتی ہے۔ لیکن ان تبدیلیوں کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ یہ اپنے بنیادی ڈھانچے سے تبدیل ہو کر کسی اور ڈھانچے میں بدل جائے گی۔ یہ عمل بنیادی طور پر زبان کے وسائل کو استعمال کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگ جو اردو صحیح طریقے سے نہیں جانتے وہ اپنی مقامی زبان یا بین الاقوامی زبان کے ڈھانچے کے مطابق ہی اردو کے جملوں کو تشکیل دیتے ہیں۔ اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں اردو جملے کی ساخت کو اپنے طریقے سے ہی بنایا جاتا ہے۔ خیبر پختون خواہ میں کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ تذکیر و تانیث واحد جمع اور جملے کی ساخت کا خیال رکھے بغیر ہی اردو زبان کے جملے کو مکمل کرتے ہیں۔ جس سے معنی اور مفاہیم درست طریقے سے سمجھ نہیں آتے ہاں اردو بولنے یا جاننے والا ان

جملوں کی ساخت کو سمجھ سکتا ہے لیکن یہ بنیادی طور پر ڈھانچے میں تبدیلی کرتے ہیں جو کہ غلط زبان اور لسانی بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔

بلوچستان گلگت بلتستان وغیرہ کے رہنے والے جب اردو زبان بولتے ہیں تو یہ اردو زبان کے جملے کو اپنی مقامی زبان یا بین الاقوامی زبان کے ڈھانچے کے اصول کے تحت ہی سمجھتے ہیں لیکن ایسا کرنا غلط ہے۔ اس سے اردو زبان کا ابلاغ تو کسی حد تک ہو جاتا ہے لیکن یہ زبان کے لسانی بگاڑ کا سبب بنتا ہے اس لسانی بگاڑ کے سبب میڈیا اور سوشل میڈیا پر بھی اردو کے حوالے سے جو کنٹینٹ موجود ہوتا ہے۔ وہ قواعد کی رو سے درست نہیں ہوتا۔ ہاں ان جملوں میں اس بات کا کسی حد تک خیال رکھا جاتا ہے کہ ابلاغ کو یقینی بنایا جائے تاکہ لوگ آسانی سے بات کو سمجھ سکیں لیکن یہ عمل درست نہیں ہے۔ اردو کی معدومیت سے بچاؤ میں یہ اہم ہے کہ ہم اردو زبان کے جملے کو اس کی ساخت کے مطابق ہی استعمال کریں اور اس پر بین الاقوامی یا مقامی زبانوں کے اثرات کو کم سے کم کیا جائے تاکہ یہاں کے رہنے والے ایک ہی طرح سے اردو بول اور سمجھ سکیں یہ درست ہے کہ آج کے دور میں بھی اردو زبان اپنے ارتقائی مراحل سے گزر رہی ہے۔

اس میں نت نئے الفاظ کا اضافہ ہو رہا ہے جس کے ساتھ ساتھ ایک مسئلہ اور بھی پیش آتا ہے کہ ہم اردو زبان کے ذخیرہ الفاظ کو گفتگو میں عام طور پر بہت کم استعمال کرتے ہیں بلکہ یوں کہیے کہ اردو کے اہم الفاظ کی بجائے ہم انگریزی کے الفاظ استعمال کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے اردو کے ان الفاظ سے آشنائی نہیں ہو پاتی جو کہ کم بولے جاتے ہیں یا عوام ان کے مطالب کو نہیں سمجھتی ضروری ہے کہ ایسے الفاظ کو بھی گفتگو کا حصہ بنایا جائے تاکہ وہ الفاظ بھی زبان کا حصہ بن سکیں اور ابلاغ کے معاملات میں بہتر طریقے سے آ سکیں اگر ایسا نہیں ہو گا تو زبان اپنے لسانی بگاڑ کے ساتھ ساتھ سکڑتی جائے گی اور اس میں ابلاغ کی صلاحیت کم رہ جائے گی۔

اس حوالے سے پروفیسر فتح محمد ملک لکھتے ہیں۔

> "ہم اہل پاکستان کے لیے اردو کی ناگزیت باقی رہ گئی۔ انگریزی زبان جو پاکستان میں سرکاری دربار کی زبان ہے۔ اردو اور پاکستانی زبانوں کے درمیان مصنوعی خانہ جنگی کی سی کیفیت پیدا کر کے ہمارے اینگلو امریکن حکمران تک طبقے میں انگریزی کے چلم چلن کو دوام بخشنے کے تمنائی ہیں۔ اس سے بھی اردو کوئی عناد نہیں ہے صوفیائے کرام کی کثیر المشربی اردو زبان کے خمیر میں داخل ہے۔ اردو زبان بھی صوفیا کرام ہی کی مانند لفظوں کی چھوت چھات اور ذات پات پر یقین نہیں رکھتی۔ نئے خیال سے تھرتھراتا ہوا اور نئے نئے طرز احساس سے لبریز کوئی بھی لفظ جہاں

بھی نظر آئے اردو زبان اسے اپنا گمشدہ مال قرار دیتی ہے۔ انگریزی زبان سے
بھی الفاظ مستعد لیے ہیں گئے ہیں۔ ان میں سے بیشتر مستعار الفاظ کو اردو نے اپنے
لفظوں کے انمول خزانے میں مستقل شامل کر لیا ہے۔ "(۷)

پاکستان میں چونکہ اردو کے علاوہ دیگر زبان بھی عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہیں جس کے اثرات اردو پر واضح طور پر نظر آتے ہیں اور پھر یہ زبان چونکہ اہمیت کی حامل ہیں۔ اس لیے یہ اردو پر اثر انداز بھی ہوتی ہیں ہمارے مقتدر عوام میں انگریزی زبان کا چلن اہم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انگریزی زبان کو ایک ایسی زبان کے طور پر لیا جاتا ہے جو کہ بین الاقوامی زبان ہے اور برصغیر میں بھی اس زبان کی تعلیم کا چلن ہمارے نو آبادیاتی ادوار میں بھی اہم رہا ہے۔ عوام اس لیے اس زبان کو سمجھنا اور اس میں تعلیم حاصل کرنے کو اہم سمجھتی ہے اردو اس کے مقابلے میں کم پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے قواعد اور لسانی معاملات پر اتنی توجہ نہیں دی جاتی اور نہ ہی بچوں کو اس قابل کیا جاتا ہے کہ وہ اردو زبان کے لسانی اور قواعد کے معاملات کو بھی اچھی طرح سے جان اور سمجھ سکیں۔

اس حوالے سے ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں۔

"ہمارے تعلیمی نظام میں اساتذہ کی اکثریت بالعموم تدریج اردو کے درست
مفہوم سے آشنا ہونے کی وجہ سے اردو زبان کی تمام لسانی مہارتوں کو مناسب
وقت نہیں دے پاتے جس سے اردو زبان کی مہارتیں سیکھنے میں کمزوری رہ جاتی
ہے تعلیم ایک جامع لفظ ہے جس کے مفہوم میں تدریس کے ساتھ ساتھ تدریب
و ترتیب بھی شامل ہے گویا بچوں کو اردو زبان میں چند درسی اسباق
پڑھا دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ انہیں تدریب یعنی مختلف لسانی مہارتیں سکھانا یعنی
عملی مشق کے ذریعے ان میں پختگی لانا اور اردو ادب پاروں کے ذریعے ان لسانی
مہارتوں کی ترتیب کرنا تربیت کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے اردو زبان کی لسانی مہارتوں
کی تدریس سے پہلے ان عوامل کا جاننا ضروری ہے جو اردو زبان کی تعلیم اور اس کے
معیار کی پستی کا سبب بنتے ہیں۔ "(۸)

قومی زبان ہونے کی وجہ سے ہمیشہ تدریسی معاملات میں بہت پیچھے رہی ہے اور اس کے لیے حکومتی سطح پر بھی کوئی ایسے انتظامات نہیں کیے گئے جس کی وجہ سے اس میں مختلف خدشات پیدا ہونے کا خطرہ سامنے نظر آرہا ہے زبان کا ارتقائی عمل چونکہ جاری رہتا ہے اور یہ اپنے اندر نت نئے الفاظ کو جذب کرتی ہے اس لیے بین الاقوامی زبان کے الفاظ

بھی کافی حد تک اردو میں شامل ہو گئے۔ یہ عمل زبان میں ابلاغ کے عمل کو بڑھاتی ہے لیکن اس میں ایک نمایاں فرق یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ زبان کے اصل الفاظ کم استعمال ہوتے ہیں اور پھر الفاظ کے کم استعمال ہونے کی وجہ سے زبان کے ابلاغ میں بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ زبان ہمارے ابلاغ کے وسائل کو پوری طرح سے بروئے کار نہیں لا پاتی جس کی وجہ سے ہم اپنی زبان کو کم اہم سمجھتے ہیں۔ یہ عمل بنیادی طور پر زبان کو کمزور کرتا ہے اور اس کے ذخیرہ الفاظ کا ٹھیک استعمال نہ ہونے کی وجہ سے یہ زبان اپنے ابلاغ کے عمل کو سکیڑنا شروع کرتی ہے اس لیے کہ اس کے الفاظ ٹھیک طریقے سے زبان زدعام نہیں ہوتے اور دوسری زبانوں کے الفاظ کا کثرت سے استعمال زبان کے ابلاغ کے عمل کو سست بنا دیتا ہے یہ بات اہم ہے کہ اردو میں گزشتہ کئی ادوار سے اپنے اندر نئے زبانوں کے الفاظ کو جذب کیا ہے اور یہ الفاظ اب اردو کا حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ اس میں انگریزی زبان کے الفاظ جو کہ کثرت سے اردو میں شامل ہوئے ہیں اس کے ساتھ ساتھ پنجابی، پشتو اور سندھی کے بھی کئی الفاظ اردو میں نئی طرح سے شامل ہوئے ہیں ۔چونکہ یہ زبانیں اردو زبان کے ساتھ ساتھ بولی جاتی ہیں۔ اس لیے ان کے اثرات بھی اردو پر واضح طور پر نظر آتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارا مقامی ادب جو کہ اردو زبان میں لکھا جاتا ہے اس میں ایسے الفاظ کا استعمال کثرت کے ساتھ کیا جاتا ہے جو کہ مقامی زبانوں سے اردو میں داخل ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی زبان کے الفاظ بھی اردو میں نت نئے طریقوں سے شامل ہوتے ہیں جو کہ بعض اوقات اردو کے جملے کی ساخت کو بھی تبدیل کر دیتے ہیں۔ اس پر بہت ہی کم توجہ دی جاتی ہے بلکہ اس میں صرف ابلاغ کو مد نظر رکھا جاتا ہے کہ بات کا مطلب پوری طرح سے واضح ہو سکے۔ اس میں لسانی قواعد کا خیال نہیں رکھا جاتا اور نہ ہی اس کے اصولوں کو مد نظر رکھ کر جملے کی ساخت کو تعمیر کیا جاتا ہے یہ عمل زبان کے اندر مختلف طرح کے مسائل پیدا کرتا ہے جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ سامنے آتے ہیں۔ اردو کے لسانی نظام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس زبان کے اندر دوسری زبانوں کے الفاظ کو جذب کرنے کی صلاحیت زیادہ ہے۔ اس لیے کہ یہ زبان دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنے ذخیرے الفاظ میں جلدی شامل کر لیتی ہے۔ اس سے متعلق ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں۔"پاکستان کے نجی ٹی وی چینلوں کی نشر واشاعت اپنی غیر معیاری اردو کی بدولت عوام کی اردو بول چال پر منفی اثرات مرتب کر رہے ہیں کیونکہ ان کے نمائندوں میزبانوں اور نیوز کاسٹروں وغیرہ کا اردو لب ولہجہ اور تلفظ بالا معیاری نہیں ہو تا ان ٹی وی چینلوں پر کام کرنے کے لیے لسانی مہارتوں کی کمی رکاوٹ نہیں بنتی بلکہ کوئی بھی نتھو پھتو کسی بھی ٹی وی چینل کا نمائندہ خصوصی بن سکتا ہے خواہ اسے درست تلفظ اور لب ولہجے سے اردو بولنی آتی ہو یا نہ آتی ہو اپنی اسی خامی کو چھپانے کے لیے ایسے افراد اردو گفتگو کے دوران رک رک کر انگریزی

الفاظ کا استعمال کرتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ پاکستانی عوام میں ابھی اردو زبان کے حوالے سے مکمل لسانی شعور بیدار نہیں ہوا وہ انگریزی سے ملاوٹ شدہ اردو زبان کیسے سمجھ سکتے ہیں۔" [۹] بنیادی طور پر غلط اردو یا درست اردو نا بولنے کا رواج مقامی ٹی وی چینل اور سوشل میڈیا پر اس قدر زیادہ ہو گیا ہے کہ ان کو کئی لوگ دیکھتے ہیں. اس سے یہ رواج عام ہو جاتا ہے ااس لیے کہ ہمارے یہاں ٹی وی چینل پر ایسے لوگ موجود نہیں ہیں جو درست اردو کا تعین کر سکیں ضروری ہے کہ سوشل میڈیا اخبارات اور چینلز پر درست اردو کا استعمال کیا جائے کیونکہ ان سے بہت زیادہ لوگ سیکھتے اور سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے مختلف مسائل پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے. قومی چینل اور سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز پر ایسے لوگوں کو رکھا جائے جو درست اردو بول سکتے ہوں اور ان کا لہجہ ایسا ہو جو کہ اس زبان کے لیے مخصوص ہو کسی ایک لہجے کا تعین کرنا بھی کسی حد تک ضروری ہو جاتا ہے اس لیے کہ جب مختلف لہجوں میں ایک زبان کو ادا کیا جائے تو اس کے بنیادی ڈھانچے میں تبدیلی رونما ہوتی ہے اور جملوں کی ساخت بنیادی طور پر کمزور اور غلط ہوتی ہے ان معاملات سے نہ درست اردو بولنا سامنے آتا ہے جس کی طرف بخوبی اشارہ کیا ہے اور ان عوامل کی نشاندہی کی ہے جس سے نہ درست اردو سامنے آتی ہے۔ڈاکٹر سلیمان اطہر اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ "مختلف لسانی خطوں کے پاکستانی بچوں کے لیے ان کی فطری ضرورت اور مادری زبان کے تقاضوں کے مطابق ثانوی زبان اردو کا معیاری نصاب تھا تا حال مرتب نہیں کیا جا سکا ، پرائمری درجات سے انٹر میڈیٹ کی سطح تک ہر درجے میں اردو کی تدریس کے لیے صرف ایک نصابی کتاب سے تمام مطلوبہ لسانی مقاصد وابستہ کر لیے جاتے ہیں اور اسے مادری زبان کے طریقے سے پڑھانا موضوع خیال کیا جاتا ہے حالانکہ اردو لازمی کے درسی متن کی تیاری اور طریقہ تدریس اختیار کرنے کے لیے لسانی اور سماجی لسانی پہلوؤں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے ہمارے یہاں نصابی مواد کی تصنیف و تالیف میں عموماً شہری اور دیہی بچوں کے لسانی ماحول اور معاشرت کے فرض کو بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا اور ان کے لیے ایک ہی لسانی پالیسی کار فرما ہوتی ہے۔" [۱۰] اس صورتحال کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ ایک طرح کا نصاب مقرر کیا جائے اور قومی سطح پر وہ تمام صوبوں کے سکولوں میں چاہے وہ گورنمنٹ کے سکول ہوں یا پرائیویٹ سکول ہوں ان میں پڑھانا ضروری ہو اس سے یہ ہو گا کہ اردو کی تدریس کو بہتر طریقے سے انجام دیا جائے گا۔ اس کے لسانی اور قواعد و انشاء کے معاملات کی تدریس بھی ایک ہی طریقہ کار کے طور پر کی جائے گی اس سلیبس میں کچھ عملی مشقوں کے ذریعے بچوں میں اردو بولنے اور اردو کو سمجھنے کی صلاحیت بھی پیدا کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہمارے ہاں بچے اردو بولتے ہوئے زیادہ تر مقامی اور مادری زبان کے اصولوں کے تحت ہی اردو کا جملہ بناتے ہیں۔ اس لیے اس کو عملی تربیت کے ذریعے ختم کیا جائے اور درست اردو سے طالب علموں کو آگاہ کیا جائے تا کہ وہ آگے معاشرے میں جا کر فعال کردار ادا کر سکیں اور اردو زبان کو درست طریقے سے بول لکھ اور سمجھ سکیں

بنیادی طور پر ہمارے تعلیمی نظام میں اردو کے حوالے سے کوئی مخصوص نصاب مقرر نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک عام بات سمجھی جاتی ہے کہ اردو کو آسان مضمون کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اساتذہ بھی اسے آسانی سے سبق پڑھا اور سمجھا لیتے ہیں اشعار کی تشریح کر دیتے ہیں لیکن بچوں کے اندر درست اردو لکھنے کی صلاحیت پیدا نہیں کرتے اور نہ ہی کلاس میں کوئی ایسی عملی مشقیں انجام دی جاتی ہیں جس سے بچہ درست اردو لکھ اور بول سکے۔ بین الاقوامی زبان کو جس طرح سے سکولوں میں پڑھایا جاتا ہے اور اس کے قواعد کے معاملات پر جتنی توجہ صرف کی جاتی ہے اسی طرح سے اردو پر بھی توجہ صرف کی جائے تاکہ بچے درست اردو لکھنا اور پڑھنا سیکھیں۔ ڈاکٹر سلیمان اطہر اس بارے لکھتے ہیں۔ پاکستان کی مجموعی معاشرت میں ہر پاکستانی زبان خاص لسانی اور تہذیبی روایات ثقافتی خصوصیات اور نسلی رویے شامل ہیں محض اردو بول چال سے واقفیت اور مخصوص ذخیر الفاظ کے اشتراک کی بنا پر کسی فرد کی مادری زبان اور اردو میں لسانی قربت ثابت نہیں کی جاسکتی اگرچہ جدید برقی اشاعتی ذرائع ابلاغ کی بدولت پاکستانیوں کی اکثریت خصوصاً شہری علاقوں میں رہنے والے افراد کسی حد تک اردو بول چال سے واقف ہوتے ہیں لیکن باقاعدہ طور پر ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو سیکھنا ان کی کوئی سماجی معاشرتی تہذیبی یا ثقافتی مجبوری نہیں ہے بلکہ علمی انتظامی یا سیاسی مجبوری ہو سکتی ہے ورنہ وہ اپنے روزمرہ معاملات کے دوران صرف اپنی مادری زبان ہی کا استعمال کرتے ہیں۔"[11] اردو کی تدریس کے حوالے سے یہ بات اہم ہے کہ تربیت یافتہ اساتذہ اردو کی تدریس کے حوالے سے بچوں کو عملی طور پر مشقیں کروائیں جس سے اردو لکھنا اور بولنا غلط نہ ہو بلکہ درست اردو لکھنا اور بولنا جب تک بچے نہیں سیکھیں گے تب تک آگے آنے والے تعلیمی مدارج میں بھی وہ ایسی ہی غلطیاں دہراتے رہیں گے اور ان کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔ ضروری بات ہے کہ اس عمل کو اصلاح کے ذریعے درست کیا جائے اور ایسے اصول و قوانین بنائے جائیں جس سے بچے عملی مہارتوں کے ذریعے اردو پڑھنا اور لکھنا سیکھیں اور ان بنیادی غلطیوں سے گریز کریں جو کہ آج عام طور پر کی جاتی ہیں بنیادی طور پر ڈاکٹر سلمان اطہر نے جن نکات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اہم ہے کہ اردو زبان صرف ہماری قومی زبان ہے ہم اسے عام بول چال میں استعمال نہیں کرتے بلکہ مختلف صوبوں کے رہنے والے لوگ اپنی مقامی زبانوں میں گفتگو کرتے ہیں اور علمی طور پر ہم بین الاقوامی زبان سے جڑے ہوئے ہیں چونکہ ہمارا نصاب انگریزی زبان میں ہے سکول کے تمام مضامین انگریزی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں اور اس کے بعد اعلیٰ تعلیم بھی انگریزی زبان کے ذریعے ہی حاصل کی جاتی ہے۔ اردو بول چال خصوصاً رابطے کی زبان کے طور پر استعمال ہو رہی ہے مختلف صوبوں کے رہنے والے لوگ جب شہروں میں اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ رابطے کے طور پر اردو زبان کو استعمال کرتے ہیں اس کے علاوہ معاشرتی ثقافتی حوالے سے اردو زبان کا تعلق کم دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ یہاں پر اردو بولنے والوں کی تعداد کم ہے بلکہ اردو مادری زبان کے طور پر بہت کم علاقوں میں سامنے آتی ہے۔ علاقائی

طور پر جو زبان موجود ہیں وہی عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہیں اردو کو صرف قومی زبان کے طور پر لیا جاتا ہے اور عموماً اس پر کم توجہ صرف کی جاتی ہے ہمارے نصاب تعلیم میں اردو کے حوالے سے کوئی ایک لائحہ عمل طے نہ ہونا ہی اس کی معدومیت کا سبب بن سکتا ہے۔ چونکہ زبان کا نادرست استعمال بنیادی طور پر زبان کو کمزور کرتا ہے اور اس سے ابلاغ کے مسائل پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اس کے ذخیرہ الفاظ کو زیادہ استعمال نہیں کیا جاتا یا اس کے گنجلک الفاظ کو عوام سیکھنا پسند نہیں کرتے تو زبان میں ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے جس کو کسی دوسری زبان کے الفاظ سے مکمل کیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں زیادہ تر بین الاقوامی زبان کا استعمال اردو میں کیا جاتا ہے ایسے الفاظ جو اردو میں موجود بھی ہیں تو بھی ہم دوسری زبانوں سے ان الفاظ کو اپنی زبان میں استعمال کرتے ہیں جو کہ بنیادی زبان کی ساخت میں واقعی تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اسی سے ہی یہ عمل آگے بڑھتا ہے۔

اگر اردو کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس میں کم و بیش 20 سے زائد ازبانوں کے الفاظ موجود ہیں جو کہ اپنے اندر کئی طرح کے احساسات رکھتے ہیں۔ اردو بنیادی طور پر ان الفاظ کو اپنے لسانی معاملات کو پیش نظر رکھتے ہوئے استعمال کرتی ہے اور اپنے زبان کے ڈھانچے کے مطابق ان کی نشست و برخاست کا خیال رکھتی ہے۔ یہ الفاظ بنیادی طور پر اردو کی پہچان بھی ہیں اس لیے کہ یہ لشکر کے مشابہ ہے جس میں کئی زبانوں کے الفاظ شامل ہوتے ہیں اور یہ ان کے ذریعے ہی ابلاغ کو مکمل کرتی ہے۔ اردو کے لسانی نظام بگاڑ کی ایک وجہ ان الفاظ کو بھی قرار دیا جاتا ہے لیکن ان الفاظ کے بگاڑ کے ساتھ ساتھ زبان کے ارتقا کا عمل بھی اس کے ساتھ جڑا ہے جو کہ دخیل الفاظ سے ہی مکمل ہوتا ہے۔ اس سے متعلق ڈاکٹر شمس بدایونی لکھتے ہیں۔

> "لغت نویسی کی اصطلاح میں ایسے لفظوں کو دخیل کہا جاتا ہے اردو لغت میں
> 19 زبانوں کے لفظ شامل ہیں۔ انگریزی، پراکرت، پالی، پرتگالی، بنگلہ،
> پنجابی، ترکی، سنسکرت، سریانی، عربی، عبرانی، فارسی، فرانسیسی، گجراتی، لاطینی، مرہٹی
> ہندی، یونانی لغت کی حد تک لفظوں کی اصل اور اشتقاق جاننے کے لیے ہر لفظ
> کا اصل ماخذ ڈھونڈنا ہی لغت نویسی کا کام ہے لیکن بظاہر ایسے سارے الفاظ جو
> انگریزی خط میں لکھے جاتے ہیں اور انگریزی ہی کے توسط سے اردو میں دخیل ہوئے
> انگریزی کے شمار کیے گئے ہیں جو اس وقت ہمارا موضوع ہیں۔ جامع عثمانیہ حیدر آباد
> کے انگریزی کے استاد ڈاکٹر عمر میمن نے اس موضوع پر لسانی تاریخ کے حوالے
> سے علمی مقالہ لکھا تھا جس کے ابواب کو علیحدہ علیحدہ بھی کتابی شکل میں شائع کیا

گیا ہے۔"(۱۲)

اردو زبان کے لسانی بگاڑ کے حوالے سے درج ذیل نکات اہم ہیں جو کہ اس کے خدشات کو واضح کرتے ہیں۔

۱۔ اردو پاکستان کی سرکاری زبان ہے اور تمام صوبوں میں لازمی زبان کے طور پر پڑھائی جاتی ہے لیکن پھر بھی اردو میں لسانی بگاڑ کا مسئلہ پیدا ہو رہا ہے جو کہ ایک ہی طرح سے تدریس نہ ہونے کی وجہ سے سامنے آرہا ہے۔ حکومتی سطح پر اردو کے حوالے سے کوئی ایسا نصاب مقرر نہیں کیا گیا جو اس زبان کے لسانی اور قواعد و انشاء کے اصولوں کو واضح کرے تاکہ بچوں کو بہتر طریقے سے ان اصولوں کو ایک ہی طرح سے سکھایا جا سکے اگر ایسا نہیں ہو گا تو زبان سکھانے کا عمل مختلف طرح سے جاری رہے گا۔ دیگر زبان کے ساتھ ساتھ مقامی اور بین الاقوامی زبان کے اثرات نے بھی اردو کو خاصا متاثر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بین الاقوامی زبان سیکھنے اور اسے درست بولنے اور لکھنے پر تو توجہ صرف کرتے ہیں لیکن اردو کے حوالے سے یہ معاملہ ہنوز نظر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے اردو زبان کا نہ درست استعمال بڑھ رہا ہے یہ خدشات زبان کو کمزور کرتے ہیں اور اس کے ابلاغ کے مسائل میں رکاوٹ اتی ہے جس سے زبان متاثر ہوتی ہے اور بولنے والے سمجھتے ہیں کہ زبان میں ابلاغ ممکن نہیں ہے یا یہ زبان اپنے ابلاغ کے معاملات کو بہتر طریقے سے پیش نہیں کر سکتی۔

۲۔ اردو کے لسانی بگاڑ میں میڈیا اور سوشل میڈیا کے اثرات بھی واضح طور پر نظر اتے ہیں۔ جس میں نہ درست اردو بولنے کا رواج عام ہو گیا ہے اس میں تذکیر و تانیث واحد جمع اور جملے کی ساخت پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی بلکہ اس بات کو مد نظر رکھا جاتا ہے کہ جملہ اپنے ابلاغ کے کچھ نہ کچھ معاملات ٹھیک طریقے سے انجام دے لیکن صرف ابلاغ کا ہونا ہی درست نہیں ہے اس میں جملے کی ساخت کا درست استعمال زبان میں ابلاغ کے وسائل کو بڑھا دیتا ہے ۔اگر جملوں کو بنیادی ڈھانچے کے اصولوں کے تحت نہیں بنایا جائے گا تو اس میں ابلاغ کے کئی مسائل پیدا ہو جائیں گے جن کو دور کرنا ممکن نہیں ہوتا اس لیے کہ بولنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ زبان اپنا ابلاغ نہیں کر سکتی۔ ہمارے خیالات کو اپنے الفاظ میں نہیں سمو سکتی جس کی وجہ سے ہم دوسری زبانوں کے الفاظ بھی اس میں شامل کرتے ہیں جیسا کہ بین الاقوامی زبان اور مقامی زبانوں کے الفاظ کئی طرح سے اردو میں دیکھنے میں آتے ہیں ان کا نہ درست استعمال بھی کئی مسائل کو جنم دیتا ہے ضروری ہے کہ ان کی شناخت کی جائے اور ان کے درست استعمال پر توجہ دی جائے۔

۳۔ زبان میں شامل پہلے سے ذخیرہ الفاظ کو گفتگو میں زیادہ سے زیادہ شامل کرنے سے بھی زبان میں ابلاغ کے وسائل بڑھتے ہیں اور اس کے لسانی معاملات کو بہتر کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اگر زبان میں نئے الفاظ شامل کیے جائیں اور ان الفاظ کو عام گفتگو کا حصہ بناتے ہوئے تعلیم دی جائے تو یہ زبان کی ساخت کے لیے بہتر اور توانا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ

نئے الفاظ بھی اپنی مکمل شناخت کے ساتھ زبان میں داخل ہوتے ہیں جو کہ زبان میں ابلاغ کے وسائل کو بڑھاتے ہیں اور اس کہ لکھنے اور بولنے کے عمل میں وسعت پیدا ہوتی ہے نئے خیالات جنم لیتے ہیں۔ اگر زبان میں نئے الفاظ نہ بنائے جائیں اور نئے الفاظ استعمال نہ ہوں تو زبان میں کئی طرح کے خدشات پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری زبانوں کے الفاظ چونکہ اردو زبان اپنے اندر زیادہ اچھے سے جذب کرتی ہے اس لیے ان الفاظ سے بھی زبان کا دامن وسیع ہوتا ہے لیکن ان الفاظ کا نہ درست استعمال جملے کے بنیادی ڈھانچے کو تبدیل کر دیتا ہے۔ جس کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے لسانی بگاڑ پیدا ہو سکتے ہیں بنیادی طور پر پاکستان میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں اور ایک فرد ایک سے زیادہ زبانیں روز بولتا ہے جس کی وجہ سے اردو زبان پر بھی اس کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں جو کہ لسانی بگاڑ کا بھی سبب ہیں۔ اس لیے کہ پاکستان میں بولی جانے والی تمام زبانوں کا ڈھانچہ اردو زبان کے ڈھانچے کے قریب نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے بنیادی جملوں میں تبدیلی اس کے لسانی معاملات میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کرتی ہے۔

ڈاکٹر سلیمان اطہر اس بارے لکھتے ہیں:

> ابتدائی تعلیم ہمیشہ اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے چنانچہ ابتدائی سکول کی سطح پر اردو زبان کی لسانی مہارتوں کی تدریس کے دوران رہ جانے والی خامیاں اگلی جماعتوں میں بھی طالب علموں کے لیے پریشانی کا باعث بنتی رہتی ہیں بچہ بالعموم صرف اپنی مادری زبان ہی میں اپنے گردونواح کی اشیاء کے نام سیکھتا ہے اور مادری زبان کے بنیادی ذخیرہ الفاظ کے ساتھ ابتدائی سکول میں داخل ہوتا ہے طالب علمی کے دور میں جنم لینے والے لسانی نقاد علمی زندگی میں بھی فرد کے لیے مکالماتی مشکلات اور نفسیاتی مسائل پیدا کرتے رہتے ہیں اور ایسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ اردو زبان کی لسانی مہارتوں کی تدریس و ترتیب میں کوئی کمی رہ گئی ہو۔ "(۱۳)

۴۔ بین الاقوامی زبان کے زیادہ استعمال سے بھی اردو کے لسانی نظام میں کئی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا بنیادی تعلیمی نظام انگریزی زبان کے ارد گرد ہی بنا گیا ہے۔ ہمارے کلاس روم میں زیادہ تر انگریزی زبان ہی پڑھائی اور لکھائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہم بولتے ہوئے بھی انگریزی جملے کی ساخت کو مد نظر رکھ کر اردو بول رہے ہوتے ہیں۔ پاکستان میں مقتدر لوگ انگریزی زبان بولنا اور انگریزی زبان میں ہی تعلیم کو اہم سمجھتے ہیں۔ یہ بولتے

ہوئے بھی انگریزی زبان استعمال کرتے ہیں جہاں پر کہیں نہ کہیں اردو کے الفاظ کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان میں معاملہ سنگین اس وقت نظر آتا ہے جب انگریزی جملے کی ساخت میں اردو جملے کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

یہ عمل بنیادی طور پر زبان کو پیچیدہ اور لسانی معاملات میں کئی خدشات سے دوچار کرتا ہے۔ اس میں نہ درست اردو بولنا اور اس کے لسانی نظام کا خیال نہ رکھتے ہوئے خیالات کا اظہار کرنا ایک ایسا عمل ہے جو کہ زبان کے ساختیاتی نظام کو کمزور کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اردو زبان میں لسانی بگاڑ کی کئی صورتیں سامنے آتی ہیں۔ جس سے اس کا بنیادی ڈھانچہ کمزور ہوتا ہے اس کی اہم مثال ہمارا میڈیا اور سوشل میڈیا پر اردو زبان کا استعمال ہے سوشل میڈیا پر زیادہ تر ایسے لوگ کام کر رہے ہیں جو کہ انگریزی زبان کے سٹرکچر میں اردو کو بولتے ہیں اور جملوں کو ایسے لکھتے ہیں جیسا کہ وہ انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر رہے ہوں۔ یہ عمل بنیادی طور پر ڈھانچے میں تبدیلی کی وجہ سے رونما ہوتا ہے۔ جس کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے زبان مختلف مسائل کا شکار ہوتی ہے۔

۵۔ پاکستان کے مختلف صوبوں میں مختلف مقامی زبان بولی جاتی ہیں۔ اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مقامی زبانوں کے اثرات بھی زبان پر واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ مقامی زبان چونکہ کسی بھی فرد کی بنیادی زبان ہوتی ہے یہ اس زبان کے ذریعے ہی دوسری زبانیں سیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ اردو چونکہ ہماری قومی زبان ہے جو کہ مختلف صوبوں میں مختلف طریقوں کے ساتھ بولی جاتی ہے ان کے لب و لہجے میں ان کی مقامی زبان کا عمل دخل ہوتا ہے۔ یہ اردو بولتے یا لکھتے ہوئے بھی اپنی مقامی زبان کے لسانی نظام کو مد نظر رکھتے ہوئے جملہ سازی کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کئی مسائل پیدا ہوتے ہیں پاکستان کے مختلف صوبوں میں تذکیر و تانیث کا انتظام مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ واحد اور جمع کو بھی مختلف طریقوں سے جملے میں پڑھا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے ساختیاتی نظام میں کئی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور یہ اثرات مقامی زبانوں کی وجہ سے ہی اردو میں داخل ہوتے ہیں اس کے لیے مقامی زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو کے لسانی نظام کو تدریسی سطح پر رائج کیا جائے جو کہ ملک کے تمام صوبوں میں ایک ہی طرح سے پڑھایا اور لکھوایا جائے تاکہ اردو زبان اپنی علیحدہ شناخت کے ساتھ سامنے آسکے ہمارے ہاں مختلف صوبوں کے لوگ جب اردو لکھتے یا بولتے ہیں تو واضح طور پر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ کس مقامی زبان کو بولنے والا ہے۔ یہاں مختلف صوبوں کے رہنے والے لوگ اپنی مقامی زبان اور اس کے بنیادی ڈھانچے کو استعمال کرتے ہوئے اردو بولتے ہیں۔ اس کے لسانی نظام کو بہتر کرنے کے لیے ایک ہی طرح کا نصاب ضروری ہے تاکہ ملک میں ایک ہی طرح سے اردو کی تدریس کی جائے اس سے اردو زبان کے لسانی عمل کو بہتر کیا جا سکتا ہے اور ان خدشات کو دور کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے جو اس کے اندر دخول کر رہے ہیں۔

ب: ازالے کے اقدامات

ا۔ بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیہات میں توازن

بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن کے حوالے سے یہ پانچ نکات اہم ہیں۔

ا۔ بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن کے لیے ضروری ہے کہ حکومتی سطح پر اردو زبان کی تدریس ایک ہی طرح سے کی جائے اس میں بولنے اور لکھنے کی مشقیں کروائی جائیں۔ درست اردو لکھنا اور بولنا بچوں کو سکھائی جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ تربیت یافتہ اساتذہ موجود ہوں جو کہ بچوں کو لکھنا پڑھنا اور بولنا سکھائیں یہ بات اہم ہے کہ یہ ہماری قومی زبان ہے اور قومی زبان کو درست طریقے سے سیکھنا ہر پاکستانی کا فرض ہے۔ ضروری امر یہ ہے کہ اردو کی تدریس کے لیے اہم اقدامات کیے جائیں۔

حکومت کی طرف سے سرکاری اور نجی سرکاری سکولوں میں اردو پڑھانے کا انتظام مکمل کیا جائے اور بچوں کو ابتدائی کلاسوں سے ہی ان کی طرف ایسے راغب کیا جائے کہ وہ زبان کو درست طریقے سے بول سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے قواعد اور گرامر کے معاملات کو بھی آسان انداز میں بچوں کو سکھایا جائے۔ یہی عمل بچوں کی غلطیوں کو درست کرے گا اور بچے صحیح اردو لکھنا سیکھیں گے۔ سرکاری سطح پر جب تک اس طرح کے انتظامات نہیں کیے جائیں گے بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن پیدا نہیں کیا جا سکتا ہمارے پرائیویٹ سکول میں بھی اردو کے حوالے سے ایک سرکاری نصاب مقرر کیا جائے تاکہ اساتذہ اسی کے ذریعے بچوں کو تعلیم دیں اور اردو زبان کی طرف راغب کریں۔ یہ بات اہم ہے کہ ان پڑھانے کے لیے تربیت یافتہ اساتذہ کا ہونا ضروری ہے جس سے بچوں کی درست رہنمائی ہو سکے۔

ابتدائی کلاسوں میں بچوں کا غلطیاں کرنے اور ان کو آگے دہراتے رہنے سے زبان میں زیادہ مسائل پیدا ہوں گے۔ ان مسائل کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بچوں کو جو مشق کروائی جائے اسے پوری طرح سے چیک کیا جائے اور بچے کی قابلیت کو پرکھا جائے جس سے اساتذہ کو علم ہو گا کہ کون سا بچہ درست طریقے سے پڑھنا لکھنا سیکھ رہا ہے اور کون سا بچہ کس کس طرح کی غلطیاں کر رہا ہے۔ جس سے ان کی غلطیوں کو دور کیا جائے اور انہیں درست سمت میں رہنمائی دی جائے تاکہ آئندہ آنے والی مشکوں میں ایسی غلطیاں نہ ہو پائیں۔ یہ اساتذہ کا ہی کام ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کس طرح کرتے ہیں اور اردو زبان کو سکھانے کے لیے کون سی تکنیک استعمال کرتے ہیں۔ جس سے بچوں کے اندر اردو سیکھنے کا رجحان بڑھ جائے ضروری ہے کہ ہم اپنی اس قومی ذمہ داری کو اچھے طریقے سے ادا کریں کیونکہ اردو ایسی زبان ہے جس میں ہم جدید علم بھی حاصل کر سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی زبان کو اس قابل بنائیں اور

اساتذہ بچوں کو اردو کی گرامر سکھانے کے ساتھ ساتھ ان کے ذخیرہ الفاظ میں بھی اضافہ کریں جس سے ان کے ابلاغ کے وسائل بڑھ جائیں گے اور یہ درست طریقے سے الفاظ کو جملوں میں استعمال کرنا سیکھیں گے یہی عمل بچوں کو زبان کے ساتھ آشنائی دے گا اور سمجھیں گے کہ ہم جو زبان بول رہے ہیں یہ بھی تہذیب یافتہ زبان ہے۔ جس میں اپنے خیالات کو پورے طریقے سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

اکثر درست سمت طالب علموں کی رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے مختلف خدشات جنم لیتے ہیں اور طالب علم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہماری زبان میں ایسے الفاظ کی کمی ہے جو کہ ہمارے جذبات و احساسات کی ترجمانی کر سکیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اردو زبان کا ذخیرہ الفاظ کافی زیادہ ہے جس کو درست طریقے سے استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اور مختلف لفظوں کی آشنائی نہ ہونے کی وجہ سے استعمال نہیں کیا جاتا اور زبان اپنے ان بنیادی وسائل کو استعمال کرنے سے قاصر رہتی ہے جو کہ کسی بھی زبان کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ڈاکٹر سلیمان اطہر اس بارے لکھتے ہیں۔ "ذریعے تعلیم کی زبان میں روانی سے گفتگو کر سکیں اور اٹکے بغیر اپنے خیالات اور احساسات کی ترصیل کر سکیں جبکہ پاکستان کے پرائمری سکولوں کے بچے بالخصوص مڈل اور ہائی سکولوں کے بچے بالعموم اردو زبان میں روانی سے اپنی نصاب اور لسانی مشکلات بیان نہیں کر سکتے بھلے وہ انگریزی زبان میں اپنے استاد سے کیسے سوال و جواب کر سکتے ہیں ان حالات میں اردو سے طالب علموں کی دلچسپی مزید کم تر ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔" [۱۴] بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اردو کا ایک مخصوص نصاب مقرر کیا جائے جو کہ سرکاری نجی سکولوں اور پرائیویٹ اداروں میں بھی پڑھانا یکساں ضروری ہو اس نصاب میں بچے کو اردو گرامر کے حوالے سے ابتدائی اصولوں قوانین بتائے جائیں اور جملے کا ڈھانچہ سمجھایا جائے کہ اردو میں جملے کی ادائیگی کس طرح سے ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اور گرامر کے اہم اصولوں قوانین بھی اس کتاب میں درست طریقے سے اور واضح انداز میں لکھے جائیں تاکہ بچہ آسانی سے سمجھ سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو پڑھنے اور لکھنے کے حوالے سے بھی مختلف اصول و قوانین وضع کیے جائیں اور ایک سلیبس کی شکل میں بچوں کو پڑھایا جائے اور ان کی عملی مشق کروائی جائے۔ جس کے ذریعے ان غلطیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔ ضروری ہے کہ اس نصاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے پہلے حصے کا نصاب پرائمری حصے کا ہونا چاہیے دوسرا نصاب مڈل اور تیسرا نصاب ہائی سکول کے بچوں کے لیے ہونا چاہیے اس نصاب میں اردو کے حوالے سے وہ تمام تر چیزیں موجود ہوں جو کسی بھی بچے کے لیے ضروری ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو مختلف صوبوں کے رہنے والے مختلف انداز میں اردو لکھنا اور بولنا سیکھیں گے۔ اگر ایک نصاب مقرر کیا جائے گا تو تمام ملک میں اردو ایک ہی طریقے سے پڑھائی اور سمجھائی جائے گی۔ اس سے اردو زبان زیادہ مستحکم اور علمی بن کر سامنے آئے گی یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ماہرین تعلیم سے ایسا

نصاب مرتب کروائے جو کہ سکول کے بچوں کے لیے مناسب ہو۔ اگر یہ تعلیم مناسب انداز میں دی جائے تو آگے کالج کی تعلیم میں اردو بہتر طریقے سے بچے سیکھ سکیں گے اور اس زبان کے معاملات کو سمجھ سکیں گے سکول سسٹم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اردو کو اہم زبان سمجھیں اور قومی فریضہ سمجھ کر بچوں کو درست اردو لکھنا اور پڑھنا سکھائیں۔ جس سے ہم بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن پیدا کر سکیں گے۔

اس حوالے سے متعلق ڈاکٹر عبد الستار ملک لکھتے ہیں:

"یہ فریضہ ادارہ فروغ قومی زبان جیسے اداروں اور جامعات کے اردو شعبہ جات کا ہے۔ لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید اردو کوئی ماورائی زبان ہے جس میں ان مباحث کی گنجائش ہی نہیں کوئی ادارہ کوئی شعبہ زبان سے متعلق معاملات کی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں۔ ریسرچ اسکالر بھی لسانیات کو بھاری پتھر سمجھ کر ہاتھ نہیں لگاتے۔ جب اردو کے شعبہ لسانیات کی کوئی اہمیت نہیں تو ریسرچ اسکالر کیوں وقت کھپائی کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لسانیات زبان کا سائنسی مطالعہ ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا ہمارے بچے سائنس نہیں پڑھتے؟ میڈیکل اور انجینئرنگ کی تعلیم حاصل نہیں کر رہے۔ مسئلہ صرف مواقع کا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو زبان اور لسان کی تدریس و تحقیق کے لیے درست سمت کا تعین کریں اور زبان کے نفاذ اور ترقی کے لیے ٹھوس بنیادی کاوشیں کریں۔"(۱۵)

۲۔ بنیادی طور پر یہ ترجیحات کی بات ہے اگر حکومت کی ترجیحات میں زبان کو بہتر کرنا نہیں ہے۔ یہ مسئلہ جوں کا توں رہے گا۔ اگر ہماری ترجیحات میں یہ شامل ہو کہ ہم نے اپنی زبان کو بہتر کرنا ہے اور اسے اچھے طریقے سے طالب علموں تک پہنچانا ہے تا کہ وہ بہتر طریقے سے اپنی قومی زبان کو سیکھ سکیں۔ ہمیں اپنی ترجیحات میں اس بات کو شامل کرنا ہو گا ماہرین تعلیم حکومت کو یہ بات باور کروائیں کہ ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت ہے اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو ہماری قومی زبان مختلف خطرات سے گزرتی رہے گی اور سب سے بڑا خطرہ اس زبان کی معدومیت کا ہے کیونکہ ہمارے ہاں اردو بولنا تو کسی حد تک موجود ہے لیکن اردو کے ذخیرہ الفاظ اس حد تک ہم استعمال کرتے ہیں کہ ہمارے تمام جملے ایک جیسے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں زیادہ الفاظ کا ردوبدل بھی نہیں کیا جاتا یہ انتہائی خطرناک عمل ہے جس سے زبان معدومیت کی طرف بڑھتی ہے اور اپنے ذخیرہ الفاظ سے دور ہونے لگتی ہے ہماری آنے والی نسل کو چاہیے کہ وہ اس

زبان میں علم حاصل کرے اسے سیکھے اور اس کے ذخیرے الفاظ کو اپنے جملوں میں ادا کرے تا کہ بہتر طریقے سے زبان کے عمل کو جاری و ساری رکھا جا سکے۔ حکومت اس حوالے سے جو اقدامات کرے گی اس سے خاطر خواہ نتائج بر آمد ہوں گے اس لیے کہ اس پر من و عن عمل کروایا جائے گا اور سکولوں میں اس زبان کو اسی طرح سے پڑھایا جائے گا جس طرح سے حکومت نے نصاب مقرر کیا ہے۔ یہ عمل ہماری زبان کو دوبارہ سے زندہ کرنے اور اس میں جان ڈالنے کے قابل کرے گا ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت کی ترجیحات اس حوالے سے واضح ہوں اور وہ اپنا مطمع نظر بہتر طریقے سے ماہرین تعلیم کو بتا سکیں تا کہ مسائل کو حل کیا جائے۔

۳۔ بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن کے لیے ضروری ہے کہ اردو کی تدریس کے لیے تربیت یافتہ اساتذہ مقرر کیے جائیں جو کہ انہیں اردو کے حوالے سے مکمل طور پر نصاب پڑھائیں اور عملی مشقیں کروائیں۔ جس سے ان کے اندر اردو سیکھنے اور اسے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو اگر تربیت یافتہ اساتذہ نہیں ہوں گے تو بچے درست طریقے سے اردو لکھنا اور بولنا نہیں سیکھ سکیں گے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا۔ نو آبادیاتی نظام کے رائج ہونے کے ساتھ یہاں پر کچھ ایسے ادارے قائم کیے گئے تھے جو بنیادی طور پر زبان کو سکھاتے تھے۔ یہاں پر انگریزی بولنے والوں کی تعداد اسی نقطہ نظر سے آگے بڑھی ہے اس لیے کہ یہاں کی معاشرت میں انگریزی بول چال نہیں ہے اور نہ ہی ارد گرد کے دیہی علاقوں میں یہ زبان استعمال کی جاتی ہے اس لیے اس زبان کو مکمل گرامر کے ساتھ سمجھنا ضروری ہوتا ہے تا کہ بولتے ہوئے جملوں کی ادائیگی مکمل طریقے سے ہو اور اطلاق کے تمام تر وسائل کو استعمال کیا جا سکے۔ اگر اردو کے حوالے سے بھی اس بات کو مد نظر رکھا جائے گا اور تربیت یافتہ اساتذہ سے اس کی عملی مشقیں کروائی جائیں گی تو بچے زیادہ آسانی کے ساتھ اردو بول چال سیکھ سکیں گے۔ اس زبان کو لکھنے میں مہارت حاصل کر سکیں گے ضروری ہے اور یہ ہمارا قومی فریضہ بھی ہے کہ اردو بول چال آسان انداز میں سمجھائی جائے تا کہ بچے اسے لکھتے اور بولتے ہوئے اپنی زبان محسوس کریں اور ایسی غلطیاں انجام نہ دیں جو کہ دوسری زبان کو سیکھتے ہوئے دی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نظام سکول میں زبان کے حوالے سے خاص طور پر ماہرین اساتذہ سے بچوں کو اردو سکھائیں تا کہ اردو زبان خدشات کا شکار ہے اور اس میں کئی طرح کی اغلاط دیکھنے میں آتی ہیں ان کا ازالہ کیا جا سکے اور ان کے اقدامات کے لیے عملی طور پر بچوں کو زبان سیکھنے کی طرف راغب کیا جائے تا کہ وہ اس زبان کو اپنی زبان سمجھتے ہوئے سیکھیں اور اس میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

یہ عمل قومی فریضے کے طور پر بھی ضروری ہے اس لیے کہ کسی بھی ملک کی شناخت اس کی زبان سے ہوتی ہے اگر ہم اپنی زبان کو اہمیت دیں گے اسے درست طریقے سے بولیں گے اور اس میں ابلاغ کے نئے وسائل پیدا کریں گے

توہماری قدر و قیمت میں اضافہ ہو گا۔ زبان کا یہ عمل ہم آئندہ آنے والی نسلوں تک بھی پہنچا سکیں گے تا کہ زبان میں جو مسائل پیدا ہوئے تھے ان کو آگے نہ دہرایا جائے اور بہتر طریقے سے آگے بڑھا جائے۔ حکومت کی اس حوالے سے ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تمام تر سکولوں میں ایک نصاب اور تربیت یافتہ اساتذہ کو مقرر کرے تا کہ بچے درست طریقے سے زبان لکھنا اور بولنا سیکھیں۔ اس سے بچوں کی ذہنی تربیت ہو گی اور وہ اچھے طریقے سے پڑھائی جاری رکھ سکیں گے۔

۴۔ بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن کے لیے ضروری ہے کہ حکومت سوشل میڈیا اور ٹی وی چینل کے لیے قانون سازی کرے اور غلط اردو لکھنے اور بولنے والوں سوشل میڈیا اور چینلز کے خلاف کاروائی کی جائے اس کے لیے اگر قانون سازی کی جائے گی تو سوشل میڈیا اور مقامی ٹی وی چینلز اس بات کا خیال رکھیں گے۔ حکومت وقت کو اس حوالے سے کام کرنا چاہیے اور قانون سازی کے عمل کو یقینی بنانا چاہیے۔ جس سے زبان کا عمل بہتر ہو گا زبان کو درست طریقے سے بولنے اور اس کے لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ تربیت یافتہ لوگ موجود ہوں۔ ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارم کو بھی چاہیے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ اپنی قومی زبان کو درست لکھیں اور بولیں۔ اس کے لیے انہیں ماہرین زبان کی ضرورت ہو گی جو کہ مختلف ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز پر موجود ہوں۔ ان کی رہنمائی کریں اس حوالے سے جلد ہی ایسے اقدامات زبان کو درست طریقے سے استعمال کرنے اور اس کے اصول و قوانین کا خیال رکھتے ہوئے ہی استعمال کریں گے۔ اس لیے کہ جب حکومت قانون سازی نہیں کرے گی تب تک ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا پر ایسے معاملات دیکھنے میں آئیں گے۔

اس لیے ضروری ہے کہ اس کے اوپر مکمل قانون سازی کی جائے اور یقینی بنایا جائے کہ ایسے اداروں میں ماہرین اردو کے حوالے سے کوئی لوگ موجود ہوں جو کہ تمام تر متن کو دیکھتے ہوئے اسے سوشل میڈیا یا مقامی چینل پر لائیں تا کہ درست اردو سامنے آئے اور اس سے سیکھنے والے بھی ان غلطیوں کو نہ دہرائیں جو سوشل میڈیا یا ٹی وی چینل پر نظر آتی ہیں۔

ان غلطیوں کو دہرایا جائے گا تو آنے والی نسلیں اسی سے ہی زبان کو سیکھیں گی اور اسے ہی درست خیال کریں گی۔ اگر زبان کے وسائل مکمل طریقے سے ادا نہ کیے جائیں تو ابلاغ میں کئی طرح کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر زبان کے اندر لفظ سازی کا عمل رک جائے اور نئے الفاظ زبان میں شامل نہ ہوں تب بھی زبان اپنے ابلاغ میں کمزور رہتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے ذخیرہ الفاظ کو بھی مکمل طریقے سے استعمال کیا جائے اور ماہرین لسانیات نئے لفظوں کی تلاش کریں جس سے ابلاغ کے مسائل دور ہوں گے اور وسیع تر معنوں میں اپنی بات کو سمجھایا جا سکے گا۔ اس کے لیے

ضروری ہے کہ حکومت قانون سازی کرے اور اردو زبان کے حوالے سے اہم اقدامات کرے تاکہ لوگوں تک جو متن پہنچے وہ درست اردو میں لکھا گیا ہو تاکہ زبان کے عمل کو مضبوط اور توانا کیا جاسکے۔

۵۔بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن کے لیے ضروری ہے کہ بین الاقوامی زبان کی طرح زبان پر بھی توجہ دی جائے جس طرح سے ہمارے سکولوں میں انگریزی زبان سکھانے کی طرف توجہ صرف کی جاتی ہے اور مختلف ادارے تو انگلش میڈیم کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ ادارے بنیادی طور پر انگریزی زبان کو ہی تعلیم کا میڈیم رکھتے ہوئے تعلیم دیتے ہیں اسی طرح سے اردو زبان کی تعلیم کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس کی طرف توجہ دی جائے۔ ہمارے اردو کے نصاب میں زیادہ تر ایسا نصاب شامل ہے جو کہ ادب پر مبنی ہوتا ہے۔ زبان کے حوالے سے بہت ہی کم سلیبس شامل کیا جاتا ہے اور جو سلیبس شامل ہے۔وہ بھی زبان کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا۔

اس لیے کہ حکومت کی طرف سے کوئی طے شدہ نہیں ہے بلکہ مختلف صوبوں کے ماہرین تعلیم نے ان کے مطابق ان اصولوں کو وضع کیا ہے۔ اگر اس حوالے سے کوئی ایک نصاب مقرر کیا جائے اور اسے پڑھایا جائے تو یہ کافی اہم قدم ہوگا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ بین الاقوامی زبان کی طرح اردو زبان کے معیار کو بھی بہتر بنایا جائے اور ماہرین اساتذہ کے زیر نگرانی بین الاقوامی زبان کی طرح اس کی بھی گرامر کی مشقیں کروائی جائیں۔ یہ یقینی بنایا جائے کہ بچہ کلاس میں ٹھیک اردو بولے اس کی تصحیح کی جائے تاکہ ایسے مسائل جو کہ بچے کو درپیش ہیں۔ان کو جانا جاسکے اور اس کے مطابق عمل کیا جاسکے۔

یہ امر اس لیے بھی ضروری ہے کہ اگر سکول کے ابتدائی ادوار میں ان خامیوں کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی تو آئندہ آنے والی کلاسوں میں بھی یہ خامیاں موجود ہوں گی ضروری ہے کہ اس کے لیے بین الاقوامی زبان کی طرح اردو زبان سیکھنے پر بھی توجہ دی جائے۔ تاکہ غلط اردو کا رواج قائم نہ ہو۔ ایسے ادارے جہاں انگریزی سکول سسٹم ہے وہاں پر بھی ایک مقررہ نصاب بچے کو لازمی پڑھایا جائے تاکہ وہ اپنی قومی زبان سے آشنائی حاصل کرسکے۔ طالب علموں کو درست طریقے سے بول سکے اگر ایسا نہیں ہوگا تو ہمارے ہاں ایک ایسا طبقہ پیدا ہوجائے گا جو درست اردو لکھنا اور بولنا نہیں جانتے ہوں گے۔

ضروری ہے کہ زبان کے ان مسائل کو دور کرنے کے لیے بنیادی نظام کو درست کیا جائے اور سکول میں بین الاقوامی زبان کی طرح اردو زبان کو بھی اہمیت دی جائے۔ اساتذہ اس زبان کو سکھانے کے لیے بچوں کو ایسی ٹیکنیک بتائیں اور انہیں گرامر کے اصولوں سے آگاہ کریں تاکہ غلط اردو بولنے اور لکھنے کا رواج قائم نہ ہو۔ یہ عمل بحیثیت قوم ہمیں اپنی زبان کے ساتھ جڑنے کا موقع دے گا اور ہم اپنے قدیم ورثے سے بھی آگاہ ہوسکیں گے جو کہ اردو زبان میں

موجود ہے یہ بات نہایت اہم ہے کہ نو آبادیاتی نظام میں انگریزی زبان کی جو حیثیت قائم ہوئی تھی۔ وہ ابھی تک اسی طرح سے موجود ہے آج بھی یہاں انگریزی بولنے والے کو اردو بولنے والے پر ترجیح دی جاتی ہے۔ علمی برتری کا سبب بھی سمجھا جاتا ہے حالانکہ نو آبادیاتی دور کے اس نظام نے ہماری جڑوں کو کافی نقصان پہنچایا ہے اور آج بھی ہمارے سکولوں میں صرف انگریزی زبان پر ہی توجہ صرف کی جاتی ہے۔

بحیثیت قوم ہم اپنی زبان کو اہمیت نہیں دیں گے اسے درست طریقے سے پڑھنا اور لکھنا نہیں سکھائیں گے تو ہماری توجہ اپنی زبان سے کوسوں دور ہو جائے گی۔ ہم ایک ایسی زبان کو استعمال کرنے پر مجبور ہو جائیں گے جس کے قدیم ورثے سے ہم واقفیت ہی نہیں رکھتے۔

اس موضوع پر ڈاکٹر سلیمان اطہر لکھتے ہیں

> " پاکستان میں مختلف انواع طبقاتی نظام تعلیم رائج ہے یہاں سرکاری اور نجی انتظامیہ کے تحت چلنے والے اردو ذریعہ تعلیم کے پرائمری سکولوں کے علاوہ بے شمار نجی اور نیم سرکاری تعلیمی ادارے انگریزی ذریعہ تعلیم کے تحت تعلیم دینے میں مصروف ہیں۔ ان مختلف اداروں میں اردو کی تدریس کے لیے الگ الگ نصابی کتب لاگو ہیں۔ جن کا نہ صرف تدریسی مواد جداگانہ ہے بلکہ انہیں پڑھانے کے طریقہ ہائے تدریس بھی مختلف ہیں۔ نیم سرکاری اور نجی شعبے میں زیادہ تر انگریزی ذریعہ تعلیم کے سکول قائم ہیں جبکہ نجی شعبے کے اردو ذریعہ تعلیم کے باقی ماندہ سکول بھی سال ہا سال اپنے نصاب پر نظر ثانی کر کے انگریزی ذریعہ تعلیم کی طرف گامزن ہیں۔ یہ خدشہ ہے کہ انگریزی ذریعہ تعلیم کی طرف مسلسل عوامی رجحان کی وجہ سے آئندہ چند سالوں کے اندر اندر پاکستان میں سرکاری سکولوں سمیت ایک سکول بھی ایسا نہیں ہو گا جہاں اردو ذریعہ تعلیم کی زبان کے طور پر مستعمل نظر آئے گی۔ "(۱۶)

بنیادی طور پر پاکستان میں دو طرح کی کے سکول نظام نے اس کی بنیادوں کو کمزور کر دیا ہے جہاں پر انگریزی زبان میں تعلیم پر زیادہ توجہ صرف کی جاتی ہے۔ وہیں اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ اردو زبان بھی ہمارے لیے اتنی ہی اہم ہے جتنا کہ انگریزی زبان جدید علم کے لیے اہم ہے۔ ہمارے نظام سکول میں اس طرح کا کوئی نصاب متعین نہیں

کیا گیا اور نہ ہی پرائیویٹ سکول جو کہ انگریزی نظام تعلیم کے تحت چل رہے ہیں ان کے حوالے سے کوئی قانون سازی کی گئی ہے۔اس وجہ سے مختلف مسائل زبان کے حوالے سے پیش آرہے ہیں۔

اردو کی گرامر کے حوالے سے بھی کوئی اصول و قوانین سرکاری سطح پر موجود نہیں بلکہ ایسے اصول و قوانین جو مختلف محققین نے بتائے ہیں۔انہی سے استفادہ کر کے اس زبان کو سکھایا جارہا ہے بنیادی عمل یہ ہے کہ اس زبان کی گرامر اور قواعد کے اصول ایک طرح سے متعین کیے جائیں اور جہاں پر بھی تعلیم کا نظام موجود ہے۔وہاں پر اردو کے سلیبس کو سرکاری سلیبس کے طور پر پڑھایا جائے جس سے ہماری قومی زبان کی طرف رغبت بڑھے گی اور ہم اردو زبان سیکھنے اور اس کو سمجھنے کے قابل ہوں گے۔

بنیادی طور پر ہمارا نظام تعلیم انگریزی زبان پر مبنی ہے اس لیے اردو پر بہت ہی کم توجہ دی جاتی ہے اس لیے کہ امتحان میں اردو کا حصہ کم ہوتا ہے اس پر کم توجہ دی جاتی ہے۔بچے عموماً جو گھروں میں اردو بولتے ہیں وہی اردو اچھے طریقے سے سیکھ بھی پاتے ہیں۔اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے ہاں اردو زبان اتنی آسانی سے نہیں بولی جاتی بلکہ ہم دوسری زبانوں کا سہارا لیتے ہوئے اس زبان کو بولتے ہیں۔جس کی وجہ سے ہمارا اس زبان میں ذخیرہ الفاظ بھی کم رہتا ہے اور اس کی فہم و فراست جو کہ زبان سیکھنے کے حوالے سے اہم ہوتی ہے۔اس سے بھی نا آشنا رہتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ سرکاری اور نجی سکولوں میں قانون سازی کی جائے اور ماہرین تعلیم سے ایسا نصاب مقرر کروایا جائے جو کہ تمام صوبوں میں یکساں طریقے سے پڑھا اور سمجھا جاسکے۔اگر ایسا نہیں ہوگا اردو کو ایک ہی طریقے سے پڑھایا اور سمجھایا نہیں جائے گا تو اس کی صورتحال مختلف صوبوں میں مختلف ہی رہے گی۔

حکومت کے مقررہ شدہ نصاب کوئی ہی موضوع بنایا جائے اور اسی کے مطابق ہی بچوں کو تعلیم دی جائے تاکہ بچے درست اردو لکھنا اور بولنا سیکھیں یہی ہمارا قومی فریضہ بھی ہے اور علم اور آگاہی کی طرف پہلا قدم بھی ماہرین لسان جو کہ اردو زبان کے حوالے سے علم رکھتے ہیں ان لوگوں سے مشاورت کی جائے اور حکومتی سطح پر ایسے نصاب کی تیاری کی جائے جو کہ یکساں طریقے سے ہر جگہ پڑھایا جاسکے۔اس کا میڈم صرف سرکاری نہیں ہونا چاہیے بلکہ پرائیویٹ تعلیم جو کہ بچوں کو انگریزی زبان بھی سکھاتے اور پڑھاتے ہیں اس کے ساتھ اردو کا یہ سرکاری نصاب بھی پڑھایا جائے تاکہ بچے اپنی زبان سے آشنائی حاصل کر سکیں۔وہ مقررہ نصاب جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے مخصوص ہے اسے پڑھ کر اپنی زبان میں ابلاغ کے عمل کو جاری رکھ سکے کیونکہ پاکستان میں ایک سے زیادہ ذ[زبانیں بولی جاتی ہیں اس لیے ہر شخص دن میں کم و بیش دو سے تین زبانیں بولتا ہے اس کی وجہ سے بھی مختلف مسائل پیدا ہوتے ہیں اور بعض اوقات تو یہ ذخیرہ الفاظ کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم کچھ باتیں اپنی مقامی زبان میں ہی سمجھا پاتے ہیں۔اس کو جب اردو میں ترجمہ

کرتے ہیں تو اس کا اصل متن تحریر سے غائب ہو جاتا ہے اس لیے کوشش کی جاتی ہے کہ ابلاغ کو ممکن بنانے کے لیے ان الفاظ کا استعمال بھی زبان میں کیا جائے جو کہ اردو کے علاوہ ہم بولتے ہیں اس کا اثر اردو پر پوری طرح سے نظر آتا ہے کیونکہ اردو میں ہم اپنی پاکستانی زبانیں اور بین الاقوامی زبانوں کو ملا کر بولتے ہیں۔

انگریزی بولنے والے انگریزی زبان کی تاریخ اور اس کے ادب سے واقف ہوتے ہیں۔ بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ انگریزی بولنے والا مکمل طریقے سے انگریزی ورثے سے بھی آگاہ ہوں۔ اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اردو لکھنے اور بولنے والے عموماً اپنی تاریخ اپنے کلچر اور ثقافت سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اردو زبان کی یہ خاصیت ہے کہ یہ اپنے اندر ابلاغ کے کئی وسائل رکھتی ہے اور اسے درست طریقے سے استعمال کرنے پر بھی قادر ہے۔ اگر اس کے علمی ورثے کو استعمال نہیں کیا جائے گا۔ اس کے ذخیرہ الفاظ کو روزمرہ میں استعمال نہیں کیا جائے گا تو اس کے مستعمل الفاظ بھی آہستہ آہستہ متروک ہو جائیں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ اساتذہ ان کی لغات ڈکشنری میں بھی اضافہ کریں تاکہ اردو کے وہ الفاظ جو عام طور پر جملوں میں نہیں بولے جاتے ان کا بھی چلن ہو اور ابلاغ کے نئے وسائل پیدا ہوں۔ اسی سے ہی کوئی زبان آگے بڑھتی ہے اور اپنے ترقی کے مدارج طے کرتی ہے اگر ہم درست زبان کا استعمال نہیں کریں گے تو ان تمام وسائل کو بہتر طریقے سے استعمال نہیں کر پائیں گے جس کی وجہ سے زبان آہستہ آہستہ سکڑنا شروع ہو جائے گی۔ اس میں ابلاغ کے ذرائع کم رہ جائیں گے جس کی وجہ سے یہ خدشات لوگوں کو زبان سے دور کریں گے ضروری ہے کہ حکومت کی طرف سے ایسے ماہرین سے رائے لی جائے جو کہ زبان کے ایسے مسائل کو سمجھ کر ان کے تدارک کے لیے کوئی عملی تجاویز مختص کریں تاکہ آنے والی نسلیں اس زبان کو سیکھ کر فخر محسوس کریں اور اپنے قومی ورثے سے تعلق استوار کریں یہی عمل اردو زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے بھی ضروری ہے جس سے زبان اپنے تمام تر لسانی وسائل سے کام لے کر آگے بڑھے گی۔ ڈاکٹر سلمان اطہر لکھتے ہیں۔ "اردو کے اساتذہ اور ماہرین مضمون سے اردو لازمی کی نصابی کتب لکھوانے کی کوشش کی جاتی ہے جبکہ وہ اچھے معیاری لسانی کتب لکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہوتے۔ ایسے ادیبوں کی اردو تحریریں شامل نصاب کر لی جاتی ہیں جن کا اسلوب تحریر سادہ اور عام فہم ہونے ک ی بجائے پیچیدہ اور مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے پرائمری درجات کے چھوٹے بچوں کے لیے اردو زبان کے نصابی مشمولات کا انتخاب کرتے ہوئے ان کی بنیادی لسانی ضروریات نظر انداز ہو جاتی ہیں جبکہ ماہر تعلیم درسی کتب کے اثرات بہت زیادہ دیرپا ہوتے ہیں۔ چنانچہ نصاب سازی کی مسلمہ اہمیت کے پیش نظر کسی بھی مضمون کی درسی کتاب لکھوانے کے لیے صحیح اور اہل آدمی اہل علم آدمی کا انتخاب کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسے کتاب لکھنے کے لیے کم از کم اتنا وقت دیا جانا چاہیے کہ وہ پوری محنت سے معیاری تحقیق کے بعد ہی مواد مرتب کر سکے۔"[۱۷] یہ بات بنیادی سوال

کو جنم دیتی ہے کہ ہمارے نظام تعلیم میں اردو کا نصاب کس طرح سے ہونا چاہیے ضروری سی بات ہے کہ اس کے لیے ماہرین تعلیم جو کہ بچوں کی عمروں کی حساب سے نصاب کا تعین کرتے ہیں۔ان سے مدد لی جائے اور سرکاری سطح پر اس معاملے کو طے کیا جائے تاکہ اس میں پڑھانے کے اصول و قوانین بنائے جا سکیں۔اس کے اندر زبان سکھانے کا عمل قواعد و انشاء کے اس طرح سے پیش کیا جائے کہ پاکستان میں جہاں پر بھی اردو زبان پڑھائی جارہی ہے وہاں پر اسے سلیبس کا حصہ بنایا جاسکے اس کے لیے بھی ماہرین تعلیم سے رہنمائی لی جائے اور سرکاری سطح پر اس کام کو انجام دیا جائے تب ہی یہ مکمل ہو گا اور اپنی اصل شکل میں سامنے آئے گا۔اس سے گرامر کے معاملات بھی ایک طے شدہ اصول کے تحت سکھائے جائیں گے تو اس کے نتائج پاکستان کے تمام صوبوں میں ایک ہی طرح کے نکلیں گے چونکہ زبان ایک ہی طرح سکھائی اور پڑھائی جارہی ہو گی اور ماہرین اساتذہ جب بچوں کی رہنمائی کریں گے تو زبان سیکھنے میں آسانی ہو گی۔ اس کو انجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اردو زبان کی معدومیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے اقدامات کریں۔جس سے زبان کو فروغ حاصل ہو اور اس زبان کو سیکھتے ہوئے ہم فخر محسوس کریں ہمارا قومی اثاثہ اسی زبان کے ساتھ جڑا ہوا ہے جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔اگر ہم اپنے قومی ورثے کو پڑھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اردو زبان کو بھی اپنانا ہو گا اسی سے ہی ہم مزید آگے ترقی کر پائیں گے اور اپنی قوم اور اپنے علمی ورثہ استفادہ حاصل کر سکیں گے۔

۲۔اُردو کی ترویج اشاعت کی سنجیدہ کوششیں اور ٹھوس اقدامات

اُردو زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے درجہ ذیل پانچ نکات اہم ہیں۔

ا۔اردو زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے ضروری ہے کہ اردو زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے حکومت کے تمام تر دفاتر میں زیادہ تر انگریزی زبان سے ہی کام لیا جاتا ہے۔سکول کالج اور دیگر ادارے بھی انگریزی زبان میں ہی اپنے تمام معاملات سر انجام دیتے ہیں۔اردو زبان کا معاملہ صرف یہاں تک موجود رہتا ہے کہ یہ رابطے کی زبان کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ضروری ہے کہ اردو زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے اور حکومت کے محکموں اور پرائیویٹ اداروں میں اردو زبان ہی استعمال کی جائے۔ہماری زبان اس وقت آگے بڑھے گی جب اسے اہمیت دیں گے اور اپنے روزمرہ کے معاملات میں بھی اس کو استعمال کریں گے۔

سرکاری سطح پر مختلف دفاتر میں بھی پیپر ورک تقریباً انگریزی زبان میں ہی انجام دیا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے اردو زبان بہت پیچھے رہ جاتی ہے اور پھر عام بول چال کی حد تک اس کا چلن رہتا ہے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ مختلف محکموں میں آج بھی مقامی زبانیں بولی جاتی ہیں۔پنجاب کے رہنے والے پنجابی زبان میں بات کر رہے ہوتے ہیں۔

سندھ میں رہنے والے سندھی زبان میں بات کر رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے صوبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی اپنے اپنے صوبوں کی زبان ہی زیادہ تر استعمال کرتے ہیں۔

اردو کا چلن ان لوگوں میں عام ہے جو زیادہ شہروں میں رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی مقامی زبانوں سے ناآشنا ہوتے ہیں یا مختلف گھرانوں کے اردو بولنے والے بھی اس میں شامل ہوتے ہیں جن کی مادری زبان اردو ہے اور گھر سے ہی وہ اردو سیکھتے ہیں۔ ضروری ہے کہ حکومتی سطح پر اپنی زبان کے فروغ کے لیے ایسے قوانین بنائے تاکہ حکومت کے مختلف محکموں اور دوسرے اداروں میں بھی اردو زبان کا استعمال کیا جائے تاکہ بین الاقوامی زبان کی طرح اردو زبان بھی فروغ حاصل کر سکے اور یہاں کے رہنے والے لوگوں کی ضرورت بھی بن جائے۔ اگر حکومتی سطح پر کوئی ایسے اقدامات نہیں کیے جاتے تو زبان کا عمل بہت ہی پیچھے رہ جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس زبان میں نہ ہی کوئی حکومتی ذمہ داری موجود ہے نہ ہی ہماری ثقافت میں زبان کا گہرا تعلق ہے بلکہ پاکستان تو اپنی صوبائی زبانوں کی وجہ سے بھی بہت زرخیز ہے۔ اس لیے کہ مختلف صوبوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور عام آدمی بھی دن میں دو سے تین زبانیں بول رہا ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اردو زبان وہ مقام حاصل نہیں کر سکی جو کہ دوسری زبانوں کو حاصل ہے۔ اگر اس زبان کو حکومتی سرپرستی حاصل ہو گی اور ہم اپنی قومی زبان کو اپنا قومی فریضہ سمجھ کر سیکھیں گے اور ادا کریں گے تو اس سے آنے والے دور میں بہتری ہو گی۔ اس لیے کہ کوئی بھی قوم اپنی ثقافت کلچر اور زبان کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اردو زبان اس حوالے سے بہت ترقی یافتہ زبان ہے جس میں کلچر سماج اور ثقافت بڑی ہی خوبی سے بیان کی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومتی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے زبان کے وہ جواہر سامنے نہیں آسکتے جو حکومتی سرپرستی کی وجہ سے سامنے آتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ زبان کو سرکاری سرپرستی میں لیا جائے اس حوالے سے ادارۂ فروغِ قومی زبان نے بھی ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ہم اردو زبان کو کس طرح سے سرکاری زبان کے طور پر سامنے لا سکتے ہیں۔ ضروری ہے کہ زبان کے ماہرین اور اہل علم لوگوں سے مشاورت کے بعد اردو زبان کے حوالے سے ایک مستقل لائحہ عمل تیار کیا جائے جس میں سرکاری سطح پر زبان کو فروغ حاصل ہو۔

۲۔ اردو زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے ضروری ہے کہ ہمارا بنیادی نظام تعلیم ہماری قومی زبان پر انحصار کرتا ہو۔ ہم اپنے بچوں کے نظام سکول میں زیادہ تر بین الاقوامی زبان پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بچہ اس زبان کو جلدی جلدی سیکھ اور سمجھ لے حالانکہ یہ رویہ درست نہیں ہے۔ ہمیں بچے کی بنیادی تعلیم میں اردو زبان کو نمایاں حیثیت دینی ہو گی اور بچے کی تربیت اردو زبان سے کرنی ہو گی۔ جس سے اردو زبان بھی فروغ حاصل کرے گی اور بحیثیت قوم ہم اپنی زبان سے جڑ سکیں گے۔

ہمارے بنیادی تعلیمی نظام میں اردو زبان کو اتنی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ سکول کی تعلیم میں اپنی زبان کو اہمیت دیں اور اس میں ہی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ جدید علم کا حصول بین الاقوامی زبان سیکھے بغیر ممکن نہیں ہے لیکن ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اپنی زبان اردو میں جو ہمارا علمی ورثہ ہے۔ اس کو پڑھیں اور سمجھ کر آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ یہ عمل بنیادی طور پر فرد کو اپنی شناخت قائم کرنے اور اپنی تہذیب و ثقافت سے جڑنے کا موقع دیتا ہے جو کہ اپنی زبان سیکھے بغیر ممکن نہیں ہے ضروری ہے کہ ہم اپنے بنیادی سکول نظام میں اردو زبان کو بہتر طریقے سے علمی اور ادبی زبان بنا کر پیش کریں۔ دوسرے مضامین جو کہ انگریزی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں کوشش کریں کہ ان کو اردو زبان میں ترجمہ کر کے پڑھایا جائے اور اپنی ہی زبان میں تمام تر مضامین کا مطالعہ کروایا جائے۔ اس سے بچے کے اندر کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں گی کیونکہ دوسری زبان سمجھتے اور سیکھتے ہوئے بچہ کافی مشکلات کا سامنا کرتا ہے لیکن اپنی زبان کو سیکھ کر بچہ چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

جدید علوم بھی اردو زبان میں ترجمہ کر کے پڑھائے جائیں اور بچوں کو سکھائیں گے تب ہی یہ ممکن ہو گا کہ ہماری قوم ترقی کر سکے اور علمی معاملات میں آگے بڑھ سکے۔ بین الاقوامی زبان سیکھنے میں کوئی غلط بات نہیں ہے اور نہ ہی بین الاقوامی زبان سیکھنے سے ہماری زبان کا رتبہ کم ہوتا ہے بلکہ بین الاقوامی زبان جدید علم کو سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے اس کے ساتھ ساتھ ہماری قومی زبان بھی ہمارا علمی اور ثقافتی ورثہ ہے۔ جس کی ہمیں شناخت ہونی چاہیے یہ عمل بنیادی طور پر ہمیں اپنی قومی زبان سے جوڑے گا اور حکومتی سطح پر جب اس طرح کے اقدامات کیے جائیں گے۔ اس زبان کی ترویج و اشاعت میں روز بروز اضافہ ہو گا اور اس زبان کو سیکھنے کا عمل بھی تیز تر ہو گا۔ لوگ اپنی قومی ذمہ داری اور فریضہ سمجھ کر اس کو انجام دیں گے ضروری ہے کہ حکومت اس حوالے سے ایک جامع اور واضح لائحہ عمل طے کرے جس میں تعلیمی پالیسی کو اردو کے حوالے سے واضح کیا جائے تاکہ اردو زبان کی تعلیمی اور علمی حیثیت سامنے آ سکے۔ یہی عمل زبان کو آگے بڑھانے میں معاون اور مددگار ہوں گا۔

۳۔ بطور ذریعہ تعلیم اردو کی ترویج و اشاعت کے لیے ضروری ہے کہ حکومتی سطح پر مقابلے کے جو امتحانات لیے جاتے ہیں اس میں انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں امتحان دینے کا موقع میسر ہو۔ اس سے بچوں کے اندر اردو زبان سیکھنے اور اردو زبان میں تعلیم حاصل کرنے کی طرف توجہ بڑھے گی اور اردو زبان کو علمی زبان کے طور پر لیا جائے گا۔ جس میں حکومتی سطح پر اعلیٰ عہدے داریوں کا حصول بھی ممکن ہو گا۔

سی ایس ایس کے امتحان میں اردو کے پرچے کو لازمی قرار دیا جائے اور اس میں ایسا کورس موجود ہو جو کہ اس زبان کے حوالے سے مکمل طور پر آشنائی کا ذریعہ ہو۔ اس سے ہی زبان اپنے سماجی مدارج طے کرے گی اور اس کی طرف

توجہ دی جائے گی۔ حکومتی سطح پر مقابلے کے ایسے امتحان میں ضروری ہے کہ قومی زبان کو وہی اہمیت دی جائے جو ہم بین الاقوامی زبان کو دیتے ہیں۔ یہ عمل بچوں کے اندر شعور اور آگاہی پیدا کرے گا کہ ہمیں اپنی قومی زبان سیکھنی چاہیے کیونکہ قومی زبان میں بھی وہ تمام امتحانات دیے جاسکتے ہیں جو کہ بین الاقوامی زبانوں میں لیے جاتے ہیں۔ اس سے یہ احساس بھی پیدا ہو گا کہ ہماری زبان بھی اعلیٰ درجے کی ہے جس میں جدید علوم اور جدید کلچر اور سماج کو مد نظر رکھتے ہوئے علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔ حکومت کی طرف سے اس معاملے میں ایک واضح حکمت عملی بنائی جائے اور ایسے امتحان میں انگریزی اور اردو دونوں زبانوں کی سہولت موجود ہو جس میں طالب علم اپنی مرضی کے مطابق جس زبان میں امتحان دینا چاہے اسی میں امتحان دے۔

اس بات پر بھی بحث کی جاتی ہے کہ جدید علوم کی تعلیم انگریزی زبان کے بغیر ممکن نہیں ہے لیکن اس کے لیے کوئی ایسی حکمت عملی نہیں بنائی جاتی جس میں ہم اردو زبان میں بھی جدید علم حاصل کرسکتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اس حوالے سے قانون سازی کرے اور مقابلے کے امتحانات میں اردو کو لازمی مضمون کے طور پر شامل کیا جائے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی یہ امتحان دیے جاسکتے ہیں۔

۴۔ بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات کو مد نظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اردو زبان میں تراجم کا عمل شروع کروایا جائے ہمارے ہاں بہت کم ایسے ادارے ہیں جو کہ مستند ترجمہ کرتے ہوں ضروری ہے کہ اردو زبان میں جدید علم کو ترجمہ کروایا جائے اس درجے میں سے سب سے زیادہ فائدہ اردو زبان کو حاصل ہو گا کہ اس میں نئے خیالات کا اضافہ ہو گا اور جدید علم جو کہ صرف بین الاقوامی زبان میں ہی پڑھا اور سمجھا جاسکتا ہے۔ اسے اردو زبان میں بھی پڑھا اور سمجھا جائے گا اس لیے کہ کوئی بھی انسان فطرتا اپنی زبان میں جلدی باتوں سیکھتا اور عمل کرتا ہے اگر اردو زبان میں بھی جدید علوم جن کو سائنسی علوم کہا جاتا ہے یا ایسے علوم جو جدید ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر پروگرامنگ کے حوالے سے ہیں ان دنوں میں ترجمہ کروایا جائے تاکہ بچوں کو اپنی زبان میں سیکھنے میں آسانی ہو اور وہ اس شعبہ میں نمایاں کارکردگی دکھا سکیں۔ یہ بات عیاں ہے کہ ہمارے ہاں انگریزی بولنے والے زبان کو ہی درست بولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں کوئی نئی کارکردگی دکھانا کوئی ادب تخلیق کرنا یا تاریخی حقائق کی جانچ پرکھ کرنے کا معاملہ بہت ہی کم ہے۔ ایسے سکالر بہت ہی کم تعداد میں موجود ہیں ضروری ہے کہ جدید علم کو اردو زبان میں ترجمہ کیا جائے تاکہ آنے والے دور کے لوگ اپنی زبان میں جدید علوم کو پڑھ سکیں اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ ہماری زبان بھی علم سے منور ہو گی اور نئے علوم زبان میں ابلاغ کے نئے وسائل کو جنم دیں گے جس کی وجہ سے اردو کی ترویج و اشاعت ہو گی اور اسے سمجھنے پڑھنے اور لکھنے کا رواج قائم ہو گا۔

حکومت اگر ترجمہ نگاری کے حوالے سے مکمل قانون سازی کر کے ایسے اداروں کے قیام کو یقینی بنائے۔ جہاں پر جدید مضامین کو اردو میں ترجمہ کیا جائے اور یہاں کے رہنے والوں کو بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی اس علم کو سکھایا جائے۔ اس سے یہاں کے رہنے والوں کی علمی استعداد میں اضافہ ہو گا اور وہ جدید علم میں اضافے کا بھی سبب بنیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بین الاقوامی زبان کو سیکھتے سیکھتے ہم پھر زبان کو بولنے اور اس میں اظہار خیال کو بہتر کرنے پر ہی زور دیتے ہیں۔ ہم اس میں علمی استعداد کو کم بڑھاتے ہیں اور عموماً علمی حوالے سے ہم ایسی کتابوں کو پسند کرتے ہیں جو کہ ہماری اپنی زبان میں لکھی گئی ہوں۔ اگر اس حوالے سے اردو میں جدید ٹیکنالوجی کی زبان کو لکھا جائے گا اور جدید سائنسی علوم کو اردو میں بیان کیا جائے گا تو یہاں کے سمجھنے والے ان مضامین کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں گے اور اپنی علمی استعداد کے مطابق اس کی کار فرمائی میں اپنا حصہ ڈال سکیں گے۔ یہ اس خطے کے لوگوں کے لیے انتہائی ضروری ہے کیونکہ بین الاقوامی زبان سیکھنے کے بعد بھی ان کے جدید علوم اور ان کے قدیم ورثے کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ زبان ہر دور میں اپنے سانچوں کو تبدیل کرتی ہے اور اس میں کئی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں اپنی زبان میں تو آسانی سے سمجھی جا سکتی ہیں لیکن کسی دوسری زبان میں ان کو سمجھنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ زبان اپنی تاریخ ثقافت کلچر اور مذہب کی آئینہ دار ہوتی ہے ضروری ہے کہ اپنی علمی استعداد کو اردو زبان میں بڑھایا جائے اور اردو زبان میں جدید علوم کی کتابوں کو ترجمہ کیا جائے۔

یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے اداروں کا قیام یقینی بنائے اور ایسے لوگ جو کے جدید علوم سے واقفیت رکھتے ہیں اور اردو زبان سے بھی اچھی طرح آشنا ہیں۔ ان کو ترجمہ سازی کے کام سپرد کیے جائیں اور ایسی کتابیں ترجمہ کروائی جائیں جو کہ یہاں کے لوگوں کی علمی استعداد کو بڑھا سکیں اور کوئی بھی فرد اردو زبان میں جدید علم کو پڑھ کر بین الاقوامی زبان والوں کے ساتھ ڈسکس کر سکے۔ یہ ضروری ہے کہ ایسے ہنر مند افراد جو کہ اچھا ترجمہ کرنے کی استعداد رکھتے ہیں ان سے کام لیا جائے۔ حکومت اس حوالے سے منصوبہ بندی کر کے اپنی زبان کے فروغ کے لیے کارہائے نمایاں سر انجام دے سکتی ہے۔ اس سے نہ صرف ہماری قومی زبان کو فائدہ ہو گا بلکہ یہاں کے رہنے والے جو اردو زبان سے منسلک ہیں انہیں جدید علم حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔

علمی حلقوں میں اردو زبان کی اہمیت وہ نہیں جو بین الاقوامی زبان کی ہے ہمیں اس حیثیت اور اس شناخت کے ساتھ ساتھ اردو کی شناخت کو بھی قائم رکھنا ہے جو کہ اپنے علمی خزانے سے ہی پہچانی جائے گی۔ اس میں جس قدر نئے خیالات کا اضافہ ہو گا نئے علوم کو اس میں سمایا جائے گا تب ہی زبان کا عمل درست ہو گا اور ایک ایسا لائحہ عمل بن جائے گا جس سے زبان اپنے علمی ادبی اور ثقافتی حلقوں کو وسیع تر کرتی چلی جائے۔ اس حوالے سے حکومت کی طرف سے

مناسب منصوبہ بندی اور حکمت عملی کے تحت ہی اس کام کو انجام دیا جا سکتا ہے حکومت کو چاہیے کہ وہ اس حوالے سے قانون سازی کرے اور ایسے اداروں کی تشکیل کو یقینی بنائے جو معیاری اور مستند ترجمہ کر سکیں۔ یہ ترجمہ کالج اور یونیورسٹیز کی لائبریریوں میں موجود ہونا چاہیے جو کہ جدید علم کو سیکھنے کا ذریعہ بن سکے۔ اسی سے ہی زبان اب ترقی کرتی ہے اور اس کے علمی ادبی اور ثقافتی ورثے میں اضافہ ہوتا ہے۔

۵۔ اردو زبان بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات کو درست کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اردو زبان کے حوالے سے قانون سازی کی جائے۔ پرنٹ میڈیا سوشل میڈیا اور ٹی وی چینل پر درست اردو بولنے لکھنے کو قانونی حیثیت دی جائے اور اس حوالے سے میڈیا سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا میں ایسے لوگوں کا موجود ہونا ضروری ہو جو کہ درست لکھنا بولنا اور پڑھنا جانتے ہوں۔ اس سے یہ ہو گا کہ ہمارے پرنٹ میڈیا سوشل میڈیا اور ٹی وی چینل پر جس طرح کی زبان پیش کی جائے گی وہ درست ہو گی اور نہ درست اردو لکھنے کا رواج ختم ہو گا۔ اس حوالے سے مکمل تنظیم سازی کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ پرنٹ میڈیا سوشل میڈیا اور ٹی وی چینل پر اکثر و بیشتر اردو کی ایسی غلطیاں دیکھنے میں آتی ہیں جو کہ زبان کے بنیادی ڈھانچے کو ہی تبدیل کر دیتی ہیں اور جملے کی بناوٹ ایسی ہوتی ہے۔ جس سے ابلاغ نہیں ہو پاتا یا ابلاغ ہو بھی پائے تو زبان ایسی ہوتی ہے جو جملے کی ساخت کو متاثر کرتی ہے۔

اس حوالے سے حکومت کی طرف سے مناسب حکمت عملی کے تحت اس قوم کو سرانجام دیا جائے۔ اس حوالے سے حکومتی سطح پر قانون سازی کی جائے گی تو یہ عمل جلدی بہتر ہو گا اور نہ درست اردو لکھنا ختم ہو گا اور ایسے تربیت یافتہ لوگ سامنے آئیں گے جو درست اردو لکھنا بولنا اور پڑھنا جانتے ہوں۔ اس کی وجہ سے زبان بھی اپنے ابلاغ کے وسائل کو بڑھائے گی اس میں نت نئے الفاظ شامل ہوں گے اور نیا ذخیرہ علم زبان کو وسعت دینے میں اہم ثابت ہو گا۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم اپنے پرنٹ میڈیا سوشل میڈیا اور ٹی وی چینل پر ایسے لوگوں کو مواد / متن کی نگرانی کے لیے مقرر کریں جو اردو زبان کے حوالے سے ہر طرح کا علم رکھتے ہوں تاکہ کوئی ایسی غلطیاں سامنے نہ آئیں کیونکہ ایسے اداروں اور ایسے پلیٹ فارم سے جب اس طرح کی غلطیاں سامنے آتی ہیں تو زبان کا عمل کمزور ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اسے بہت سے لوگ سیکھتے ہیں اور بولنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ بھی انہی کی طرح نہ درست اردو کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

یہ عمل اسی صورت میں درست ہو پائے گا جب حکومت کی طرف سے اس پر قانون سازی کی جائے گی اور اس کے اصول و قوانین بنائے جائیں گے جن کے تحت اردو زبان بولی اور لکھی جائے۔ سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا پر ایسے لکھنے والے جو کہ درست زبان کا استعمال نہیں کرتے اور الفاظ کو اپنے طریقے سے جملوں میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کی

بھی نشاندہی ہو پائے گی اور وہ درست اردو کی طرف راغب ہوں گے اس کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کی طرف سے تربیت یافتہ لوگوں کو اس کام پر مرکوز کیا جائے تا کہ وہ قومی زبان کو بہتر طریق کے سے میڈیا سوشل میڈیا اور مختلف ٹی وی چینلز پر پیش کر سکیں۔ حکومت کی ترجیحات میں یہ اولین ترجیح ہونی چاہیے کہ اردو زبان ہماری قومی زبان ہے اور صرف فروغ دینے کے لیے ہمیں ان تمام اقدام کو بروئے کار لانا ہو گا جس سے زبان کا عمل بہتر ہو سکے۔

حوالہ جات

۱۔ خورشید ندیم، اردو یا انگریزی، اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام اباد، جنوری، ۲۰۱۲ص، ۳۲

۲۔ شمیم کوثر، ڈاکٹر، لسانی مطالعہ اور زبان کا ارتقا، اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، نومبر، ۲۰۲۱ص ۵۰،

۳۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، اردو لسانیات، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ۱۹۹۰، ص، ۱۵

۴۔ سفارشات برائے نفاذ اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد پاکستان، ۲۰۰۵

۵۔ عبد الستار ملک، ڈاکٹر، اردو زبان ماضی حال اور مستقبل، اردو زبان و لسان کی تدریس تقاضے اور تجاوز، اخبار اردو، ادارہ فروخ قومی زبان، جولائی ۲۰۲۰ص ۵۹

۶۔ طاہر فاروقی، پروفیسر، اردو اتحاد اور محبت کی پیامی، اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان، دسمبر ۲۰۱۸ص، ۳۴

۷۔ فتح محمد ملک، اپروفیسر، ردو اور استحکام پاکستان، اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، جنوری ۲۰۲۱، ص ۴

۸۔ سلیمان اطہر، ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۲ص ۱۵۸

۹- ایضاً، ص ۱۵۹

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۵۹

۱۱- ایضاً، ص ۱۶۲

۱۲۔ شمس بدایونی، ڈاکٹر، اردو میں دخیل انگریزی الفاظ، مسائل اور مباحث، اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد اکتوبر ۲۰۲۱صفحہ نمبر ۸

۱۳۔ سلیمان اطہر، ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۲ص ۱۶۳

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۵۲

۱۵۔ عبد الستار ملک، ڈاکٹر، اردو زبان ماضی حال اور مستقبل اردو زبان و لسان کی تدریس تقاضے اور تجاویز، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد، جولائی ۲۰۲۰ صفحہ نمبر ۵۹،

۱۶- سلیمان اطہر، ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۲ص ۱۵۰

۱۷- ایضاً، ص۱٦۰

باب: پنجم

مجموعی جائزہ، نتائج و سفارشات

الف: ماحصل

مجموعی طور پر زیرِ نظر موضوع کے تحت پاکستانی نظام تعلیم و تدریس میں لسانی ترجیحات کے اردو زبان پر اثرات کا جائزہ سکتناب کنگس کے نظریے لسانیت کے تحت لیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر لنگس کا یہ نظریہ مقامی زبانوں کے معدوم ہونے کے حوالے سے ہے۔ جہاں دنیا میں بین الاقوامی زبان انگریزی کا چلن اتنا عام ہو گیا ہے کہ یہ بہت سے ممالک کی مقامی زبانوں پر حاوی ہو گئی ہے۔ اس سے یہ خطرات اور خدشات پیدا ہو سکتے ہیں کہ کیا انگریزی زبان کی وجہ سے مقامی اور قومی زبان تو معدوم نہیں ہو جائے گی کیونکہ زبان بدلنے کے ساتھ دوسری زبان کی تہذیب ثقافت تعلیم اور لسانی رویے بھی ساتھ چلتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مقامی زبانوں اور مقامی رسم و رواج پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں بنیادی طور پر کنگس کے مطابق انگریزی زبان کو ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور باقی زبانوں کو انگریزی زبان کے مقابلے میں کم اہمیت دی جاتی ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر اہمیت دی جاتی ہے۔ اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا نو آبادیاتی نظام کے بعد ایسے ممالک جہاں پر بڑی طاقتوں نے حکمرانی کی ہے وہاں وہ اپنی کلچر رسم و رواج کے ساتھ ساتھ زبان کو بھی وہاں کے لوگوں میں عام کیا ہے اور اپنی زبان سیکھنے کی طرف انہیں راغب کیا ہے۔

برصغیر میں انگریزی زبان بنیادی اہمیت اختیار کر چکی ہے پہلے سکولوں میں اول کلاس سے انگریزی زبان پڑھانے کا رواج موجود نہیں تھا بلکہ اول کلاس سے بچہ اپنی قومی زبان میں تعلیم حاصل کرتا تھا لیکن اب یہ سلسلہ آہستہ آہستہ تبدیل ہو گیا ہے اور قومی زبان اور علاقائی زبانوں کی جگہ بین الاقوامی زبان میں بچے کو تعلیم دی جاتی ہے بنیادی طور پہ اس میں صوبائیت علاقائیت اور لسانیت یہ تمام اپنے مفاد کے لیے ہی وضع کی جاتی ہیں۔ کیونکہ نو آبادیاتی دور میں برطانوی سامراج یہ چاہتا تھا کہ یہاں کے لوگ ان کے نظام کو مضبوط کرنے کے لیے ان کی زبان سیکھیں تاکہ وہ بھی ہماری زبان بول سکیں اور یہاں پر حکومت کرنے میں ہماری مدد کر سکیں۔ اس معاملے میں علاقائی زبانیں بہت ہی متاثر ہوتی ہیں اس لیے کہ ان پر کم توجہ صرف کی جاتی ہے اور صرف یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہمیں اپنے حکام بالا کی زبان کو ہی سمجھنا ہے۔ یہ معاملہ ذریعہ تعلیم کی زبان کے تناظر میں متنوع قسم کا طبقاتی نظام تعلیم رائج کرتا ہے اس سے سوسائٹی میں مختلف طرح کے طبقات بنتے ہیں جہاں پر تعلیمی نظام مختلف طریقے سے سامنے آتا ہے۔

پاکستان میں تعلیمی نظام جس طرح ارتقاپذیر ہوا اس میں علاقائی زبانوں کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی سب سے پہلے قومی زبان میں تعلیم کا رواج عام تھا اور ہمارے نظام سکول میں بھی تمام نصاب بچوں کو اردو زبان میں پڑھایا جاتا تھا جو کہ گزشتہ کئی سالوں سے تبدیل ہو کر انگریزی میڈیم میں بدل چکا ہے۔

ہمارا تعلیمی نظام بھی اول کلاس سے لے کر آخر تک انگریزی زبان کی ہی ترویج کرتا ہے اس کی وجہ سے بچے انگریزی زبان کی طرف ہی راغب ہوتے ہیں اور اسے ہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں چونکہ ان کو امتحانات انگریزی میں دینے ہوتے ہیں اور کلاس روم میں بھی یہ انگریزی زبان میں ہی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انگریزی زبان کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور مقامی اور قومی زبان کی اہمیت اس کے سامنے اس قدر نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقامی زبان صرف ابلاغ کا ذریعہ ہے اور معاشرے میں یہ بولی جاتی ہیں کوئی اور ایسی مجبوری اس کے ساتھ نہیں جڑی جس کی وجہ سے ہمیں لازمی مقامی یا قومی زبان سیکھنا پڑتی ہو جس طرح سے ہمارا تعلیمی نظام انگریزی میں ہونے کی وجہ سے یہ مجبوری ہوتی ہے کہ بچہ انگریزی زبان کو اچھی طرح سے پڑھے لکھے اور اس کو سمجھ سکے۔

کنگس کے نظریے کے مطابق بچوں کو مقامی زبانوں میں تعلیم دینی چاہیے اور مقامی زبان سے ہمیں قومی زبان اور پھر بین الاقوامی زبان سیکھنے کی طرف راغب ہونا چاہیے۔ بنیادی تعلیم مقامی زبانوں میں ہو جس میں بچہ اپنی زبان کے ساتھ ساتھ رسم و رواج کلچر ثقافت اور ماحول کو سمجھ سکے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا ہمارے یہاں صوبائی سطح پر تعلیم پہ مختلف نظام رائج کیے گئے ہیں۔ مختلف صوبائی زبانیں ہمارے یہاں موجود ہیں اور ہمارا بنیادی تعلیمی نظام بھی مادری زبانوں پر مبنی ہے۔

خیبر پختون خواہ اور سندھ کے علاقوں میں عام طور پر اپنی علاقائی اور مادری زبان میں ہی تعلیم دی جاتی ہے لیکن اس میں بھی معاملہ یہ ہے کہ اس میں بچے کو مقامی زبان صرف ایک مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی ہے اور تمام مضامین انگریزی اور اردو زبان میں موجود ہیں۔ جس کی وجہ سے بچے کو تین زبانیں سیکھنا پڑتی ہیں بچہ عموماً اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرتا ہے لیکن ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ بچے کو بین الاقوامی یا قومی زبان سکھائی جائے اسی لیے ہمارے پنجاب کے تعلیمی نظام میں بین الاقوامی زبان اور قومی زبان کو ہی پڑھایا جاتا ہے اور مقامی زبان میں تعلیم دینے کی بجائے اسے بین الاقوامی یا قومی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے جس کی وجہ سے بچہ بہت سی مشکلات کا شکار ہوتا ہے۔ عموماً ایسے ہوتا ہے کہ ہمارے گھروں میں مادری یا صوبائی زبان ہی بولی جاتی ہے۔ پاکستان میں بہت کم تعداد اردو اور انگریزی بولنے والوں کی ہے جو گھروں میں اردو یا انگریزی زبان بولتے ہیں بچہ عموماً گھروں میں مادری زبان سے ہی سیکھتا اور اپنے

معاملات سر انجام دیتا ہے جب وہ سکول میں جا کر دوسری زبانیں پڑھتا ہے اور اسے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو اسے دقت محسوس ہوتی ہے یہ وقتی ہوتی ہے لیکن پھر بھی بچے کے لیے مشکلات پیدا کرتی ہیں۔

اپنی مقامی زبانوں میں لکھنا پڑھنا نہیں سیکھ سکتے۔ مقامی زبانیں بولتے تو ضرور ہیں لیکن اس میں لکھنا یا پڑھنا بہت ہی کم لوگوں کو آتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہمارے بنیادی نظام سکول میں مقامی زبان کو لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت پر کام ہی نہیں کیا جاتا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بچے کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ذریعہ تعلیم کی زبان کے تناظر میں متنوع زبان بچے کے لیے مختلف مسائل کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں پاکستان میں ذریعہ تعلیم کا عمل غیر تسلی بخش ہے۔ ذریعہ تعلیم ہر نظام تعلیم میں اساسی حیثیت رکھتا ہے صرف اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو ہماری علمی اور ادبی اور ہماری قومی امنگوں کو پوری کرتی ہے ضروری ہے کہ صوبائی سطح پر قومی زبان میں تعلیم دینے پر توجہ دی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ مقامی زبان بھی بولی جائیں اور ان میں تعلیم دی جائے۔ ان کو پڑھنا لکھنا اور بولنا سکھایا جائے۔ اس کی وجہ سے مقامی زبانوں کی اہمیت بڑھے گی اور بچے اپنی مقامی زبان کو بھی لکھ اور پڑھ سکیں گے۔

قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر ہم شرح خواندگی میں نمایاں اضافہ کر سکتے ہیں اور اپنے معاشرے میں یکساں نظام تعلیم کو رائج کر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہمارے ملک میں شرح خواندگی بڑھنے کے ساتھ ساتھ تعلیم کی طرف رجحان بھی نمایاں حد تک بڑھے گا۔ اس لیے کہ بچہ جب اپنی مقامی اور قومی زبان میں تعلیم حاصل کرے گا تو اس کے اندر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بڑھے گی اور وہ صرف پڑھے گا نہیں بلکہ کچھ نہ کچھ سوچے گا اور اپنے علم کو بروئے کار لاتے ہوئے مختلف عمل سر انجام دے گا۔ ہمارے ہاں تعلیم عملی طور پر سامنے اس لیے نہیں آتی کہ یہاں کا نظام تعلیم انگریزی زبان میں ہے جو کہ بچہ پوری طور پر نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے پس منظر اس کی تاریخ اس کی ثقافت کلچر رسم و رواج اور اس کے ماحول سے آشنا ہونا اتنا آسان نہیں ہے۔ ہم زبان تو سیکھ لیتے ہیں لیکن زبان کے ساتھ جڑی دوسری چیزیں جو کہ اس کے ماحول کو سازگار کرتی ہیں ان کو بھی اپنانا ہوتا ہے جو کہ ہم نہیں اپنا سکتے اسی لیے ہمارا علم عملی صورت میں بھی سامنے نہیں آتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ قومی زبان کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کو بھی اہمیت دی جائے اور علمی معاملات میں اپنی قومی اور صوبائی زبانوں سے کام لیا جائے تاکہ اس کو بہتر طریقے سے سمجھا جا سکے اور معاشرے میں فعال کردار کے طور پر زبان اپنا کردار ادا کر سکے۔

لنگس کے اس نظریے کے مطابق اگر مقامی زبانوں اور قومی زبان کو اہمیت دی جائے اور ان میں تعلیم کے نظام کو درست کیا جائے پرائمری سطح سے بچے کو مادری اور قومی زبان کی طرف راغب کیا جائے اور اپنی سوسائٹی کے رہنما اور کلچر ثقافت زبان رسم ورواج سے آگاہ کیا جائے۔ اس کی تربیت اپنی مقامی اور قومی زبان میں اس طرح سے کی جائے کہ آگے چل کر معاشرے کا فعال رکن بن سکے اور اپنا علم جو اس میں حاصل کیا ہے اس سے مدد لے سکے۔ ہم بین الاقوامی زبانوں پر ہی توجہ دیں گے اور صرف انگریزی زبان کو ہی ذریعہ سمجھیں گے تو ہم آہستہ آہستہ اپنی زبانوں سے دور ہوتے جائیں گے ہماری ثقافت کلچر رقم الرواج رہن سہن سب کچھ آہستہ آہستہ انگریزی زبان کے اثر سے تبدیل ہو جائے گا۔

یہاں کی مقامی زبانیں اور کلچر آہستہ آہستہ معدوم ہونا شروع ہو جائے گا ضروری ہے کہ مقامی زبانوں اور مادری زبانوں کی نشوونما کے لیے انہیں تعلیمی نظام کا حصہ بنایا جائے اگر تعلیمی نظام کا حصہ نہیں بنایا جائے گا تو یہ زبانیں اپنے علمی مدارج طے نہیں کر پائیں گی ہماری مادری اور صوبائی زبانیں بھی اپنے اندر کافی وسعت رکھتی ہیں اور ایک بڑے پیمانے پر سمجھی جانے والی زبانیں ہیں اگر ہم ان پر توجہ دیں گے۔ ان زبانوں کو لکھ اور پڑھ بھی سکیں گے اور ان میں نیا ادب اور نئے خیالات کا اضافہ کر سکیں گے۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو مقامی زبانیں آہستہ آہستہ انگریزی زبان کے تسلط کی وجہ سے معدوم ہو جائیں گی ضروری ہے کہ ان زبانوں کو بھی توجہ دی جائے اور ان زبانوں میں تعلیم دی جائے تاکہ یہ زبانیں بھی آگے بڑھ سکیں اور ہم ان زبانوں کو سیکھ کر معاشرے میں فعال کردار ادا کر سکیں۔

کنگس بنیادی طور پر اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ مقامی اور قومی زبانیں کسی بھی ملک کا اثاثہ ہوتی ہیں وہاں کے لوگوں کا رسم ورواج کلچر اور ثقافت انہی زبانوں کی وجہ سے سامنے آتے ہیں یہ بین الاقوامی زبان کی وجہ سے ایسا ہوا کہ مقامی زبانوں کو ثانوی زبان کی حیثیت دے دی گئی اور انگریزی زبان کو ہی اہم زبان سمجھا گیا ملک کے تعلیمی نظام میں انگریزی زبان ہی سب سے اہم درجہ رکھتی ہے اس لیے کہ ہمارا تعلیمی نظام ہمارے تمام مقابلے کے امتحانات اور بڑے شعبہ جات کے امتحانات انگریزی زبان میں ہی لیے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم بین الاقوامی زبان کو اہم سمجھتے ہوئے اپنی مقامی اور قومی زبان پر فوقیت دیتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اس حوالے سے قانون سازی کرے اور مقامی اور قومی زبانوں کو اہمیت دے جس کی وجہ سے ہمارا تعلیمی نظام زیادہ بہتر ہو گا بچے زیادہ بہتر طریقے سے پڑھے ہوئے علم کو سمجھ پائیں گے اور شرح خواندگی میں اضافہ ہو گا۔ جب تک اردو زبان کو قومی سطح پر ترقی نہیں دی جائے گی اور اس کی اہمیت کا خیال نہیں رکھا جائے گا تب تک ہمارے یہاں کا تعلیمی نظام اس طرح کے نتائج پیدا نہیں کر سکے گا کیونکہ یہاں پر جو زبان تعلیم کے لیے استعمال کی جا رہی ہے۔ وہ صرف تعلیم کی ضرورت کو پورا کرتی ہے معاشرے کا فعال فرد بننے اور ملک و قوم کو آگے

بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ اپنی زبانوں میں موجودہ علم کو سمجھا اور پرکھا جائے اور علمی سطح پر فعال کردار ادا کیا جائے تاکہ موجودہ علم سے آشنا ہو کر نئے علم کے مواقع پیدا کیے جا سکیں۔

اردو کے مقابلے میں انگریزی کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیحات کے مضمرات کا جائزہ انگریزی زبان کا نو آبادیاتی اور استعماری تناظر جانے بغیر ممکن نہیں ہے۔ انگریزی زبان کا نو آبادیاتی اور استعماری نظام ملک میں عسکریت کے تحت عمل کرتا ہے اور اپنی اہمیت منواتا ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ نو آبادیات اپنے استعماری تناظر کے بغیر نامکمل ہوتا ہے۔ نو آبادیاتی تناظر میں اس وقت استعماری تناظر ضروری ہے کہ اپنے اصول و قوانین پر عمل کروانے کے لیے انہیں ایک ایسی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے جو عوام کو ان کے اصول و قوانین سے اچھی طرح سے واقف کروا سکے اور ان پر عمل کروا سکے ان پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے اور کسی بات کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھا جاتا ہے۔ اس میں کسی بھی ملک کی سالمیت کا کوئی موضوع شامل نہیں ہوتا بلکہ نو آبادیاتی تناظر اپنی حکمت عملی کے تحت آگے بڑھتا اور عمل کرتا ہے۔ اس میں ان کے سماجی مراتب جو کہ کسی بھی نو آبادیات میں جاتے ہوئے جو یہ مرتب کرتے ہیں ان پر بہتر طریقے سے عمل کیا جاتا ہے جسے نو آبادیاتی تمدن کے نام سے محفوظ کیا جاتا ہے۔

نو آبادیاتی تمدن بنیادی طور پر نو آبادیاتی سماج کی ہی نمائندگی کرتا ہے۔ نو آبادیاتی تناظر میں آباد نئے آباد کار سماجی طور پر مقامی لوگوں کے ساتھ میل جول میں ایسے سماجی مراتب کا تعین کرتے ہیں جو کہ مقامی مرکزی قیادت کو مد نظر رکھتے ہوئے مقرر کیے جاتے ہیں۔ نو آبادیاتی تناظر بنیادی طور پر سماج میں ایسے اصول و قوانین وضع کرتے ہیں جو کہ ان کو حکومت کرنے اور مقامی لوگوں پر تسلط حاصل کرنے کا پورا پورا موقع دیتے ہیں۔

بنیادی طور پر یہاں پر جاگیر دارانہ کلچر اور زمین کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے ایک نئے کلچر نے جنم لیا جسے ہم جاگیر دارانہ کلچر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ نو آباد کار جب برصغیر میں داخل ہوئے تو انہوں نے مقامی نوابوں اور وڈیروں کے ساتھ مل کر ان کی زمینیں تقسیم کی اور اس غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے طاقتور طبقوں نے کمزور طبقوں کو دبا لیا اور ان سے کام لیتے ہوئے نو آباد کاروں کے مقصد کو آگے بڑھایا اس کی وجہ سے مختلف طریقوں سے معاشرے میں تبدیلی پیدا ہوئی اس کے ساتھ ساتھ چونکہ نو آباد کار اپنی کالونیاں مقامی لوگوں سے علیحدہ بناتے ہیں۔

ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہیں رکھتے جن کی وجہ سے مقامی لوگ ان کے کلچر اور ان کی عادات کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح سے انگریزی زبان بھی برصغیر میں نمایاں ہوئی اور پہلے پہل انگریزی زبان کو سکھانے کے لیے مختلف جگہ پر ایسے سکول مقرر کیے گئے جہاں پر انگریزی زبان سکھائی جاتی تھی بنیادی طور پر نو آباد کاروں کو اپنے نظام کو آگے بڑھانے کے لیے ایسے لوگوں کی ضرورت تھی جو ان کی زبان بول سکتے ہوں اور ان کی زبان میں مقامی

لوگوں کے حالات ان کی سوچ ان کی فکر سے آگاہ کر سکتے ہوں۔ اس کے لیے ان لوگوں کو زیادہ تر برطانیہ سے ہی لوگوں کو بلانا پڑتا تھا جو کہ انگریزی زبان بولتے تھے اور ان کے نظام کو آگے بڑھا سکتے تھے لیکن یہاں پر انہیں مقامی لوگوں کی بھی ضرورت تھی جو کہ انگریزی زبان میں ان کو مقامی حالات سے آگاہ کر سکیں۔ اس لیے انہوں نے یہاں پر انگریزی زبان کو سکھانے کا رواج عام کیا اور یہاں پر اس بات پر توجہ دی گئی کہ بااثر طبقے تک رسائی کے لیے انگریزی زبان کا سیکھنا ضروری ہے۔

اس لیے یہاں کے لوگوں نے صاحب اقتدار لوگوں تک رسائی کے لیے انگریزی زبان کو وسیلہ بنایا اور ایسے طبقے جو سرکار سے مختلف طرح کے فوائد لیتے تھے۔ انہوں نے انگریزی زبان کو سیکھا تاکہ وہ مقتدر طبقے تک رسائی حاصل کر سکیں۔ اس سے نو آبادکاروں کو بھی کافی فائدہ ہوا اس لیے کہ انہیں اپنی زبان میں مقامی لوگوں کے حالات و واقعات جاننے کا موقع ملتا تھا یہی وجہ ہے کہ انگریزی زبان کا چلن عام ہوا اور یہاں کے لوگ انگریزی زبان کو سیکھنے کی دوڑ میں شامل ہوئے۔ آج تک برصغیر پاک و ہند میں خاص طور پر پاکستان میں انگریزی زبان ہی ذریعہ تعلیم ہے اس کو کسی بھی سطح پر تبدیل نہیں کیا گیا مختلف صوبائی نظام تعلیم مقامی زبانوں میں رائج کیے گئے ہیں۔ ان کی حیثیت انگریزی زبان کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اور اسے علمی فوقیت کا بھی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

انگریزی زبان چونکہ صاحب اقتدار لوگوں کی زبان ہے اس لیے یہ زبان علمی حوالوں سے بھی اپنے اندر کافی اہمیت رکھتی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ انگریزی زبان سیکھے بغیر جدید علم تک رسائی ممکن نہیں ہے اور یہ بات کسی حد تک درست بھی ہے کہ ہم نے انگریزی زبان سے اپنی زبان میں تراجم بہت ہی کم تعداد میں کیے ہیں۔ جس کے لیے ترجمہ کر سکیں انگریزی زبان کی علمی فوقیت کے ساتھ ساتھ معاشی مراتب کے حوالے سے مجموعی طور پر دیکھا جائے۔

پاکستان میں معاشی مراتب کی تقسیم بھی انگریزی زبان کے ذریعے ہی ممکن ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ہمارے ہاں نظام تعلیم انگریزی زبان میں ہے اور جتنے بھی مقابلے کے امتحانات لیے جاتے ہیں۔ وہ انگریزی زبان میں ہیں ملک کے اہم شعبہ جات کی اہم معاشی مراتب بھی انگریزی زبان کے ذریعے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں پر مقامی یا قومی زبان کا کوئی عمل دخل موجود نہیں ہے بہت ہی کم امتحانات ایسے ہیں جس میں اردو زبان یا کسی مقامی زبان کو اختیاری مضمون کے طور پر اختیار کیا جا سکتا ہے جو کہ ہماری اپنی مرضی پر انحصار کرتا ہے۔ اس میں کوئی ملکی مجبوری شامل نہیں ہے یعنی حکومت کی طرف سے مقابلے کے امتحانات میں اس کو لازمی مضمون کی حیثیت نہیں دی گئی بلکہ ملک کے اہم شعبہ جات کے معاشی مراتب کے جتنے بھی سیٹیں ہیں۔

ان پر انگریزی زبان ہی کا اثر نظر آتا ہے جو کہ ہمارے قومی اور مقامی ورثے کو پس پشت ڈال کر صرف بین الاقوامی زبان پر ہی انحصار کرتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ قومی اور مقامی زبانوں کو بھی اہمیت دی جائے اور ملک کے اہم شعبہ جات کی سیٹوں پر امتحانات کے دوران مقامی اور قومی زبان کو بھی شامل کیا جائے ضروری ہے کہ حکومت اس حوالے سے قانون سازی کرے اور مقابلے کے امتحانات اور دیگر بڑے امتحانات میں قومی زبان کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کو بھی اہمیت دی جائے اور صرف بین الاقوامی زبان پر انحصار نہ کیا جائے۔ یہ ملکی ترقی اور فکر و آگاہی کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی قومی اور مقامی زبانوں کو بھی وہی اہمیت دیں جو بین الاقوامی زبانوں کو دیتے ہیں۔

بطور ذریعہ تعلیم انگریزی زبان کے مضمرات کا مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو اس کے کچھ مثبت اور منفی پہلو نمایاں ہوتے ہیں جو کہ نو آبادکاری کی وجہ سے سامنے آتے ہیں اس کے مثبت پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بر صغیر میں نو آبادکاروں کے آنے کے بعد انگریزی زبان برصغیر میں سیکھی جانے لگی۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ زبان صاحب اقتدار لوگوں کی زبان تھی اور ان تک رسائی کے لیے ضروری تھا کہ انگریزی زبان سیکھی جائے۔ یہاں پر علمی حوالوں سے بھی انگریزی زبان کو اہمیت دی گئی جو کہ بین الاقوامی سطح پر ایک اچھی بات ہے کہ آپ جدید علم اور جدید زبان سے آشنا ہیں اور اسے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان معاشی مراتب حاصل کرنے کے لیے بھی ضروری تصور کی جاتی ہے۔اس لیے کہ نو آبادکاری کے دوران انہیں لوگوں کو نوکریاں دی جاتی تھیں جو روانی سے انگریزی زبان بول سکتے تھے۔ آج بھی معاشی مراتب میں انگریزی زبان کا چلن عام ہے جو کہ نو آبادکاری کی وجہ سے سامنے آیا۔ یہ چلن اس حوالے سے اہم ہے کہ ہم اپنے نظام کو جدید زبان سے استوار کر رہے ہیں کیونکہ یہ بین الاقوامی زبان ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے ملک کا نظام بھی بین الاقوامی زبان سے آشنا ہو تا کہ وہ جدید دنیا کے ساتھ روابط قائم کر سکے۔

دور جدید میں چونکہ تمام ملک ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں تو وہ جدید ٹیکنالوجی اور جدید آلات کے استعمال کے لیے بھی اسی زبان کو سیکھتے ہیں کیونکہ انگریزی زبان ایک ایسا میڈیم بن چکا ہے جو کہ بین الاقوامی سطح پر استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے ملک میں اردو زبان رابطے کے طور پر استعمال کی جاتی ہے جتنے بھی صوبے ہیں وہ ایک دوسرے سے تعلق قائم کرنے کے لیے اردو زبان کا سہارا لیتے ہیں اور بات چیت کرتے ہیں۔ اسی طرح سے بین الاقوامی سطح پر انگریزی زبان ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کو سیکھ کر بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ انگریزی زبان سیکھے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے بلکہ اسے ضرورت کے تحت لیا جاتا ہے اور اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اس حوالے سے اس کے منفی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے اور بنیادی تھیوری جو کہ لنگس نے پیش کی ہے اس کے مطابق دیکھا جائے تو انگریزی زبان کے مثبت پہلو کی بجائے اس کے منفی پہلو کئی طرح سے نمایاں ہوتے ہیں جو کہ وہاں کی مقامی آبادی اور مقامی زبانوں کے لیے خطرے کا باعث ہیں لنگس کا بھی یہ کہنا ہے کہ انگریزی زبان کے اثر نے ہماری قومی اور مادری زبانوں کو خاصا نقصان پہنچایا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے بنیادی نظام سکول جو کہ پہلے مادری زبان اور قومی زبان میں بچوں کو تعلیم دیتے تھے ان کو آہستہ آہستہ تبدیل کر کے انگریزی نظام تعلیم بنا دیا گیا ہے اب بچے زیادہ مضامین انگریزی زبان میں پڑھتے ہیں اور قومی زبان کا صرف ایک مضمون ہے اور اسی طرح سے مقامی زبانیں تو کم و بیش ہی پڑھائی جاتی ہیں۔ خیبر پختون خواہ اور سندھ کے بیشتر علاقوں میں پرائمری حصے میں مقامی زبان پڑھائی جاتی ہے لیکن آگے مقامی زبان کسی بھی کلاس میں نہیں پڑھائی جاتی اور مقامی زبان بھی چونکہ صرف ایک ہی مضمون ہوتا ہے۔ اس لیے اس زبان پر بھی اتنی توجہ نہیں کی جاتی جو کہ منفی عمل ہے اور اس سے مقامی زبانوں کے معدوم ہونے ان کے کلچر رسم و رواج اور ثقافت تک زبان کے تبدیل ہونے سے خطرہ ہو سکتا ہے ضروری ہے کہ تعلیم کا نظام مادری اور قومی زبان میں ہونا چاہیے اور بین الاقوامی زبان کو اس حد تک اہمیت دینی چاہیے جس حد تک ضرورت ہے۔

جدید علم سے آشنا ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ انگریزی زبان سیکھے بغیر آپ جدید علم حاصل نہیں کر سکتے بلکہ اپنی زبان میں جدید علوم کے تراجم کروائے جا سکتے ہیں جس سے زبان کے علم میں بھی اضافہ ہو گا اور نئے خیالات بھی زبان میں شامل ہوں گے۔ یہ عمل بنیادی طور پر اپنی زبان کو آگے بڑھانے کا عمل ہے کیونکہ یہاں کا نظام زیادہ تر انگریزی زبان میں ہے۔ اس لیے اس سے مقامی زبانیں اور قومی زبان خاصی متاثر ہوئی ہے اور تعلیمی نظام میں اپنی اہمیت کھو چکی ہے اردو زبان بھی مقابلے کے امتحانات میں اختیاری مضمون کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسے لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل نہیں کیا گیا اور نہ ہی کسی اور امتحان میں اردو اور مقامی زبانوں کو کوئی اہمیت دی گئی ہے۔ اس کی وجہ بین الاقوامی زبان کو زیادہ فروغ دینا ہے۔

اپنی قومی اور مادری زبانوں پر توجہ نہیں دیں گے تو یہ آہستہ آہستہ معدوم ہوتی جائیں گی ان میں نئے الفاظ نیا ادب اور نئے خیالات جب تک داخل نہیں ہوں گے یہ زبان آگے نہیں بڑھ سکتی ضرورت اس امر کی ہے کہ لنگس کے نظریے لسانیت کے مطابق مادری اور قومی زبانوں کو بھی وہی اہمیت دی جائے جو کسی بین الاقوامی زبان کو دی جاتی ہے ۔ورنہ مادری اور قومی زبانوں کے معدوم ہونے کا خطرہ لاحق ہو گا۔

اس کا ایک منفی پہلو یہ بھی ہے کہ ہم بین الا قوامی زبان پڑھنا لکھنا اور بولنا سیکھتے ہیں جبکہ ہمیں اپنی مادری زبان لکھنا اور پڑھنا نہیں سکھائی جاتی صرف یہ سکھایا جاتا ہے کہ ہم نے اردو بولتے ہوئے اپنے مادری زبان کے الفاظ کی ساخت کو کس طرح تبدیل کرنا ہے۔ یہ بھی عمل بچہ اپنے عمل سے سیکھتا ہے اور اس میں آہستہ آہستہ کامیابی حاصل کرتا ہوا اپنی قومی زبان سیکھتا ہے۔ قومی زبان سیکھنا چونکہ بین الاقوامی زبان سیکھنے سے زیادہ آسان ہوتا ہے اس لیے کہ قومی زبان بولنے والے ہمیں اردگرد کافی تعداد میں مل جاتے ہیں لیکن بین الاقوامی زبان ہمارے اردگرد نہیں بولی جاتی بہت ہی کم گھرانے اور معاشرے ایسی ہیں جہاں صرف انگریزی زبان کا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ عمل بنیادی طور پر کسی بھی بچے کے پس منظر سے جڑا ہوتا ہے وہ اپنے اسی پس منظر میں رہتے ہوئے سکول کے مدارج طے کرتا ہے اور زبانوں کے عمل کو سیکھتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں تعلیمی نظام میں بچہ تین زبانیں بیک وقت بول اور سن رہا ہوتا ہے۔ جس میں مقامی زبان قومی زبان اور بین الاقوامی زبان شامل ہے۔ یہ عمل بچے کو مختلف حوالوں سے حیران بھی کرتا ہے اور مختلف مشکلات کا شکار کرتا ہے۔ اس لیے کہ ہمارے ہاں دیہاتوں میں رہنے والے اساتذہ بھی مقامی زبان قومی زبان اور انگریزی زبان کا بیک وقت استعمال کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بچے بنیادی طور پر زبان سیکھنے کے عمل میں کمزور نظر آتے ہیں اور وہ درست طریقے سے کوئی بھی زبان لکھ بول اور پڑھ نہیں سکتے عموماً وہی کچھ بچوں کو یاد ہوتا ہے جو اساتذہ ان سے رٹا لگوا کر یاد کرواتے ہیں۔ یہ عمل ایسے ہی ہے جیسے بچہ نہ سمجھتے ہوئے کسی کام کو رٹ لے اور اس کے کرنے کی مشق کرنے لگے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ حکومت کو اس حوالے سے قانون سازی کرنی چاہیے اور بین الاقوامی زبان کی طرح اپنی مقامی اور قومی زبان کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ ورنہ یہ زبانیں جلدی معدوم ہو جائیں گی اور ان میں نیا ادب نئے الفاظ داخل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ابلاغ کی سطح پر بہت پیچھے رہ جائیں گی۔

مجموعی طور پر اردو کے مقابلے میں مادری زبانوں کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیحات کے مضمرات کا جائزہ مختلف صورتوں میں لیا جا سکتا ہے۔ مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم ایک اہم پیشرفت ہے۔ کنگس کے نظریے کے مطابق مقامی زبانیں ہی کسی فرد کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ اپنے گردو پیش کے ماحول کو سمجھ سکے اور ان کے ساتھ بات چیت کر سکے۔

بنیادی طور پر مقامی اور مادری زبانیں فرد کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ اس زبان کے ذریعے اپنی ثقافت کلچر رسم و رواج اور رہن سہن کے طریقوں کو اپنا سکے۔ مادری زبان چونکہ ابلاغ کا بنیادی ذریعہ ہے تو اس کے لیے ہماری ابتدائی تعلیم میں بھی مادری زبان کا عمل دخل شامل ہے۔ صوبائی سطح پر پرائمری سکولوں میں عموماً مادری زبان بولی جاتی ہے اور بچے کو مادری زبان کے ذریعے ہی اردو اور بین الاقوامی زبان سے آگاہ کیا جاتا ہے لیکن ایسا صرف خیبر پختون خواہ اور سندھ کے کچھ علاقوں میں ہوتا ہے۔ پنجاب میں یہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے اور قومی زبان اور بین الاقوامی زبان سے ہی تعلیم

کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے بچے کے تمام تر مضامین انگریزی زبان میں ہوتے ہیں اور اردو اور اسلامیات کو صرف اردو زبان میں پڑھایا جاتا ہے اس کے ساتھ مقامی اور مادری زبانوں کو پڑھانے سمجھانے کا کوئی رواج نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے حکومت کی طرف سے کوئی نصاب مختص کیا گیا ہے۔

یہ عمل متناسب نہیں ہے اس لیے کہ ہمیں اپنی ابتدائی نظام سکول میں مادری زبان کو ضرور شامل کرنا چاہیے اور اسی زبان کے ذریعے ہی دوسرے مضامین پڑھانے چاہیے۔ قومی اور بین الاقوامی زبان بھی بچے کی تعلیمی ضروریات کے لیے اہم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مقامی زبانیں بھی اس حوالے سے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ بنیادی طور پر یہ بچے کے اندر فکر و آگاہی پیدا کرتی ہیں سوچ سمجھ کی صلاحیت پیدا کرتی ہیں جس سے وہ اپنی تعلیمی مدارج میں بہتر طریقے سے پڑھ سکتا ہے لیکن بین الاقوامی یا قومی زبان کا زیادہ استعمال بچے کو زبان تو سکھا دیتا ہے لیکن بچہ اس میں اتنا بہتر طریقے سے اظہار نہیں کر پاتا اس لیے کہ ہمارے یہاں کے ماحول میں انگریزی زبان بہت ہی کم بولی جاتی ہے بلکہ عام طور پر تو مقامی زبانیں یا پھر مخصوص علاقوں میں مخصوص لوگ قومی زبان بولتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مادری زبانوں کی مقام و اہمیت کے حوالے سے یہ بات اہم ہے کہ حکومت کی طرف سے منصوبہ بندی کی جائے اور اپنی مادری اور قومی زبانوں کو بھی اہمیت دی جائے کنگس کے نظریے کے مطابق مادری زبانوں کو اہمیت نہ دینے اور مادری زبانوں پر کام نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں جو کہ آگے چل کر کلچر ساج کے تبدیل ہونے کی وجہ بھی بنتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے رسم ورواج اور زبان ختم ہو کر اس کی جگہ نئی زبان نیا کلچر اور نئے رسم ورواج لے لیتے ہیں ضروری ہے کہ مادری زبانوں کے ذریعے اپنے کلچر رسومات اور دیگر سماجی معاملات کو پیش کیا جائے تا کہ ملک میں رہنے والے افراد اپنے کلچر ثقافت اور زبان سے تعلق قائم کر سکیں۔

مادری زبانوں کی اہمیت کے حوالے سے یہ بات اہم ہے کہ ہمارے مقابلے کے امتحانات اور دیگر دوسرے امتحانات میں بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ مقامی اور قومی زبان کو بھی اہمیت دی جائے۔ ان کے بھی نصاب میں نمبر مختص کیے جائیں تا کہ امتحان دینے والے کی کارکردگی کا بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ قومی اور مقامی زبانوں میں بھی جانچ پرکھ کی جا سکے۔ ان زبانوں کو اگر اس طرح سے اہمیت نہیں دی جائے گی اہم امتحانات مقابلے کے امتحانات میں ان کے نمبر شمار نہیں کیے جائیں گے تب تک یہ ہمارے نصاب کا باقاعدہ حصہ نہیں بنے گی اور نہ ہی ان پر توجہ دی جائے گی ۔ضرورت اس امر کی ہے کہ مقامی اور قومی زبان کو اہم سمجھتے ہوئے اسے شامل نصاب کیا جائے اور ملک میں اہم عہدوں پر صرف بین الاقوامی زبان کے ذریعے ہی ٹیسٹ نہ لیے جائیں بلکہ مقامی زبانوں اور قومی زبان کو بھی اہمیت دی جائے یہی عمل کسی بھی زبان میں اہم ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس زبان کے پڑھنے والے بڑھتے ہیں۔ اس میں نیا ادب

تخلیق ہوتا ہے اور نئے نئے تراجم سے زبان میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ مادری زبانوں اور قومی زبان کو اہمیت دیتے ہوئے انہیں مختلف امتحانات کا حصہ بنایا جائے۔

ذریعہ تعلیم کے طور پر مادری زبانوں کی افادیت کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ لنگس کے نظریے کے مطابق ذریعے تعلیم کے طور پر مادری زبان کئی حوالوں سے اہمیت رکھتی ہیں۔ اول تو یہ کہ فرد اپنی مادری زبان کو سنتے ہوئے بڑا ہوتا ہے اور اسی زبان کے ذریعے وہ اپنے ابتدائی زندگی کے سال گزارتا ہے۔ ایک ماحول سماج اور کلچر کو جس طرح سے دیکھتا ہے وہ اسی ماحول کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس حوالے سے ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ ابتدائی زندگی کے پانچ سال بچے کی زندگی کے اہم ترین سال ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ارد گرد ایک ماحول کلچر ثقافت اور زبان کو سنتا ہے جو کہ اس کے لاشعور میں منتقل ہو جاتی ہے اور پھر پوری عمر وہ اس کے ساتھ رہتی ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے مادری زبانوں کی افادیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

ضروری ہے کہ حکومتی سطح پر مادری زبانوں میں بچے کی ابتدائی جماعتوں کا سلیبس بنایا جائے اور اسے اپنی مادری زبان میں ہی تعلیم دی جائے اور اسے لکھنا پڑھنا سکھایا جائے۔ اس اس سے بچے جلدی سیکھتے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے کہ وہ ان الفاظ سے آشنا ہوتے ہیں اپنے ارد گرد لوگوں کو سنتے اور بولتے ہوئے دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے یہ زبان جلدی ان کے شعور کا حصہ بن جاتی ہے اور انہیں بولنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔

اس عمل سے ہمارا تعلیمی نظام مستحکم ہو گا اور بچے کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کرے گا اس کے ساتھ ساتھ قومی زبان کی افادیت بھی اہم ہے کہ بچے کو مادری زبان کے بعد اپنی قومی زبان سے آشنا کیا جائے تا کہ بچہ اپنی قومی زبان لکھ پڑھ سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ حکومتی سطح پر ایک ایسا نصاب مقرر کیا جائے جو کہ تمام صوبوں میں پڑھانا لازمی ہو اور وہ نصاب قومی امنگوں کا ترجمان ہو۔

ہماری زبان اردو کا اچھا ادب شاعری اور قومی رویے اس نصاب میں شامل کیے جائیں اس سے قومی رویوں کو تقویت ملے گی اور اس کے ساتھ ساتھ ہماری زبان کا کلچر بھی فروغ حاصل کرے گا لوگ اپنی زبان کلچر اور ثقافت کے ساتھ جڑتے ہوئے احساس کمتری کا شکار نہیں ہوں گے جو کے نو آبادیاتی دور کے بعد اس برصغیر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہم بنیادی طور پر برطانوی سامراج کو مثال بناتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم اپنے کلچر ثقافت اور زبان سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور ایسی قوم کے رنگ میں رنگ ایک بہتر عمل نہیں ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی مادری اور قومی زبان کی افادیت کو سمجھا جائے اور اپنی زبان میں علم حاصل کیا جائے۔ بین الاقوامی زبان سے اپنی مقامی اور مادری زبانوں میں

ترجمے کروائے جائیں تاکہ یہ زبانیں بھی اپنے اندر نئے خیالات کو پروان چڑھا سکیں۔ اس سے ہمارا اپنی زبانوں کو سیکھنے اور پڑھنے کی طرف رجحان بڑھے گا اور آنے والی نسل بھی ان زبانوں کو پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہو گی۔

ضروری ہے کہ ذریعہ تعلیم کے طور پر مادری زبانوں کو اپنایا جائے اور حکومت کی طرف سے ایسی قانون سازی کی جائے۔ جس میں مادری اور قومی زبانیں بھی شامل ہوں اور پڑھائی کا جزو لاینفک ہوں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگر یہ مقامی اور قومی زبان تعلیم کا حصہ نہیں ہو گی تو اس پر توجہ کم دی جائے گی۔ صرف ایسے لوگ ہی توجہ دے پائیں گے جو کہ اپنے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔ دوسری زبان ان کا کلچر اور ان کی رسومات کو پڑھنا چاہتے ہیں اگر اپنی مادری اور قومی زبانوں کو اہمیت دی جائے تو ہم اپنی آنے والی نسل میں اپنی مادری اور قومی زبانوں کے حوالے سے دلچسپی پیدا کر سکتے ہیں جو کہ ہماری ملک و قوم اور زبان کے لیے ترقی کا باعث ہو گا۔

مجموعی طور پر مادری زبان بطور ذریعہ تعلیم کے مضمرات کے افادی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ بچے کی ذہنی نشو ونما میں مادری زبان اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لنگس کے نظریے کے مطابق بھی مادری زبان بچے کی فہم و فراست کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے چونکہ بچہ جس ماحول میں مادری زبان سیکھتا ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کے کلچر ثقافت رسومات رہن سہن کو بھی اپنے دماغ کا حصہ بناتے ہوئے۔ اس زبان کا استعمال کرتا ہے اگر بچے کو مادری زبان میں تعلیم دی جائے تو اس کی ذہنی نشو ونما بڑھنے کے کافی مواقع موجود ہیں۔

ہمارے بنیادی تعلیمی نظام میں مادری زبان کو اہمیت نہیں دی جاتی بلکہ ہمارے بنیادی تعلیمی نظام میں بین الاقوامی زبان پر ہی زیادہ توجہ دی جاتی ہے جو کہ ایسا رویہ ہے جس سے بچہ اپنی زبان سے کٹ جاتا ہے اور اس کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت اس طرح سے نہیں بڑھ پاتی۔ جس طرح سے صرف مادری زبان اور قومی زبان میں تعلیم دینے کی وجہ سے ہوتا ہے اس کے مطابق مادری زبان کے افادی پہلو اس حوالے سے نمایاں ہیں۔ مادری زبان کو مقابلے کے امتحانات اور دیگر امتحانات کا حصہ بنا کر بھی اس زبان کے فروغ کو بڑھایا جا سکتا ہے جس سے یہ آگاہی پیدا ہو گی کہ مقابلے کے امتحانات اور دیگر امتحانات میں جس طرح سے بین الاقوامی زبان میں مہارت ضروری ہے۔ اسی طرح سے مقامی اور قومی زبان میں بھی مہارت ضروری ہونی چاہیے۔ اس کے علیحدہ نمبر مختص ہونے چاہیے جس کی وجہ سے مادری اور قومی زبان میں بھی فرد کی دلچسپی بڑھے گی اور وہ اپنے تعلیمی نظام میں مقامی اور قومی زبان میں بھی علم حاصل کر سکے گا۔

بین الاقوامی زبان کے مقابلے میں مادری زبانوں کی محدودیت کے پہلو کو دیکھا جائے تو مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ آج کل جدید دور میں تمام ممالک کو ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھنا ہوتا ہے بات چیت کرنا پڑتی ہے

اور بین الاقوامی معاملات کو ایک ایسی زبان میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ جو تمام ممالک سمجھ سکیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایک ایسی زبان ہونی چاہیے جو کہ ملکی سطح پر ایک دوسرے کے ساتھ رابطے کا ذریعہ بن سکے۔ جس طرح سے اردو زبان پاکستان میں رابطے کے ذریعے کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

ہماری تعلیمی نظام میں اردو کو بطور ایک مضمون کے پڑھائے جاتا ہے اس کے علاوہ اردو پڑھنے کا کوئی رواج موجود نہیں ہے۔ اس لیے کہ بین الاقوامی زبان نے ہمارے تعلیمی نظام میں مقامی اور قومی زبانوں کو بہت حد تک محدود کر دیا ہے اور لوگ چاہتے ہیں کہ وہ بنیادی طور پر بین الاقوامی زبان اور جدید ادب کے ساتھ جڑیں مقامی زبانوں میں چونکہ جدید ادب اور جدید فکر کو پیش نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہ بین الاقوامی ادب کے طور پہ سامنے آتے ہیں۔ اس لیے بین الاقوامی زبان میں جدید ادب اور جدید علم حاصل کرنے اور اسے سمجھنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ جو کہ ایک اچھی بات ہے لیکن یہ مادری زبانوں اور قومی زبان کو بہت محدود کر دیتی ہے۔ جس سے تعلق نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے جس طرح سے ہمارے تعلیمی نظام میں اب مقامی اور قومی زبانوں کو صرف مضامین کی حیثیت حاصل ہے۔ ان زبانوں کو علم کی زبان کے طور پر سامنے نہیں لایا گیا جس طرح سے انگریزی زبان کو علم کے طور پر سامنے لایا جاتا ہے۔

مجموعی طور پر اردو کے مقابلے میں دیگر زبانوں کی بطور ذریعہ تعلیم ترجیحات خدشات اور ان کے ازالے کے ممکنہ اقدامات کے لیے ضروری ہے کہ اردو کی معدومیت اردو میں لسانی بیگاڑ کو مد نظر رکھا جائے۔ بنیادی طور پر اردو زبان کی معدومیت کے حوالے سے جو آراء پیش کی جاتی ہیں کنگس کے نظریے کے مطابق وہ بالکل درست ثابت ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ بین الاقوامی زبان کا تسلط ہونے کی وجہ سے دیگر زبان معدومیت کی طرف بڑھ جاتی ہیں اور ان کو پروان چڑھانے اور ان کی ترویج و اشاعت کا کوئی ذریعہ سامنے نہیں آتا۔ اس لیے کہ بین الاقوامی زبان دیگر زبانوں کے لیے خطرے کا باعث ثابت ہوتی ہے۔ اردو کی معدومیت کے حوالے سے مختلف آراء سامنے آتی ہیں جن میں اردو کی معدومیت بنیادی طور پر ہمارا انگریزی نظام تعلیم ہے۔ اس لیے کہ اس میں تمام تر مضامین انگریزی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں اور اردو زبان بطور ایک مضمون کے پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی مضمون کو اردو میں نہیں پڑھایا جاتا بعض ادارے اور سکول ایسے ہیں جہاں پر اسلامیات کا مضمون انگریزی زبان میں پڑھایا جاتا ہے اور عموماً سرکاری سکولوں میں اسلامیات کو اردو زبان میں پڑھانے کا رواج ہے۔

اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہمارے نظام تعلیم پر بین الاقوامی زبان کا اثر زیادہ ہے۔ یہاں بین الاقوامی زبان کو سیکھنے اور اس کے علم میں ممکنہ اضافے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ ضروری ہے کہ دیگر زبانوں پر بھی توجہ دی جائے۔ الفاظ کے ذخیرے کو زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے۔ نئے الفاظ زبان میں لائے جائیں اور ترجمے

کے ذریعے نئے خیالات کی ترویج کی جائے۔ جس سے زبان کے عمل میں اضافہ ہو گا اور وہ خطرات جو کہ بین الاقوامی زبان سے دیگر زبانوں کو لاحق ہیں ان کو ممکنہ طور پر دور کیا جا سکے۔

قومی زبان کے حوالے سے بھی یہ بات اہم ہے کہ اس کے ذخیرہ الفاظ کو بہتر طریقے سے استعمال کیا جائے۔ بہت سے اردو کے عام الفاظ بھی آج کل لوگ آسانی سے نہیں سمجھ پاتے بلکہ اس کے مترادفات کے طور پر انگریزی زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ یہ وجہ بنیادی طور پر مقامی اور قومی زبان سے دوری کی وجہ سے ہے اس کی دوری کی وجہ یہ بھی ہے کہ قومی زبان سے ہماری کوئی ایسی مجبوری نہیں جڑی کہ ہم اسے لازمی پڑھیں۔ اس کے ساتھ لازمیت نہیں ہے اگر اس میں لازمیت کا پہلو شامل کر دیا جائے اور اسے مقابلے کے امتحانات اور دیگر اس طرح کے امتحانات میں اعزازی نمبروں کے ساتھ جگہ دی جائے تو طالب علم اس زبان کو بھی پڑھیں اور سمجھیں گے اس کے ادب کو پڑھیں گے۔ اس کے ذخیرہ الفاظ کو بڑھانے کی کوشش کریں گے۔ یہ بنیادی طور پر حکومت کی طرف سے اقدامات ہونے چاہیے جو کہ ہماری مقامی اور قومی زبانوں کو معدومیت کی طرف نہ لے کر جائیں بلکہ یہ زبانیں بھی دوسری زبانوں کی طرح ترقی کر سکیں۔

بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن کو برقرار رکھتے ہوئے ہی ایک منظم نظام ترتیب دیا جا سکتا ہے اس حوالے سے اس کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ سرکاری سطح پر اردو کے حوالے سے حکومتی سطح پر ایک ایسا نصاب جاری کیا جائے تو جو تمام صوبوں میں یکساں طریقے سے پڑھایا جائے اور اس نصاب کا پڑھنا ہر طالب علم پر ضروری ہو اس کے لیے سرکاری نیم سرکاری اور پرائیویٹ تمام سکولوں اور کالجز میں اس نصاب کو پڑھانے کے انتظام کو یقینی بنایا جائے تاکہ تمام ملک میں ایک طرح کی اردو بولی جا سکے اور قومی سطح پر ہم ان رویوں کے ساتھ جڑ سکیں جو ہماری زبان کے ساتھ منسلک ہیں اردو ذریعہ تعلیم کی لسانی ترجیحات میں توازن کے لیے ضروری ہے کہ ماہرین اساتذہ جو کہ اردو کو درست لکھنا بولنا اور پڑھنا سکھا سکتے ہیں۔

جس طرح بین الاقوامی زبان کو بہترین اساتذہ سے پڑھایا جاتا ہے تاکہ بچے اچھی طرح سے زبان کو سمجھ اور سیکھ سکے اور بین الاقوامی زبان کو درست طریقے سے بول سکیں اسی طرح سے ضروری ہے کہ اردو زبان بھی لکھنا پڑھنا اور بولنا بہتر طریقے سے سکھائی جائے۔ اس سے ہمارے قومی رویوں کو فروغ حاصل ہو گا اردو زبان کے ادب کلچر سماج کو سمجھنے کا موقع ملے گا اور ہم قومی رویوں سے ملکی سطح پر اہم نتائج حاصل کر سکیں گے۔

ضروری ہے کہ بطور ذریعہ تعلیم لسانی ترجیحات میں توازن پیدا کیا جائے اور متوازن طریقے سے اپنی مادری قومی اور بین الاقوامی زبان کے اصول و قوانین مرتب کیے جائیں اور انہیں نظام تعلیم میں یکساں طریقے سے شامل کیا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ اردو کی ترویج واشاعت کی سنجیدہ کوششیں اور ٹھوس اقدامات کے لیے بھی حکومت کو قوانین سازی کرنی چاہیے اس قانون سازی سے اردو زبان کی ترویج واشاعت ہو گی اور بہتر طریقے سے زبان کو سمجھا جا سکے گا۔

اردو زبان کی ترویج واشاعت کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کی طرف سے سوشل میڈیا اور ٹی وی چینل پر اس حوالے سے قانون سازی کی جائے کہ درست اردو لکھی اور بولی جائے۔ اس حوالے سے سوشل میڈیا اور چینل پر جو غلط اردو لکھنے اور بولنے کا رواج قائم ہو رہا ہے۔ اس کو ختم کر سکے گی۔

سوشل میڈیا اور دوسرے چینل پر حکومت کی طرف سے ایسی قوانین سازی ہونی چاہیے کہ اردو زبان کے ماہرین سوشل میڈیا کے چینلز اور دوسرے چینل پر موجود ہونے چاہیے کہ غلط اردو لکھنے اور بولنے کے رواج کو ختم کیا جا سکے گا۔ اگر ایک عمومی نظر ڈالی جائے تو ہمارے ہاں درست اردو لکھنا اور بولنا بہت کم ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ لوگ غلط اردو بولنے اور لکھنے کو اعزاز سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم صرف بین الاقوامی زبان کو ہی جانتے ہیں۔ یہ ذہن سازی بنیادی طور پر اپنی زبان کے غلط استعمال اور اسے غلط طریقے سے لکھنے پر اکساتی ہے۔

ان چیزوں پر قوانین سازی کر کے ہی ان کی روک تھام کو ممکن بنایا جا سکتا ہے کیونکہ غلط لکھنا اور بولنا بنیادی طور پر زبان میں لسانی بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔

سوشل میڈیا اور چینل پر غلط اردو لکھنے اور بولنے پر پابندی سے ہی اسے درست کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہ ایسے میڈم ہیں جہاں بہت سے لوگ ان کو دیکھ اور سن رہے ہوتے ہیں بلکہ ان کے اثر کو بھی قبول کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ حکومت زبان کی بہتری اور ترویج واشاعت کے لیے ایسی قوانین سازی کرے کہ ایسے پلیٹ فارم پر غلط اردو لکھی اور بولی نہ جا سکے۔ اگر ایسا ہو تو اس کے لیے مکمل قانون سازی ہو تا کہ ادارے اس پر عمل کریں اور بہتر طریقے سے آگے بڑھ سکیں۔ یہ عمل بنیادی طور پر زبان کو تقویت دینے اور زبان کے اندر لسانی معاملات میں بگاڑ پیدا ہونے سے روکے گا چونکہ مختلف صوبوں کے رہنے والے مختلف طریقوں سے اردو بولتے ہیں اور اردو کو لکھنے کا رواج بھی مختلف صوبوں میں مختلف طریقے سے سامنے آتا ہے جو کہ ایک غلط عمل ہے۔

حکومتی قوانین سازی زبان کو بہتر کرنے میں معاون ثابت ہو گی اس کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کی طرف سے ایک ایسا نصاب جاری کیا جائے جو کہ تمام صوبوں میں یکساں طریقے سے پڑھایا جائے اور اسے پڑھانے والے اساتذہ ماہرین زبان ہونے چاہیے تا کہ وہ بچوں کو اچھی طرح سے یہ زبان پڑھا سکیں۔ اس پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے ہم اپنی زبان سے دور ہو رہے ہیں۔ حکومتی قوانین سازی اس حوالے سے بہتر عملی نتائج پیدا کر سکتی ہے۔

اردو زبان کو سرکاری سطح پر نافذ کیا جائے۔ ہمارے اداروں میں جہاں بین الاقوامی زبان کا استعمال ہو رہا ہے اس کے ساتھ اردو زبان کو بھی سرکاری سطح پر شامل کیا جائے کیونکہ یہ ہماری قومی زبان کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو اردو سیکھنے کی طرف رجحان کم ہو گا کیونکہ سرکاری اداروں میں اردو زبان میں ہی کام انجام دیا جائے گا۔ اس سے سیکھنے بولنے اور لکھنے کی طرف بھی توجہ دی جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو زبان کو مقابلے کے امتحانات اور دیگر امتحانات کے لیے لازمی قرار دیا جائے یہ امتحانات بین الاقوامی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی دیے جاسکتے ہیں۔ دونوں زبانوں میں توازن پیدا کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ ہمارے ہاں مقابلے کے امتحانات اور دیگر شعبہ جات کے بڑے امتحانات انگریزی زبان میں ہی لیے جاتے ہیں۔ اس میں اردو زبان کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

سرکاری سطح پر اگر اسے لازمی قرار دیا جائے تو زبان کی ترویج واشاعت ہو گی اردو کی ترویج واشاعت کی سنجیدہ کوششیں اور ٹھوس اقدامات اس حوالے سے بھی کرنے چاہیے کہ جدید علوم کو اردو زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ اس حوالے سے سرکاری سطح پر ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو کہ بین الاقوامی زبان کے ادب تاریخ اور کلچر کو اردو زبان میں پیش کریں دنیا میں رائج جدید علم جو کہ بین الاقوامی زبان میں موجود ہے۔

سرکاری سطح پر اس کا ترجمہ اپنی زبان میں کروایا جائے تاکہ لوگوں کی توجہ بڑھے اور وہ اپنی زبان کی طرف توجہ دیں اور انہیں یہ معلوم ہو کہ اس زبان میں بھی یہ علم میسر ہے۔ اس سے پڑھ کر استفادہ کیا جاسکتا ہے اردو اس حوالے سے کافی زرخیز ہے کہ اس میں کافی حد تک تراجم کا سلسلہ جاری رہا ہے لیکن حکومتی سرپرستی کے بغیر یہ ناممکن ہے۔

حکومت بنیادی طور پر ایسے ادارے بنائے جو کہ صرف ترجمہ سازی کا کام کریں اور ان کا کام صرف اپنی زبان کے علم کو بڑھانا ہو جس سے اردو زبان کی ترویج واشاعت ہو گی اردو زبان کی ترویج واشاعت کے لیے ضروری ہے کہ درست اردو بولنے لکھنے کے حوالے سے قانون سازی کرنی چاہیے۔ اس حوالے سے اردو زبان کا ایک بنیادی سلیبس مقرر کرنا چاہیے جو کہ سکول کی سطح پر پڑھایا جائے۔ یہ سلیبس مختلف درجوں میں تقسیم ہو جو کہ بچوں کو تمام صوبوں میں یکساں طریقے سے پڑھایا جائے اس سے یہ ہو گا کہ زبان ایک ہی طرح سے لکھی پڑھی اور بولی جائے گی اس کے لیے ضروری ہے کہ حکومت سکولوں کے لیے ایک ایسا نصاب مقرر کرے جو تمام صوبوں کے لیے یکساں ہو اور پھر اس نصاب کو پڑھانے کے لیے تربیت یافتہ اساتذہ بھی اس میں شامل کیے جائیں جو کہ بچوں کو صرف اردو پڑھنے بولنے اور لکھنے کے حوالے سے آگاہ کریں اور بہتر طریقے سے اپنی قومی زبان کی طرف راغب کریں۔ اسی سے ہی ہماری زبان کی ترویج واشاعت ہو گی اور اس کی اہمیت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

ب: تحقیقی نتائج

تعلیم انسانی اور معاشرتی ترقی کے لیے نہایت ضروری سرمایہ کاری ہے اوراس ماحول سے متاثر ہوت ہے جس میں وہ موجود ہوتی ہے۔ معاشرتی، سیاسی اور حکومتی ڈھانچے بھی تعلیمی نظام کی اثر پذیری کا تعین اور اس کی توضیح کرتے ہیں۔ان حقائق سے ہٹ کر کوئی بھی تعلیمی نظام تیار نہیں کیا جاسکتا۔ بطور ذریعہ تعلیم مقامی / مادری زبان کے اطلاق کے مسائل اور مباحث کا جائزہ لیناہی اس تحقیق کا اصل مقصد ہے۔اس لیے تعلیمی نظام کو انسانی معاشرے کے ساتھ ارتقاپذیر ہوناچاہیے۔مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کا تصور تعلیمی پالیسی، لسانی تنوع اور سماجی و ثقافتی عوامل کے گہرے تجزیے کا متقاضی ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ بچے اپنی مادری زبان میں بہتر سیکھتے ہیں کیونکہ وہ اس میں سوچنے اور اظہار کرنے میں زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔یہ نہ صرف تعلیمی کارکردگی کو بہتر بناتا ہے بلکہ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں اور تنقیدی سوچ کو بھی پروان چڑھاتا ہے۔اس کے علاوہ، مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بنیادی تصورات کو بہتر انداز میں سمجھتے ہیں، خاص طور پر ریاضی اور سائنس جیسے مضامین میں، کیونکہ وہ اپنے پہلے سے موجود علمی پس منظر کو بروئے کار لا کر علم حاصل کرتے ہیں۔ یہ عمل نہ صرف تعلیمی میدان میں بہتری لاتا ہے بلکہ ثقافتی اور لسانی شناخت کے تحفظ میں بھی معاون ثابت ہوتا ہے۔

تاہم، مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے اطلاق میں کئی چیلنجز درپیش ہیں۔ایک بنیادی مسئلہ معیاری تعلیمی مواد کی عدم دستیابی ہے، کیونکہ اکثر زبانوں میں نصاب اور درسی کتب کی تیاری محدود پیمانے پر ہوئی ہے۔اس کے علاوہ، تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی بھی ایک بڑا مسئلہ ہے جو اس نظام کے مؤثر نفاذ میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔مزید برآں، معاشی اور تکنیکی وسائل کی قلت بھی ایک چیلنج ہے، کیونکہ نصاب کی تیاری، امتحانی نظام کی تشکیل، اور جدید تعلیمی سہولیات فراہم کرنے کے لیے ایک منظم حکمت عملی درکار ہوتی ہے۔انگریزی اور دیگر بین الاقوامی زبانوں کی طرف والدین اور طلبہ کے بڑھتے ہوئے رجحان کے باعث بھی مادری زبان میں تعلیم کے نفاذ میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔کچھ معاشروں میں جہاں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں، وہاں ایک مخصوص مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے سے دیگر زبانیں بولنے والے طلبہ متاثر ہو سکتے ہیں، جس سے تعلیمی اور سماجی ناہمواری پیدا ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔

بطور ذریعہ تعلیم مقامی مادی زبانوں کے اطلاق کے مسائل پوائنٹ درج زیل ہیں۔

1۔ معیاری درسی کتب اور تعلیمی مواد کی عدم دستیابی، جس کی وجہ سے نصاب کی تیاری مشکل ہو جاتی ہے۔تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی جو مادری زبان میں مؤثر تدریس کر سکیں۔

2، مختلف زبانیں بولنے والے علاقوں میں ایک مخصوص مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے سے دیگر زبانیں بولنے والے طلبہ کے لیے مسائل پیدا ہونا۔

اعلیٰ تعلیم اور پیشہ ورانہ شعبوں میں مادری زبانوں کے محدود استعمال کی وجہ سے طلبہ کا بین الاقوامی سطح پر مسابقت میں پیچھے رہ جانا۔

3۔ والدین اور طلبہ کا انگریزی یا قومی زبان کو ترجیح دینا، جس کے باعث مادری زبان میں تعلیم کو کم اہم سمجھا جانا۔ جدید سائنسی اور تکنیکی اصطلاحات کا مادری زبان میں ترجمہ نہ ہونے کی وجہ سے مشکل مضامین کی تدریس میں مشکلات پیش آنا۔

4۔ سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں کے درمیان زبان کے فرق سے طبقاتی تقسیم اور تعلیمی ناہمواری کا پیدا ہونا۔

5۔ تعلیمی پالیسیوں میں تسلسل کی کمی، جس کی وجہ سے مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کی کوششیں دیرپا اثرات مرتب نہیں کر پاتیں۔

6۔ مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے بعد طلبہ کو قومی یا بین الاقوامی زبانوں میں مہارت حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا۔

7۔ تعلیمی و تدریسی مواد کی ڈیجیٹل دستیابی نہ ہونا، جس سے جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ ہم آہنگ تدریس میں رکاوٹ آنا۔

انگریزی بین الاقوامی زبان ہے اور عالمگیریت کے ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کرنے کے لیے نہایت اہم ہے اس لیے اس کا جاننا ضروری ہے دوسری جانب اردو ہماری قومی زبان ہے جو پورے پاکستان کے لوگوں کے لیے رابطہ کی زبان کا کردار بھی ادا کرتی ہے اور قومی اتحاد و یکجہتی کی علامت بھی ہے۔اس کے علاوہ ملک میں بہت سی دوسری زبانیں بھی موجود ہیں جو ثقافتی خوشحالی اور تنوع کا مجموعہ ہیں۔اب ہمیں یہ چیلنج درپیش ہے کہ ہمارے بچے ثقافتی اثاثوں کو فروغ دینے کے ساتھ قومی اور بین الاقوامی طور پر مقابلہ کرنے کے قابل ہوں۔ تعلیم کا انفرادی ہی نہیں معاشرتی کردار بھی ہوتا ہے۔

انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کا تصور کئی ممالک میں تعلیمی ترقی اور عالمی سطح پر مسابقت کے تناظر میں اہم سمجھا جاتا ہے، تاہم اس کے نفاذ میں کئی پیچیدگیاں اور مباحث سامنے آتے ہیں۔ انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنانے کے حق میں سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ یہ ایک بین الاقوامی زبان ہے، جس کی بدولت طلبہ کو عالمی مواقع تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ جدید سائنس، ٹیکنالوجی، اور کاروباری دنیا میں زیادہ تر مواد انگریزی میں دستیاب ہوتا ہے، اس لیے انگریزی میں مہارت رکھنے والے طلبہ کو تحقیق، ملازمت اور جدید رجحانات کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مزید برآں، انگریزی میں تعلیم حاصل کرنے والے افراد کے لیے بین الاقوامی معیار کے اداروں میں داخلہ لینا اور بیرونی دنیا کے ساتھ علمی و تحقیقی روابط قائم کرنا نسبتاً آسان ہوتا ہے، جو ان کے کیریئر کی ترقی میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

بطور ذریعہ تعلیم انگریزی زبان کی اطلاق کے مسائل درج ذیل ہیں۔

1۔ غیر انگریزی بولنے والے طلبہ کے لیے سیکھنے کا عمل مشکل ہو جانا، جس سے تعلیمی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ ابتدائی جماعتوں میں انگریزی ذریعہ تعلیم اپنانے سے طلبہ کے لیے بنیادی تصورات سمجھنا مشکل ہو جانا۔

2۔اساتذہ کی کمی جو انگریزی میں مؤثر تدریس کر سکیں، جس کے باعث تعلیمی معیار میں کمی آنا۔دیہی اور کمزور پس منظر سے تعلق رکھنے والے طلبہ کے لیے انگریزی میں تعلیم حاصل کرنا ایک اضافی بوجھ بن جانا۔

3۔انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنانے سے مادری اور قومی زبانوں کی اہمیت کم ہونا، جس سے لسانی و ثقافتی شناخت متاثر ہونا۔

4۔جدید سائنسی اور تکنیکی اصطلاحات کی تفہیم میں مشکلات کیونکہ طلبہ انگریزی زبان میں روانی نہیں رکھتے۔طبقاتی فرق میں اضافہ کیونکہ انگریزی سیکھنے والے طلبہ کو زیادہ مواقع ملتے ہیں، جبکہ دیگر زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے والے پیچھے رہ جاتے ہیں۔

5۔انگریزی ذریعہ تعلیم کے باوجود طلبہ کی تخلیقی اور تنقیدی صلاحیتیں متاثر ہونا کیونکہ وہ زبان پر زیادہ توجہ دیتے ہیں، مضمون کی گہرائی پر کم۔ابتدائی تعلیم میں انگریزی کے نفاذ پر والدین اور اساتذہ میں اختلاف، کیونکہ کچھ والدین اپنی مادری زبان میں تعلیم کو زیادہ مؤثر سمجھتے ہیں۔

6۔تعلیمی پالیسیوں میں تسلسل کی کمی، جس کی وجہ سے کبھی انگریزی کو ترجیح دی جاتی ہے اور کبھی قومی و مقامی زبانوں کو، جس سے تعلیمی نظام میں عدم استحکام پیدا ہوتا ہے۔

مشہور ماہر لسانیات سکتناب کنگس کا زبان کے بارے میں کہنا ہے کہ کسی ایک زبان ایک ایسی زبان کو اس کی طاقت اور برتری کے لحاظ سے ترجیح دینا اور باقی زبانوں کو استعمال کرنے میں شرم محسوس کرنا سے مراد دوسری زبانوں کو کمتر اور حقیر جاننا ہے یعنی ایک زبان کے غلبہ سے دوسری زبانیں معدومیت کا شکار ہو جاتی ہیں جس سے زبانوں کی نسل کشی اور ان کے حقوق ختم کر دیئے جاتے ہیں۔سکتناب کے نزدیک جب متکلم اپنی زبان چھوڑ کر دوسری زبان اپناتا ہے تو اس کے عناصر زبان کی نسل کشی کے اثرات میں مضمر ہیں۔

اپنی زبانوں کو بچانے کے لیے ان کی اہمیت، مقام اور ان کی افادیت کا تعین کرنا چاہیے کہ کس زبان کا کس سطح پر کیا مقام ہے تاکہ لسانی تعصب اور کسی طرح کے بگاڑ کا شکار نہ ہوں۔افراد اور قوموں کی مادی اور ذہنی نشوونما میں مادری زبانیں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔لسانی ترقی ایک شعوری اور باضابطہ کوشش ہوتی ہے۔پاکستان میں سرکاری زبان انگریزی ہے اور قومی زبان اردو اور بہت سے لوگ مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کی بات کرتے ہیں جس سے ہمارے ہاں جذباتیت پر مبنی باتیں سنائی دیتی ہیں جن سے نسلی تعصب کی بو آتی ہے۔زبان کی جدید کاری کا تعلق کسی ملک کی تعلیمی پالیسی سے ہوتا ہے چنانچہ تعلیمی پالیسی کا تابع ہونا پڑتا ہے ہمارے ملک میں زبان تعلیمی پالیسی کے تابع ہے اور تعلیم کی صورت حال ذریعہ تعلیم خاص طور پر سائنسی علوم کی تدریس کے حوالے سے اردو زبان کی بطور تعلیم کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر باقی زبانوں کے حقوق کی حق تلفی کرنا، قومی اور علاقائی زبانوں کی معدومیت کا مسئلہ اس کا سبب مختلف لسانی ترجیحات کے اثرات ہیں۔لسانی ترجیحات پر اب تک جو بھی باتیں کی جاتی رہی ہیں ان میں سرسری پن نظر آتا ہے۔قومی اور مادری زبانوں سے

محبت، انگریزی زبان نہ آنے کے سبب اس کی مخالفت لہذا ایسی لسانی ترجیحات کو طے کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ہر زبان کی اپنی اہمیت اور تقاضے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مادری زبان، علاقائی زبان، قومی زبان اور انگریزی زبان کے مقام کا تعین کیا جائے اور اس کے مطابق ان کا اطلاق کیا جائے۔

لسانی ترجیحات کے بارے میں قابل عمل تجاویز درج زیل ہیں۔

1۔ ابتدائی تعلیم مادری زبان میں فراہم کی جائے تاکہ طلبہ بنیادی تصورات کو بہتر طور پر سمجھ سکیں اور سیکھنے کا عمل آسان ہو۔ ثانوی سطح پر بتدریج قومی اور بین الاقوامی زبانوں کا تعارف کروایا جائے تاکہ طلبہ مختلف زبانوں میں مہارت حاصل کر سکیں۔

2۔ اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کو بہتر بنایا جائے تاکہ وہ مختلف زبانوں میں مؤثر تدریس کر سکیں اور زبان تدریس میں رکاوٹ نہ بنے۔ نصاب میں سائنسی اور تکنیکی اصطلاحات کے لیے مقامی زبانوں میں معیاری تراجم فراہم کیے جائیں تاکہ جدید علوم تک رسائی آسان ہو۔

3۔ تعلیمی اداروں میں دو لسانی یا کثیر لسانی ماڈل اپنایا جائے جہاں مقامی، قومی اور بین الاقوامی زبانیں ایک متوازن طریقے سے شامل ہوں۔ جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے مقامی زبانوں میں تعلیمی مواد کی ڈیجیٹل دستیابی کو یقینی بنایا جائے تاکہ زبان کی تفہیم میں مدد ملے۔

4۔ والدین اور اساتذہ میں آگاہی پیدا کی جائے کہ زبان کا مسئلہ سیکھنے کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے، بلکہ ایک مددگار عنصر کے طور پر استعمال ہو۔ حکومتی سطح پر ایسی تعلیمی پالیسیاں تشکیل دی جائیں جو ایک طویل مدتی لسانی حکمت عملی پر مبنی ہوں اور بار بار تبدیلیوں سے محفوظ رہیں۔

5۔ قومی و علاقائی زبانوں کے فروغ کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی زبانوں کی تدریس کو بھی عملی اور مؤثر بنایا جائے تاکہ عالمی سطح پر مسابقت کے قابل افراد تیار کیے جا سکیں۔

6۔ زبانوں کو طبقاتی فرق کی علامت بننے سے روکا جائے اور تمام تعلیمی اداروں میں یکساں لسانی پالیسی اختیار کی جائے تاکہ تعلیمی ناہمواری کو کم کیا جاسکے۔

ج: سفارشات

زیرِ نظر موضوع اپنی نوعیت کا حامل ہے۔ اس حوالے سے تحقیق کے دوران وطوار سامنے آئے ہیں جن پر تحقیق کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اس میں دونوں سطح کے موضوعات دیکھے جاسکتے ہیں۔

انگریزی زبان کے حوالے سے اسی طرح سے نو آبادیاتی دور میں رائج نظام تعلیم، زرعی اصلاحات اور برطانوی سامراج کی طرف سے زمین کی ملکیت ایسے موضوعات ہیں جن پر مزید تحقیقات کی جاسکتی ہیں۔ اس حوالے بہت سے کام ہوئے ہیں جن پر تحقیق کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نو آبادیاتی دور میں جو سرکاری سکولوں میں نصاب پڑھایا جارہا تھا۔ اس کے حوالے سے بھی تحقیق کی جاسکتی ہے کیونکہ اس دور کے بعد تعلیمی نظام آہستہ آہستہ انگریزی نظام تعلیم میں بدل گیا۔ اس سے معاشرے میں کئی طرح کی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔

1۔ اس موضوع پر بھی تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کہ نو آبادکاری سے پہلے برصغیر میں کس طرح سے تعلیمی نظام جاری تھا اور ہم کس طرح سے اپنی مقامی اور قومی زبانوں کو اہمیت دیتے تھے۔ اس حوالے سے حیرت انگیز نتائج سامنے آئیں گے کیونکہ اس کے بعد ہمارا تعلیمی نظام انگریزی نظام میں تبدیل ہو گیا۔ اس لیے ہم ان اثرات کو بھی نظر انداز کر بیٹھے جو پہلے برصغیر میں موجود تھے۔ اس حوالے سے زیادہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔

2۔ پاکستان کی مختلف صوبائی زبانیں جنہیں مادری زبانیں بھی کہا جاتا ہے۔ ان پر بھی الگ الگ تحقیق کرنے کی گنجائش موجود ہے کہ ان میں کس طرح کا ادب لکھا جارہا ہے۔ ان میں تعلیم دینے کے کون سے مواقع موجود ہیں اور وہ کون سے جدید موضوعات ہیں جو کہ ہماری مقامی زبانوں میں داخل ہو رہے ہیں۔

3۔ صوبائی یا مادری زبانوں میں آج کے دور میں کس طرح کا ادب تخلیق کیا جارہا ہے۔ ان زبانوں کو نظر انداز کرنے کی بجائے ان کے علمی معاملات پر تحقیق کی جائے تاکہ آنے والے دور میں ہم اپنی مقامی اور مادری زبانوں سے بہتر طریقے سے آشنا ہو سکیں اور انہیں اپنے علم کا ذریعہ بنا سکیں۔

4۔ پاکستان کے مختلف صوبوں کی تعلیمی پالیسیوں پر فرداً فرداً ایم فل کے مقالے لکھوانے چاہیے۔ اس لیے کہ یہ بہت اہم ہے کہ ہماری تعلیمی پالیسیاں اور ان میں ہونے والی اصلاحات پر گاہے بگاہے تحقیق ہوتی رہے تاکہ ان کو بہتر کیا جا سکے۔ ان کے حوالے سے ایسی سفارشات مرتب کی جاسکیں جس پر حکومت کی طرف سے عمل درآمد کروایا جا سکے۔ تعلیمی پالیسیوں کے حوالے سے ایسی سفارشات بنیادی طور پر ہماری تعلیمی سسٹم کو بہتر کرنے میں معاون ثابت ہوں گی ۔

مجوزہ موضوع پر تحقیق کے دوران یہ اہم نکات سامنے آئے جن پر مزید تحقیق کی جاسکتی ہے اور اس تحقیق کے دوران عملی نتائج نکالے جاسکتے ہیں جو ہمارے تعلیمی نظام کو بہتر کرنے میں معاون اور مددگار ہونگے۔

کتابیات

بنیادی مآخذ

انجم رحمانی، ڈاکٹر، پاکستان میں تعلیم: ایک تحقیقی جائزہ، بیکن بکس ملتان، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور، ۲۰۰۶

سلیمان اطہر ڈاکٹر، ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۱۲

طارق رحمان، ڈاکٹر، پاکستان کی مادری زبانیں تکلم اور شناخت کے مسائل، ترجمہ و ترتیب، احمد سلیم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۰

عطش درانی ڈاکٹر، اردو اور لسانی پالیسی، طاہر پرنٹنگ پریس اسلام آباد، ۲۰۱۲

Skutnabb-Kangas, T "Multilingualism and the education of minority children." Minority Education: From Shame to Struggle. 1988

Skutnabb-Kangas, since most forms and levels of the "education of the State" (14.2) use the "State" languages as a medium, the child cannot have access to this education without knowing the State language.

ثانوی مآخذ

انور سدید ڈاکٹر، مشمولہ قومی زبان کی ترقی میں صوبوں کا حصہ، مرتب ڈاکٹر اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۵

انور سن رائے، مابعد نو آبادیاتی مطالعے، بی بی سی اردو ڈاٹ کام، کراچی ۲۰۱۳

جنرل شفیق رحمان، قومی زبان کی ترقی میں صوبوں کا حصہ، مشمولہ اردو سیمینار، قومی زبان کی ترقی میں صوبوں کا حصہ، مرتبہ اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۵

جی آر مری، نو آبادیاتی نظام اور نظام تعلیم، ۲۰۲۰

جیلانی کامران، انگریزی زبان اور ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵

حنیف خلیل،ڈاکٹر، مختصر تعریف زبان وادب پشتو،ادارہ فروغ قومی زبان،اسلام آباد،۲۰۰۹
رانا توفیق صدیقی، نو آبادیات اور مابعد نو آبادیات: بنیادی مباحث، ہم سب ۷ مارچ ۲۰۲۲
روش ندیم،ڈاکٹر مشمولہ، ہندوستان اور یورپ میں نو آبادیات، کا تاریخی پس منظر، مرتب عامر سہیل نو آبادیات و مابعد نو آبادیات عکس پبلی کیشن لاہور،۲۰۱۹
ریاض ہمدانی ڈاکٹر، اردو ناول نو آبادی مطالعہ، فکشن ہاؤس لاہور ۲۰۱۸
ڈکشنری آف انگریزی لینگویج، ٹرینڈ ریس پبلیکیشن،۲۰۰۶ جلد اول
سعید احمد خالد، پروفیسر، پرائمری تعلیم، دوسرا ایڈیشن، صوبائی تعلیمی کونسل بلوچستان کوئٹہ، ۱۹۹۱
سفارشات برائے نفاذ اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد،۲۰۰۵
سید روح الامین، اردو ایک نام محبت کا، مقدمہ ترتیب و تدوین، عزت اکادمی گجرات،۲۰۰۵
سید عبد اللہ ڈاکٹر، دفتری زبان کا نصاب تعلیم سے تعلق، مشمولہ، منتخب اخبارات اردو،ڈاکٹر معین الدین عقیل، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد ۱۹۸۸
سید قمر عباس کاظمی، مشمولہ، ہندوستان اور یورپ میں نو آبادیات کا تاریخ پس منظر مرتب عامر سہیل نو آبادیات و مابعد نو آبادیات عکس پبلی کشن لاہور ۲۰۱۹
شوکت سبزواری،ڈاکٹر، اردو لسانیات، ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ، ۱۹۹۰
طاہر کامران، کولونیل ازم، نظریہ اور برصغیر پر اس کا اطلاق مشمولہ، نو آبادیات و نو آبادیات، عکس پبلی کیشن، لاہور،۲۰۱۹
طفیل احمد سید، مسلمان کا روشن مستقبل، حماد الکتبی شیش محل روڈ،لاہور، س۔ن
عامر سہیل، مابعد نو آبادیات کی اہم اصطلاحات، مشنولہ نو آبادیات و مابعد نو آبادیات نظریہ تاریخ اخلاق عکس کیشن ،لاہور،۲۰۱۹
مبشر حسن،ڈاکٹر، مشمولہ، مشاہراہ، انکلاب، نو آبادیات؛ تعارف و تجزیہ 11 ٹیمپل روڈ،لاہور، س۔ن
معین الدین عقیل ڈاکٹر، منتخب اخبارات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد،۱۹۸۸
ممتاز منگلوری،ڈاکٹر،ڈاکٹر سید عبد اللہ کی ادبی خدمات، مرتب، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد،۲۰۰۷
محمد رؤف، برصغیر میں نو آبادیاتی دور کا آغاز وارتقا، مشمولہ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات نظریہ تاریخ اخلاق عکس کیشن لاہور،۲۰۲۰

ناصر عباس نئیر، نو آبادیاتی تعلیمی دور، انگریزوں نے ہندوستان کو کیسے ذہنی غلام بنایا؟ زاویہ ڈاٹ کام، ۲۰۱۶
ناصر عباس نئیر، ڈاکٹر لسانیات اور تنقید، یورپ آکادمی اسلام آباد

رسائل

اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۲۳
اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۱۴
اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد ۲۰۲۰
اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد ۲۰۱۴
اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد، اگست ۲۰۲۰
اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد ۲۰۰۰
اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۸
اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، جنوری، ۲۰۱۲
اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، نومبر، ۲۰۲۱
اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان، دسمبر ۲۰۱۸
اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، جنوری ۲۰۲۱
ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد اکتوبر ۲۰۲۱
دریافت، نمل، شمارہ ۱۹

ویب سائٹس

awazonline.com
bbsurdu.com
thebalochistanpost.com

انگریزی کتب

Ball, Jessica. (2008) Enhancing learning of children from diverse language backgrounds: Mother tongue-based bilingual or multilingual education in early childhood and early primary school years. M.P.H., Ph.D. University of Victoria)

Böröcz, József, and Mahua Sarkar. "Colonialism." Encyclopedia of Global Studies. SAGE, 2012. 229-34. SAGE Reference Online. Web. 22 Mar.

Branson, J. E. and D. B. Miller (1993) `Sign Language, the Deaf and the Epistemic Violence of Mainstreaming', Language and Education

José Martinez. 1987. Study of the problem of discrimination against indigenous populations. Final report submitted by the Special Rapporteur, Mr. José Martínez Cobo. New York Asia's Children. Kathmandu, September 2007

Khalid Raza, Abdul Nasir, Abdul Haleem Sadiq & Manzoor Ahmed, Education in Mother Tongue: Its Importance and Significance, Bi-Annual Research Journal "BALOCHISTAN REVIEW" ISSN 1810-2174 Baluchistan Study Centre, UoB, Quetta (Pakistan) VOL. XXXII. NO.1, 2015

Malone, Susan. (2007). Mother Tongue-Based Multilingual Education: Implications for Education Policy, Presented at the Seminar on Education Policy and the Right to Education: Towards more Equitable Outcomes for South

Muhammad Gulfraz Abbasi, Dr. Muhammad Masood Abbasi, Dr.Zafar Iqbal Khattak, Dr. Ghulam Asghar, Dr. Muhammad Javed Khan, Education Through

Mother tongue In Pakistan: A Case Study Of Pahari Language, PJAEE, 18(10) (2021)

Muhammad Hassan Abbasi, Maya Khemlani David, Pandemic, Law, and Indigenous Language in Pakistan, IARS" International Research Journal, vol.11

Roosevelt, Franklin. 1917. Roosevelt demands race fusion here. New York Times, 10 September

Saigol, Rubina.(1993) .Educational: „Critical perspectives', Progressive Publishers, Lahore

Skutnabb-Kangas, T. (1988) "Multilingualism and the education of minority children." Minority Education: From Shame to Struggle.

since most forms and levels of the "education of the Skutnabb-Kangas, State" (14.2) use the "State" languages as a medium, the child cannot have access to this education without knowing the State language.